سلسلہ : رسائلِ فتاوٰی رضویہ

جلد : دوسری

رسالہ نمبر 2

النمیقۃ الانقی فی فرق الملاقی والملقی ۱۳۲۷ھ

ملنے والے اور ڈالے گئے پانی کے فرق میں ایک پاکیزہ تحریر (ت)

پیشکش : مجلسِ آئی ٹی (دعوتِ اسلامی)

فتوٰی مسمّٰی بہ

النمیقۃ الانقٰی فی فرق الملاقی والملقی ۱۳۲۷ھ

ملنے والے اور ڈالے گئے پانی کے فرق میں ایک پاکیزہ تحریر (ت)

مسئلہ ۲۹: رجب ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر بے وضو یا جُنب کا ہاتھ یا انگلی یا ناخن وغیرہ لوٹے یا گھڑے میں پڑ جائے تو پانی وضو کے قابل رہتا ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں اس سے پانی مکروہ ہوجاتا ہے اور اگر قابل وضو نہ رہے تو کس طرح قابل کیا جاسکتا ہے بیّنوا توجروا۔

الجواب:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط، الحمدللہ الذی انزل الذکر الملقی علی السید الطیب الطھور الانقی الملاقی ربہ لیلۃ الاسراء علیہ من ربہ الصلاۃ الزھراء وعلٰی اٰلہ وصحبہ وامتہ وحزبہ الی یوم اللقاء اٰمین

راجح ومعتمد یہ ہے کہ مکلّف پر جس عضو کا دھونا کسی نجاست حکمیہ مثل حدث وجنابت وانقطاع حیض ونفاس کے سبب بالفعل واجب ہے وہ عضو یا اُس کا کوئی حصّہ اگرچہ ناخن یا ناخن کا کنارہ آبِ غیر کثیر میں کہ نہ جاری ہے نہ دہ دردہ بے ضرورت پڑ جانا پانی کو قابلِ وضو وغسل نہیں رکھتا یعنی پانی مستعمل ہوجاتا ہے کہ خود پاک ہے اور نجاست حکمیہ سے تطہیر نہیں کرسکتا اگرچہ نجاست حقیقیہ اس سے دھو سکتے ہیں، یہی قول نجیح ورجیح ہے عامہ کتب میں اس کی تصریح ہے اور یہ خود ہمارے ائمہ ثلٰثہ امامِ اعظم وامام ابویوسف وامام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہم سے منصوص ومروی آیا اکابر مشائخ مثل امام ابوعبداللہ جرجانی وامام ابوالحسین قدوری وامام ملک العلماء ابوبکر کاشانی وامام فقیہ النفس فخر الدین قاضی وغیرہم رحمہم اللہ تعالٰی نے اُسے ہمارے ائمہ کا مذہب متفق علیہ بتایا۔ فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اپنی ایک تحریر میں اُس پر ائمہ ثلٰثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے سوا چالیس ائمہ وکتب کے نصوص نقل کئے اور بعض علمائے متاخرین رحمہم اللہ تعالٰی کو جو اس میں شبہات واقع ہوئے ان کے جواب دیے۔

یہاں **اوّلاً** فوائد اور ان کے متعلق مسائل ذکر کریں۔

ثانیاً اتمام جواب۔

ثالثاً تحقیق مقام وابانت صواب اور اس کیلئے اپنی تحریر مذکور سے رفع حجاب۔

وباللہ التوفیق فی کل باب والحمدللہ الکریم الوھاب۔

فوائد قیود و مسائل مورود

فائدہ۱: (۱) نابالغ اگرچہ ایک دن کم پندرہ برس کا ہو جبکہ آثار بلوغ مثل احتلام وحیض ہنوز شروع نہ ہوئے ہوں اُس کا پاک بدن جس پر کوئی نجاست حقیقیہ نہ ہو اگرچہ تمام وکمال آب قلیل میں ڈوب جائے اُسے قابلیت وضو وغسل سے خارج نہ کرے گا لعدم الحدث (ناپاک نہ ہونے کی وجہ سے۔ت) اگرچہ بحال احتمال نجاست جیسے ناسمجھ بچّوں میں ہے بچنا افضل ہے ہاں بہ نیت قربت سمجھ وال بچّہ سے واقع ہو تو مستعمل کردے گا۔

لانہ من اھلھا وقد بینا المسئلۃ فی الطرس المعدل۔	کیونکہ وہ اس کے اہل سے ہے اور ہم نے یہ مسئلہ 'الطرس المعدل' میں بیان کردیا۔ت

وجیز امام کُردری میں ہے:

ادخل صبی یدہ فی الاناء ان علم طھارۃ یدہ بان کان لہ رقیب یحفظہ اوغسل یدہ فھو طاھر ان علم نجاستہ فنجس وان شک فالمستحب ان یتوضأ بغیرہ لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دع ما یریبک الی مالا یریبک المختار ان وضوء الصبی العاقل مستعمل وغیر العاقل لا [1]۔	اگر بچّہ نے پانی میں ہاتھ ڈالا، اور یہ معلوم ہے کہ اُس کا ہاتھ پاک ہے، مثلاً کوئی شخص بچہ کی دیکھ بھال پر متعین ہے یا اُس نے ہاتھ دھویا ہوا تھا، تو یہ پانی پاک ہے اور اگر اُس کے ہاتھ کا ناپاک ہونا معلوم ہے تو پانی ناپاک ہے، اور اگر شک ہے تو مستحب ہے کہ دوسرے پانی سے وضوء کرے، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "جو چیز تم کو شک میں ڈالے اس کو چھوڑ کر وہ اختیار کرو جو شک میں نہ ڈالے"۔ مختار یہ ہے کہ عاقل بچّہ کا وضو کرنا پانی کا مستعمل بناتا ہے غیر عاقل کا نہیں بناتا۔(ت) اسی لئے ہم نے مکلّف کی قید لگائی

فائدہ ۲: اقول قول بعض پر کہ موت (۲) نجاست حکمیہ ہے اگر میت کا ہاتھ یا پاؤں مثلاً آبِ قلیل میں قبل غسل پڑ جائے اگرچہ بہ نیت غسل تو پانی کو مستعمل کردے گا کہ زوال نجاست کیلئے نیت کی حاجت نہیں (۳) اگرچہ احیاپر سے

[1] فتاوٰی بزازیۃ المعروف الوجیز الکردری علی الحاشیۃ الہندیۃ نوع فی المستعمل والمقید والمطلق نورانی کتب خانہ پشاور ۹/۴

اس فرض کفایہ کے سقوط کو اُن کی جانب سے وقوع فعل قصدی لازم ہے وللہذا اگر میت دریا میں ملے تو جب تک احیا اپنے قصد سے اسے پانی میں جنبش نہ دے اُن پر سے فرض نہ اُترے گا مگر میت کے سب بدن پر پانی گزر گیا تو اُسے طہارت حاصل ہو گئی یونہی بے غسل دیے اس پر نماز جنازہ جائز ہے اور خاص غسل میت کی نیت تو احیاپر بھی ضرور نہیں اپنا قصدی فعل کافی ہے یہی اس مسئلہ میں توفیق و تحقیق ہے در مختار میں ہے:

(ان غسل(المیت)بغیر نیة اجزأه(لطهارته لا لاسقاط الفرض عن ذمة المکلفین(و)لذا قال (لو وجد میت فی الماء فلا بد من غسله ثلثا)لانا امرنا بالغسل فیحرکه فی الماء بنیة الغسل ثلثا فتح وتعلیله یفید انهم لوصلوا علیه بلا اعادة غسله صح وان لم یسقط وجوبه عنهم فتدبر [1]۔	(اگر غسل دیا) میت کو (بغیر نیت کے تو کافی ہے)اُس میت کی طہارت کیلئے نہ کہ فرض کو مکلّف لوگوں سے ساقط کرنے کیلئے (اور)اس لئے فرمایا(اگر کوئی مردہ پانی میں ملاتو بھی اس کو تین مرتبہ غسل کرانا ضروری ہے) کیونکہ ہمیں غسل دینے کا حکم دیا گیا ہے تو اُس مُردہ کو پانی میں تین مرتبہ بنیت غسل حرکت دینی چاہئے، فتح۔ اور جو وجہ انہوں نے بیان کی ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر اس کی نماز جنازہ اُس کے غسل کے اعادہ کے بغیر پڑھ لی گئی تو لوگوں سے جنازہ کا وجوب ساقط ہو جائیگا اگرچہ ان سے غسل کا وجوب ساقط نہ ہوگا، فتدبر۔ (ت)

عنایہ میں ہے:

الماء مزیل بطبعه فکما لاتجب النیة فی غسل الحی فکذا لاتجب فی غسل المیت ولهذا قال فی فتاوی قاضی خان میت غسله اهله من غیر نیة الغسل اجزائهم ذلک [2]۔	پانی اپنی طبیعت کی وجہ سے زائل کرنے والا ہے توجس طرح زندہ شخص کے غسل میں نیت لازم نہیں اسی طرح مردہ کے غسل میں بھی نہیں، اسی لئے قاضی خان میں فرمایا کہ اگر کسی مُردہ کو اس کے گھر والوں نے بلانیت غسل دے دیا تو کافی ہے۔ت

ردالمحتار میں ہے:

وصرح فی التجرید والا سبیجابی والمفتاح بعدم اشتراطها ایضا [3]۔	تجرید، اسبیجابی اور مفتاح میں بھی نیت کے شرط نہ کرنے کی تصریح ہے۔ت

---

[1] الدرالمختار باب صلوٰۃ الجنازۃ مجتبائی دہلی ۱/۱۲۰

[2] عنایۃ مع الفتح فصل فی الغسل للمیت نوریہ رضویہ سکھر ۲/۷۴

[3] ردالمحتار فصل فی الغسل للمیت البابی مصر ۱/۶۳۵

اُسی میں ہے:

قال فی التجنیس لابد من النیة فی غسله فی الظاهر وفی الخانیة اذا جری الماء علی المیت اواصابه المطر عن ابی یوسف لاینوب عن الغسل لانا امرنا بالغسل وذلک لیس بغسل وفی النهایة والکفایة وغیرهما لابد منه الا ان یحرکه بنیة الغسل اھ ثم نقل توفیق الفتح باستظهار ان اشتراطها لاسقاط وجوبه عن المکلف لالتحصیل طهارته هو وشرط صحة الصلاة علیه اھ ثم منازعة الغنیة له بان مامر عن ابی یوسف یفید ان الفرض فعل الغسل منا حتی لوغسله((لتعلیم الغیر کفی ولیس فیه مایفید اشتراط النیة لاسقاط الوجوب بحیث یستحق العقاب بترکها وقد تقرر فی الاصول ان ماوجب لغیره من الافعال الحسیة یشترط وجوده لاایجاده کالسعی والطهارة نعم لاینال ثواب العبادة بدونها اھ قال واقره الباقانی وایده بما فی المحیط لووجد المیت فی الماء لابد من غسله لان الخطاب یتوجه الی بنی اٰدم ولم یوجد منهم فعل اھ فتلخص انه لابد فی اسقاط الفرض من الفعل واما النیة فشرط لتحصیل الثواب ولذا اصح تغسیل الذمیة زوجها المسلم مع ان النیة شرطها الاسلام فیسقط الفرض عنا بفعلنا بدون نیة وهو المتبادر من قول الخانیة اجزأهم ذلک[1] اھ	اور تجنیس میں ہے کہ ظاہر قول کے مطابق مردہ کے غسل میں نیت ضروری ہے، اور خانیہ میں ہے اگر میت پر پانی بہ گیا یا بارش پڑ گئی تو ابو یوسف سے منقول ہے کہ یہ غسل شمار نہ ہوگا، کیونکہ ہمیں غسل کا حکم دیا گیا ہے اور یہ غسل نہیں ہے، اور نہایہ و کفایہ وغیرہما میں ہے کہ مردہ کو ایسی صورت میں بہ نیت غسل حرکت دینا لازم ہے، پھر انہوں نے فتح کی تطبیق نقل کی اور یہ بھی ذکر کیا کہ حرکت دینے کی شرط اس لئے ہے کہ غسل کا وجوب مکلّف سے ساقط ہوجائے، یہ نہیں کہ مردہ پاک ہوجائے، اور نہ یہ اُس پر نماز کی صحت کی شرط ہے اھ پھر اُن کا غنیہ سے یہ جھگڑا کرنا کہ جو نقل ابو یوسف کی گزری اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرض یہ ہے کہ ہم زندہ لوگ اُس مُردہ کو غسل دیں، یہاں تک کہ اگر مُردہ کو دُوسروں کو سکھانے کی غرض سے غسل دیا تو کافی ہوگا مگر اس میں یہ موجود نہیں ہے کہ نیت بھی اسقاطِ واجب کیلئے شرط ہے کہ اگر نہ ہو تو وہ عذاب کا مستحق ہو، اور اصول میں یہ مقرر ہے کہ جو افعال حسّیہ غیر کیلئے واجب ہوں تو اُن کا وجود ضروری ہے نہ کہ ایجاد اُن کے موجود ہونے کیلئے ضروری ہے، جیسے کہ سعی اور طہارت، ہاں نیت کے بغیر عبادت کا ثواب نہیں ملے گا اھ فرمایا اس کو باقانی نے مقرر رکھتے ہوئے اس کی تائید محیط سے کی ہے، محیط میں ہے کہ اگر میت پانی میں پائی گئی تو بھی اس کا غسل ضروری ہے کیونکہ خطاب بنو آدم کو ہے اور اُن سے کوئی فعل پایا نہیں گیا اھ تو خلاصہ یہ نکلا کہ اسقاط فرض میں

[1] ردالمحتار فصل فی الغسل للمیت البابی مصر ۱/۲۶۳

اقول: ھذا کلہ علی المتبادر من ارادۃ النیۃ الشرعیۃ اما لوحملت علی قصد الفعل ارتفع النزاع فان المامور بہ المکلف لایکون الافعلہ الاختیاری فما وقع عنہ من دون قصد منہ لایخرجہ عن عھدۃ ایجاب الفعل وغسل المیت لہ وجھان وجہ الی الشرطیۃ وھو عدم صحۃ الصلاۃ علیہ بدون الطھارۃ وھذا مایکفی فیہ وجودہ بلا ایجادہ کطھارۃ الحی ووجہ الی الفرضیۃ علینا ولا یتأتی الا بفعل توقعہ قصدا ولولم تقصد العبادۃ المامور بھا وھذا معنی قول ابی یوسف لانا امرنا بالغسل وقول المحیط ان الخطاب یتوجہ الی بنی اٰدم وبھذا تتفق الکلمات(۱) ویظھر مافی کلام الغنیۃ وللہ الحمد۔	کسی نہ کسی فعل کا ہونا ضروری ہے اور نیت حصول ثواب کیلئے شرط ہے،اس لئے ذمی عورت اپنے مسلمان شوہر کو غسل دے سکتی ہے حالانکہ نیت کیلئے اسلام شرط ہے تو فرض ہمارے فعل سے ساقط ہوجائے گا خواہ نیت نہ ہو اور خانیہ کے قول أجزأھم سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے اھ۔ت **میں کہتا ہوں** یہ سب نیت شرعیہ کے ارادہ سے متبادر ہے اور اگر نیت سے مراد ارادہ فعل لیا جائے تو اختلاف ختم ہوجائے گا، کیونکہ مکلّف کو جو حکم دیا گیا ہے وہ اس کا فعل اختیاری ہوگا اور جو اُس سے بلا قصد واختیار سرزد ہو وہ ایجاب فعل کی ذمہ داری سے اس کو عہدہ برآ نہیں کرسکتا،اور غسل میت کی دو وجہیں ہیں ایک تو شرطیہ کی طرف اور وہ یہ ہے کہ اس پر نماز بلا طہارت جائز نہیں،اور اس صورت میں غسل کا وجود کافی ہے خواہ اس کی طرف سے ایجاد نہ ہو، جیسے زندہ انسان کی پاکی،اور ایک وجہ ہم پر فرضیت کی ہے،اور یہ اُسی فعل سے ادا ہوسکتی ہے جو قصداً کیا جائے اگرچہ مامور بہا عبادت کا قصد نہ کیا جائے،اور یہی مفہوم ہے حضرت امام ابو یوسف کے قول "اس لئے کہ ہم کو غسل کا حکم دیا گیا ہے" کا،اور محیط کے اس قول "کہ خطاب بنو آدم کی طرف متوجہ ہے" کا بھی یہی مفہوم ہے،اس طرح مختلف اقوال میں تطبیق ہوجائے گی،اور جو غنیہ میں ہے وہ ظاہر ہوجائے گا وللہ الحمد۔ت

اسی لئے ہم نے مکلّف پر جس عضو کا دھونا واجب کہا نہ مکلّف کا عضو کہ میت مکلّف نہیں۔

فائدہ ۳: عورت(۲) ابھی حیض یا نفاس میں ہے خون منقطع نہ ہوا اس حالت میں اگر اس کا ہاتھ یا کوئی عضو پانی میں پڑ جائے مستعمل نہ ہوگا کہ ہنوز اس پر غسل کا حکم نہیں والمسألۃ فی الخانیۃ والخلاصۃ والبحر وغیرھا اس لئے ہم نے بالفعل کی قید ذکر کی۔

فائدہ ۴: جس عضو کا(۳) جہاں تک پانی میں ڈالنا بضرورت ہو اُتنا معاف ہے پانی کو مستعمل نہ کرے گا مثلاً:

(۱) پانی لگن یا چھوٹے حوض میں ہے کہ دہ در دہ نہیں اور کوئی برتن نہیں جس سے نکال کر وضو کرے تو چُلّو لینے کیلئے

اُسی میں ہاتھ ڈالنے سے مستعمل نہ ہوگا۔

(۲)اسی صورت میں اگر ہاتھ مثلاً کہنی یا نصف کلائی تک ڈال کر چلّو لیا یعنی جس قدر کے ادخال کی چلو میں حاجت نہ تھی مستعمل ہوجائے گا کہ زیادت بے ضرورت واقع ہوئی۔

(۳)کولی یا مٹکے میں کٹوراڈوب گیااُس کے نکالنے کو جتنا ہاتھ ڈالنا ہو مستعمل نہ کرے گا،اگرچہ بازوتک ہو کہ ضرورت ہے۔

(۴)برتن میں پاؤں پڑگیا پانی مستعمل ہوگیا کہ اس کی ضرورت نہ تھی۔

(۵)کنوئیں یا حوض میں ٹھنڈ لینے کو غوطہ مارا یا صرف ہاتھ پاؤں ڈالا مستعمل ہوگیا کہ ضرورت نہیں۔

(۶)برتن یا حوض(ا) میں ہاتھ ڈالا تو تھا چُلّو لینے کو پھر اُس میں ہاتھ دھونے کی نیت کرلی مستعمل ہوگیا کہ حوض میں دھونا بضرورت نہ تھا صرف چُلّو لینے کی حاجت تھی۔

(۷)کُنوئیں سے ڈول نکالنے گھُسا اور وہاں غسل یا وضو کی نیت کرلی بالاتفاق مستعمل ہوگیا اگرچہ امام محمد نے ڈول نکالنے کیلئے اجازت دی تھی کہ قصد طہارت کی ضرورت نہ تھی **وقس علیہ**۔فتح القدیر میں ہے:

لوادخل المحدث اوالجنب اوالحائض التی طہرت الید فی الماء للاغتراف لایصیر مستعملا للحاجۃ بخلاف مالو ادخل المحدث رجلہ او رأسہ حیث یفسد الماء لعدم الضرورۃ وفی کتاب الحسن عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان غمس جنب او غیر متوضیئ یدیہ الی المرفقین او احدی رجلیہ فی اجانۃ لم یجز الوضوء منہ لانہ سقط فرضہ عنہ وذلک لان الضرورۃ لم تتحقق فی الادخال الی المرفقین حتی لوتحققت بان وقع الکوز فی الجب فادخل یدہ الی المرفق لاخراجہ لایصیر مستعملا نص علیہ فی الخلاصۃ قال بخلاف مالوادخل یدہ للتبرد لعدم الضرورۃ ثم ادخال مجرد الکف انما لایصیر مستعملا اذا لم یرد الغسل فیہ بل اراد رفع	اگر بے وضو،جنب یا پاک ہوجانے والی حائض عورت نے اپنا ہاتھ چُلّو بھر پانی لینے کیلئے پانی میں ڈالا تو پانی مستعمل نہ ہوگا کیونکہ یہ ضرورۃً کیا گیا ہے،لیکن اگر بے وضو نے اپنا سر یا پیر اس پانی میں ڈال دیا تو مستعمل ہوجائے گا کیونکہ بغیر ضرورت ہوا،اور حسن کی کتاب جو ابو حنیفہ سے ہے میں ہے کہ اگر جنب یا بے وضو نے اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں تک یا ایک پیر کسی مرتبان میں ڈالے تو اُس سے وضو جائز نہیں،کیونکہ اس طرح اس کا فرض اس سے ساقط ہوگیا کیونکہ کہنیوں تک ہاتھوں کو ڈبونے کی کوئی ضرورت نہ تھی ہاں اگر یہ ضرورت ہو،مثلاً لوٹا کنویں میں گر پڑا اس کو نکالنے کیلئے ہاتھ کہنیوں تک اس میں ڈالنا پڑا اس کو نکالنے کیلئے ہاتھ کہنیوں تک اس میں پانی ڈالنا پڑا تو پانی مستعمل نہ ہوگا،یہ خلاصہ میں منصوص ہے،فرمایا اگر ہاتھ محض ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے بلا ضرورت ڈالا تو اس کا یہ حکم نہیں،کیونکہ وہاں ضرورت نہیں،پھر

الماء وفی المبتغی وغیرہ بتبردہ یصیر مستعملا ان کان محدثا والا فلا[1] اھ باختصار۔	محض ہاتھ کا ڈالنا پانی کو مستعمل نہیں کردیتا ہے جبکہ غسل کا ارادہ نہ ہو، مثلًا یہ کہ پانی اٹھانے کا ارادہ ہو، اور مبتغٰی وغیرہ میں ہے ٹھنڈک حاصل ہونے سے مستعمل ہوجائے گا اگر بے وضو ہو ورنہ نہیں اھ۔ ت

ردالمحتار میں زیر قول شارح محدث انغمس فی بئر لدلو ولم ینو[2] (بے وضو جس نے ڈول نکالنے کیلئے کنویں میں غوطہ لگایا اور نیت نہ کی۔ ت) فرمایا:

لم ینو ای الاغتسال فلو نواہ صار مستعملا بالاتفاق الافی قول زفر سراج والمراد لم ینو بعد انغماسه فلا ینافی قوله لدلو افادہ[3] ط۔	نیت نہ کی یعنی غسل کی، اگر غسل کی نیت کی تو پانی بالاتفاق مستعمل ہوجائے گا مگر زفر کے قول میں، سراج۔ اور مراد یہ ہے کہ غوطہ کھانے کے بعد نیت نہ کی تو ان کے قول لدلو کے منافی نہیں، اس کا افادہ 'ط' نے کیا۔ ت

ولہٰذا ہم نے بے ضرورت کی قید لگائی۔

فائدہ ۵: (۱) امام ابو یوسف سے روایت معروفہ یہ ہے کہ عضو کا ٹکڑا ڈوب جانے سے مستعمل نہیں ہوتا جب تک پورا عضو نہ ڈوبے، مثلًا انگلیاں پانی میں ڈالیں تو مستعمل نہ ہوگا کفِ دست کے ڈوبنے سے حکمِ استعمال دیا جائے گا اور صحیح یہ ہے کہ بے ضرورت کتنا ہی ٹکڑا ہو مستعمل کردے گا۔ فتح القدیر میں ہے:

لو ادخل الجنب فی البئر غیر الید والرجل من الجسد افسدہ لان الحاجة فیهما وقولنا من الجسد یفید الاستعمال بادخال بعض عضو وهو یوافق المروی عن ابی یوسف فی الطاهر اذا ادخل رأسه فی الاناء وابتل بعض رأسه انه یصیر مستعملا اما الروایة المعروفة عن ابی یوسف انه لایصیر مستعملا ببعض العضو[4]۔	اگر جنب نے کنویں میں ہاتھ پیر کے علاوہ کوئی عضو ڈالا تو پانی فاسد ہوجائے گا، کیونکہ ضرورت صرف انہی دو میں ہے اور ہمارا قول من الجسد بعض عضو کے داخل کرنے سے مستعمل ہونے کا فائدہ دیتا ہے، اور وہ ابو یوسف سے مروی شدہ قول کے موافق ہے، وہ فرماتے ہیں کہ پاک شخص نے کسی برتن میں اپنا سر ڈالا اور اس کا کچھ حصہ تر ہوگیا تو مستعمل ہوگا، اور ابو یوسف سے جو روایت معروف ہے وہ یہ ہے کہ عضو کے بعض حصہ سے مستعمل نہ ہوگا۔ ت

---

[1] فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالایجوز نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۷۶

[2] درمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۷

[3] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۸

[4] فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالایجوز نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۸

اُسی میں اس سے کچھ پہلے ہے:

ان کان اصبعاً اوا کثر دون الکف لایضر ومع الکف بخلافہ ذکرہ فی الخلاصۃ ولا یخلو من حاجۃ الی تأمل وجھہ[1]۔	اگر انگلی یا اس سے زیادہ ہو اور ہتھیلی سے کم ہو تو مضر نہیں اور ہتھیلی کے ساتھ اس کے برعکس ہے، اس کو خلاصہ میں ذکر کیا، اس میں ضرورت ہے کہ اس کی وجہ پر غور کیا جائے۔ت

وجیز امام کُردری میں ہے:

المعروف عن الامام الثانی عدم الفساد مالم یصر عضوا تاما والفساد ھو الظاھر[2] اھ۔ **اقول:** الحق ان المناط الحاجۃ فحیث کانت تندفع ببعض العضو فادخل کلہ یصیر مستعملا ولعل ھذا ھو محمل تلک الروایۃ ان ادخال الاصابع للاغتراف لایفسد بخلاف الکف ولھذا قال فی الخانیۃ من باب الوضوء ان لم تکن معہ اٰنیۃ صغیرۃ فانہ یغترف من التور با صابع یدہ الیسری مضمومۃ لابالکف[3]۔	امام ثانی سے مشہور یہ ہے کہ جب تک پورا عضو داخل نہ ہو فساد نہیں، حالانکہ فساد ظاہر ہے۔ت **میں کہتا ہوں** حق یہ ہے کہ حکم کی علت حاجت ہے تو جہاں ضرورت عضو کے بعض حصّے سے پوری ہو جاتی ہو وہاں اگر کل عضو ڈال دیا تو پانی مستعمل ہو جائے گا اور شاید یہ اُس روایت کا محمِل ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ چُلّو بھر کر پانی لینے کیلئے انگلیوں کا ڈالنا پانی کو فاسد نہیں کرتا بخلاف ہتھیلی کے، اس لئے خانیہ کے باب وضو میں ہے اگر اس کے پاس چھوٹا برتن نہ ہو تو طشت سے اپنے بائیں ہاتھ کی انگلیاں ملا کر پانی نکال لے ہتھیلی نہ ڈالے۔ت

ولہٰذا ہم نے حکم عام رکھا باقی فوائد ہمارے رسالہ **الطرس المعدل** سے ظاہر ہیں اُسے قابل (۱) وضو کرنے کے دو ۲ طریقے ہیں، ایک یہ کہ اپنی مقدار سے زائد آب طاہر مطہر میں ملا دیا جائے سب قابلِ وضو ہو جائے گا۔ درمختار میں ہے:

غلبۃ المخالط لو مماثلا کمستعمل فبا لاجزاء فان المطلق اکثر من النصف جاز التطھیر	ملنے والے پانی کا غلبہ اگر اسی کی مثل ہو جیسے مستعمل پانی تو اعتبار اجزاء (مقدار) کا ہوگا، اگر مطلق نصف سے زیادہ ہے

[1] فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالا یجوز نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۶

[2] بزازیۃ مع الہندیۃ نوع فی المستعمل والمقید والمطلق نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۹

[3] خانیہ مع الہندیۃ صفۃ الوضوء نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۳

بالکل والالا [1]۔	توسب سے پاکی حاصل کرنا جائز ہے ورنہ نہیں۔ت

دوسرے یہ کہ اُس میں طاہر مطہر پانی ڈالتے رہیں یہاں تک کہ اُس کا برتن بھر کر اُبلے اور بہنا شروع ہو سب طاہر مطہر ہوجائے گا کہ اس طرح پاک پانی کے ساتھ بہانے سے ناپاک پانی پاک ہوجاتا ہے تو غیر مطہر ہوجانا بدرجہ اولٰی درمختار میں ہے:

المختار طھارۃ المتنجس بمجرد جریانہ [2]۔	مختار قول یہ ہے کہ نجس پانی محض جاری ہونے سے پاک ہوجائے گا۔ت

ردالمحتار میں ہے:

بمجرد جریانہ بان یدخل من جانب ویخرج من اٰخر حال دخولہ وان قل الخارج بحود لایلزم ان یکون ممتلأ اول وقت الدخول لانہ اذا کان ناقصا فدخل الماء حتی امتلأ وخرج بعضہ طھر ایضا کما حققہ فی الحلیۃ [3]۔	محض اس کے جاری ہونے سے، کہ ایک طرف سے داخل کیا جائے اور دوسری طرف سے نکالا جائے اس کے داخل ہونے کی حالت میں، اگرچہ خارج کم ہو، بحر، یہ ضروری نہیں کہ داخل ہوتے وقت بھرا ہوا ہو، کیونکہ جب ناقص ہوگا اور پانی داخل ہوکر برتن بھر جائے پھر پانی نکل جائے تو بھی یہ پانی پاک ہوجائے گا، جیسا کہ حلیہ میں تحقیق کی۔ت

بدائع میں ہے:

وعلی ھذا حوض الحمام اوالاوانی اذا تنجس [4]۔	اوراسی پر حمّام کے حوض کو قیاس کیا جائے یا برتنوں کو جب وہ ناپاک ہوجائیں۔ت

شامی میں ہے:

مقتضاہ انہ علی قول الصحیح تطھر الاوانی ایضا بمجرد الجریان وقد علل فی البدائع ھذا القول بانہ صار ماء جاریا فاتضح الحکم وللہ الحمد [5] اھ وتمامہ فیہ۔	اس کا مقتضٰی یہ ہے کہ قول صحیح پر برتن بھی محض پانی کے بہنے سے پاک ہوجائیں گے، اور اس کی وجہ بدائع میں یہ بیان کی ہے کہ یہ جاری پانی ہوگیا، تو جاری پانی کا حکم اس پر لاگو ہوگا، تو حکم ظاہر ہوگیا وللہ الحمد اھ اور اس کی مکمل بحث اُسی میں ہے۔ت

---

[1] درمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۴

[2] درمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۶)

[3] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۳

[4] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۴

[5] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۴

بعض لوگوں کا کہنا کہ اس سے پانی مکروہ ہوجاتا ہے اگر پینے کے حق میں مراد تو مذہب صحیح پر مبنی ہے کہ ماء مستعمل (۱) طاہر ہے مطہر نہیں اُس سے وضو نہ ہوگا اور پینا مکروہ۔ حلیہ پھر شامی میں ہے: بلعه ایاه مکروه[1] (اس کا اس کو نگلنا مکروہ ہے۔ ت) درمختار میں ہے:

هو طاهر ولو من جنب وهو الظاهر لكن يكره شربه والعجن به تنزيها للاستقذار وعلى رواية نجاسته تحريما[2]۔	وہ پاک ہے خواہ جنب سے ہی ہو اور یہی ظاہر ہے لیکن اس کا پینا اور اس سے آٹا گوندھنا مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ اس سے گھن آتی ہے، اور نجس ہونے کی روایت پر مکروہ تحریمی ہے۔ (ت)

اور اگر وضو کے حق میں مقصود یعنی اس سے وضو ہوجائے گا مگر مکروہ ہے تو مذہب غیر صحیح پر مبنی ہے صحیح یہی ہے کہ اس سے پانی مستعمل ہوجائے گا اور اُس سے وضو صحیح نہ ہوگا نہ یہ کہ صرف کراہت ہو کما سنحققه بتوفیقس اللہ تعالٰی قد اُن اوانه بتوفیقه عزشانه۔

تحقيق المقام: بفضل الملك العلام اقول: وبالله التوفيق اتت(۲) الفروع متوافرة والنقول عن ائمتنا الثلثة رضى الله تعالى عنهم وعمن بعدهم متظافرة ونصوص معتمدات الشروح والفتاوى متواترة شاهداتٍ على ان المحدث اذا ادخل عضوه قبل غسله فى ماء قليل فانه يجعل الماء مستعملا الا ماكان عن ضرورة فعفى قال فى الفتح بعد اقامة البينة على ان رفع الحدث ايضا مغير للماء وان لم تكن معه نية قربة مانصّه وبهذا يبعد قول محمد انه التقرب فقط الا ان يمنع كون هذا مذهبه كما قال شمس الائمة قال لانه ليس بمروى	میں بفضلہٖ تعالٰی کہتا ہوں کہ متوافر فروع اور ہمارے تینوں ائمہ اور بعد کے علماء کی نقول اور متون وشروح معتمدہ کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ بے وضو شخص جب اپنا کوئی عضو دھوئے بغیر تھوڑے پانی میں ڈالے گا تو وہ پانی مستعمل ہوجائے گا، ہاں ضرورتاً ایسا کرنا معاف ہے، فتح میں اس امر پر دلیل قائم کی ہے کہ رفع حَدَث بھی پانی میں تغیر پیدا کرتا ہے خواہ اس میں تقرب کی نیت نہ ہو، اس کے بعد انہوں نے کہا کہ اس سے امام محمد کا قول کہ صرف تقرب سے متغیر ہوتا ہے، بعید ہوجاتا ہے ان کا مذہب نہ مانا جائے، جیسا کہ شمس الائمہ نے فرمایا ہے کیونکہ یہ اُن سے مروی نہیں ہے، اور اُن سے صحیح یہ ہے کہ حدث کا پانی سے زائل کرنا پانی کو فاسد کردیتا ہے،

[1] درمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/ ۳۷
[2] درمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/ ۳۷

عنه والصحيح عنده ان ازالة الحدث بالماء مفسد له ومثله عن الجرجانی وما استدلوا به عليه من مسألة المنغمس لطلب الدلو حيث قال محمد الرجل طاهر والماء طاهر جوابه ان الازالة عنده مفسدة الا عند الضرورة والحاجة كقولنا جميعا لو ادخل المحدث اوالجنب اوالحائض التی طهرت اليد فی الماء للاغتراف لايصير مستعملا للحاجة بخلاف مالو ادخل رجله اورأسه حيث يفسد الماء لعدم الضرورة وفی(۱) كتاب الحسن عن ابی حنيفة ان غمس جنب او غير متوضیئ يديه الی المرفقين اواحدی رجليه فی اجانة لم يجز الوضؤ منه لانه سقط فرضه عنه وذلک لان الضرورة لم تتحقق فی الادخال الی المرفقين حتی لوتحققت بان(۲)وقع الكوز فی الجب فادخل يده الی المرفق لاخراجه لايصير مستعملا نص عليه فی الخلاصة قال(۳)بخلاف مالو ادخل يده للتبرد يصير مستعملا لعدم الضرورة[1] اھ- **وفی التبيين** نحوه وزاد معللا لمحمد فی مسألة البئران وقوع الدلو فی البئر يكثر والجنابة تكثر ايضا فلو اغتسلوا لاخراج الدلو كلما وقع يحرجون[2] اھ-**وفی الخانية** (۴)اتفق اصحابنا رحمهم الله تعالٰی

اور اسی کی مثل جرجانی سے منقول ہے،انہوں نے اُس شخص سے استدلال کیا ہے جو ڈول نکالنے کیلئے پانی میں غوطہ لگائے۔امام محمد نے اس شخص کی بابت فرمایا مرد بھی پاک ہے اور پانی بھی پاک،جواب یہ ہے کہ ازالہ حدث اُن کے نزدیک پانی کو فاسد کر دیتا ہے مگر ضرورتاً نہیں کرتا ہے جیسا کہ ہم سب کہتے ہیں کہ اگر بے وضوء ناپاک یا حائض جو پاک ہوگئی ہو اگر پانی میں ہاتھ ڈال کر چلّو بھریں تو ضرورت کی وجہ سے یہ پانی مستعمل نہ ہوگا،ہاں اگر سر یا پیر ڈالا تو پانی فاسد ہوجائے گا کہ یہاں ضرورت نہیں ہے،اور حسن کی کتاب میں ابو حنیفہ سے ہے کہ اگر جنب یا بے وضو شخص نے اپنے دونوں ہاتھ کُہنیوں تک یا ایک پیر مرتبان میں ڈالا تو اس سے وضو جائز نہیں،کیونکہ اس کا فرض ساقط ہوا ہے،کیونکہ دونوں کہنیوں تک ڈبونے کی کوئی ضرورت نہ تھی،ہاں اگر ضرورت پائی گئی مثلاً لوٹا تالاب میں تھا تو اس کو نکالنے کیلئے کہنیوں تک ہاتھ ڈالے تو پانی مستعمل نہ ہوگا،خلاصہ نے اس کی تصریح کی ہے فرمایا بخلاف اس کے کہ اگر ہاتھ ٹھنڈک حاصل کرنے کو ڈبوئے تو پانی ضرورت نہ پائے جانے کی وجہ سے مستعمل ہوجائیگا اھ
اس کا اور تبیین میں بھی ایسا ہی ہے اور امام محمد کے کنویں کے مسئلہ میں باضافہ دلیل اس طرح بیان کیا ہے کہ کنویں میں ڈول کا گرنا بکثرت ہوتا ہے اور جنابت بھی بکثرت ہوتی ہے تو اگر ہر مرتبہ ڈول نکالنے کیلئے غسل ضروری ہو

---

[1] فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالا یجوز نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۶

[2] تبیین الحقائق کتاب الطہارت مطبع الامیریہ بولاق مصر ۱/۲۵

فی الروایات الظاھرۃ علی ان الماء المستعمل فی البدن لایبقی طھورا واختلفوا ھل یصیر مستعملا لسقوط الفرض اذا قصد التبردا واخراج الدلو من البئر قال ابو حنیفۃ وابو یوسف رحمھما اللہ تعالٰی یصیر مستعملا وقال محمد رحمہ اللہ تعالٰی فی المشھور عنہ لا[1] اھ۔

ای للضرورۃ کما مراما الامام فلم یعتبر الضرورۃ ھنا لندرۃ الاحتیاج الی الانغماس بخلاف الاحتیاج الی الاغتراف بالید[2] اھ ش والتعلیل بالضرورۃ مقصور علی نحو طلب الدلو اما التبرد فلما اشتھر عن محمد من القصر علی القربۃ ومشی علیہ فی الخانیۃ فلذا ذکرہ وتبعہ البحر والنھر والدر۔

اقول:(۱)وھذاعجب بعد مشیھم علی ان الصحیح ان محمدالایقصر التغیر علی التقرب قال ش قدمنا ان ذلک خلاف الصحیح عندہ فلذا اقتصر فی الھدایۃ علی قولہ لطلب الدلو[3] اھ ۔**اقول الھدایۃ:** (۲)ایضا من الماشین کالخانیۃ وکثیرین علی ان محمد الایجعل السبب الا التقرب وقد ذکرناہ فی الطرس

تو لوگ تنگی میں پڑ جائیں گے اھ اور خانیہ میں ہے کہ ہمارے اصحاب روایات ظاہرہ میں اس امر پر متفق ہیں کہ جو پانی بدن پر مستعمل ہو وہ طہور نہ رہے گا اور اس میں اختلاف ہے کہ اگر ہاتھ ٹھنڈا کرنے کیلئے یا ڈول نکالنے کیلئے ہاتھ ڈالا تو آیا سقوط فرض کی وجہ سے مستعمل ہوگا یا نہیں؟ ابو حنیفہ اور ابو یوسف کا قول ہے کہ مستعمل ہو جائے گا اور محمد سے مشہور روایت یہ ہے کہ نہ ہوگا اھ یعنی ضرورت کی وجہ سے جیسا کہ گزرا، مگر امام نے یہاں ضرورت کا اعتبار نہ کیا، کیونکہ غوطہ لگانے کی حاجت شاذ ہی ہوتی ہے ہاں ہاتھ سے چلّو بھرنا عموما ہوتا ہے اھ ش اور ضرورت کی علت ڈول طلب کرنے پر منحصر ہے ٹھنڈک کا ذکر اس وجہ سے کیا کہ محمد سے یہ روایت مشہور ہوئی کہ وہ صرف ادائے قربۃ کو وجہ استعمال قرار دیتے ہیں اور خانیہ میں بھی یہی ہے تو اس لئے اس کو ذکر کیا اور بحر، نہر اور دُر نے اس کی پیروی کی۔ ت

میں کہتا ہوں یہ امر باعث تعجب ہے کیونکہ وہ اس امر کو مانتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ محمد پانی کے تغیر کو قربۃ تک ہی محدود نہیں رکھتے۔ 'ش' نے فرمایا ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ یہ اُن کے نزدیک صحیح کے خلاف ہے اس لئے ہدایہ میں صرف ڈول کی تلاش کے مسئلہ پر اکتفاء کیا ہے اھ ت

میں کہتا ہوں ہدایہ بھی پیروی کرنے والا ہے، جیسے صاحبِ خانیہ ہیں اور بہت سے دوسرے فقہاء کہ امام محمد سبب، صرف تقرب کو قرار دیتے ہیں

[1] فتاوٰی خانیہ علی العالمگیری الماء المستعمل نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۴

[2] ردالمحتار باب المیاہ ۱/۱۴۹

[3] ردالمحتار باب المیاہ ۱/۱۴۹ ۱/۱۴۸

المعدل فلیس اقتصارہ علی ذکر الطلب لما ذکر وفیھا من فصل مایقع فی البئر المحدث اذا غسل ای فی الخانیہ اطراف اصابعہ ولم یغسل عضو اتاما اشار(۵)الحاکم رحمہ اللہ تعالٰی فی المختصر الی انہ یصیر مستعملا [1](۶)وفی وجیز الامام الکردری ادخل الجنب اوالحائض فیہ(ای فی الماء)یدہ للاغتراف اورفع ادخالہ للتبرد [2](۷)وفی الکافی انما لم یحکم محمد باستعمال الماء فی مسألۃ البئر للضرورۃ فانھم لوجاءوا بمن یطلب دلوھم لایمکنھم ان یکلفوہ بالاغتسال اولا اھ[3](۸)وفی الخلاصۃمعزیا(۹)للاصل ونحوہ فی الخانیۃ(۱۰)وعنھا فی الغنیۃ واللفظ لفقیہ النفس مختصرا ادخل یدہ للاغتراف لایفسد الماء وکذا اذا ادخل یدہ فی الجب الی المرفق لاخراج الکوز ویدہ ورجلیہ فی البئر لطلب الدلو لمکان الضرورۃ ولو للتبرد یصیر مستعملا لانعدام الضرورۃ [4]اھ(۱۱)وفی(۱۲)الحلیۃ قال القدوری کان شیخنا ابو عبداللہ یقول الصحیح عندی من مذہب اصحابنا ان ازالۃ الحدث توجب استعمال الماء ولا معنی لھذا الخلاف اذلا

اور ہم اس کو "الطرس المعدل" میں بیان کرچکے ہیں تو ان کا طلب پر اکتفاء اس سبب سے نہیں جو ذکر کیا اور خانیہ کی فصل مایقع فی البئر میں ہے، بے وضو نے اگر اپنی انگلیوں کے کناروں کو دھویا اور پورا عضو نہ دھویا، حاکم نے مختصر میں کہا کہ اس طرح پانی مستعمل ہوجائے گا،

اور وجیز امام کُردری میں ہے، جُنب یا حائض نے اس میں (پانی میں) چلّو بھرنے کیلئے اپنا ہاتھ ڈالا یا اس میں سے لوٹا نکالنے کیلئے، تو پانی ضرورت کی وجہ سے خراب نہیں ہوگا، ہاں اگر ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے ڈالا تو فاسد ہوجائے گا،

اور کافی میں ہے کہ امام محمد نے کنویں کے مسئلہ میں پانی کے مستعمل ہونے کا حکم اس لئے نہیں لگایا کہ وہاں ضرورت ہے، کیونکہ اگر ڈول نکالنے والا مل جائے تو لوگوں کیلئے ممکن نہیں کہ پہلے اس کو غسل کا پابند کریں اھ،

اور خلاصہ میں یہ چیز اصل کی طرف منسوب ہے اور اسی قسم ک عبارت خانیہ میں ہے اور خانیہ سے غنیہ میں منقول ہے اور الفاظ فقیہ النفس کے ہیں مختصراً کسی شخص نے پانی میں اپنا ہاتھ چلّو بھرنے کیلئے ڈالا تو وہ پانی کو فاسد نہ کرے گا اور اسی طرح لوٹا نکالنے کیلئے اپنا ہاتھ گڑھے میں کہنیوں تک ڈالا، اور اسی طرح ہاتھ پیر اگر کنویں میں ڈول کی تلاش میں ڈالے تو ضرورت کی وجہ سے پانی

---

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فی مایقع فی البئر ۱/۶

[2] بزازیۃ مع العالمگیری المستعمل والمفید والمطلق نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۱۹

[3] الکافی

[4] غنیۃ المستملی باب الانجاس سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۵۲

(۱)نص فيه وانما لم يأخذ الماء حكم الاستعمال فی مسألة طلب الدلو لمكان الضرورة اذ الحاجة الى الانغماس فی البئر لطلب الدلو مما يكثر ولواحتيج الى نزح كل الماء كل مرة لحرجوا حرجا عظيما فصار كالمحدث اذا غرف الماء بكفه لايصير مستعملا بلا خلاف وان وجد اسقاط الفرض لمكان الضرورة [1] اھ(۱)وفی البرهان شرح مواهب الرحمٰن(۱۵)ثم غنيةذوی الاحكام للشرنبلالی معناه وفی شرح الوهبانية للعلامة ابن الشحنة اعتبار الضرورة فی مثل ذلک(۱۶)مذكور فی الصغرى وغيرها اھ(۱۷)وفی النهاية(۱۸)ثم الهنديةلوانغمس(۲)للاغتسال للصلاةيفسدالماء بالاتفاق [2] اھ ونحوه(۱۹)فی العنايةوغيرها وفی فوائد الامام ظهيرالدين ابی بكر محمد بن احمد بن عمر على شرح الجامع الصغير للامام الصدر الشهيد حسام الدين عمر بن عبدالعزيز رحمهما الله تعالٰی لو ادخل رجله فی البئر ولم ينوبه الاستعمال ذكر شيخ الاسلام المعروف بخواهرزاده رحمه الله تعالٰی ان الماء يصير مستعملا عند محمد رضی الله تعالٰی عنه وذكر شمس الائمة الحلوانی رحمه

فاسد نہ ہوگا اور ٹھنڈک کے حصول کی خاطر ڈالے تو پانی مستعمل ہوجائے گا کہ ضرورت نہیں ہے۔

اور حلیہ میں ہے کہ قدوری نے کہا ہمارے شیخ ابو عبداللہ فرماتے تھے میرے نزدیک ہمارے اصحاب کا صحیح مذہب یہ ہے کہ ازالہ حَدَث پانی کے استعمال کا موجب ہے اور اس اختلاف کا کوئی مفہوم نہیں کیونکہ اس میں نص موجود نہیں، اور ڈول کی تلاش کے مسئلہ میں پانی کا مستعمل نہ ہونا ضرورت ہونے کی وجہ سے ہے کیونکہ کنویں میں ڈول کی تلاش میں غوطہ خوری عام ہے، اور اگر ہر مرتبہ کنویں کا پورا پانی نکالنا پڑ جائے تو لوگ سخت تنگی میں مبتلا ہوجائیں گے، تو یہ بے وضو کی طرح ہے کہ وہ چلّو سے پانی لے تو بالاتفاق پانی مستعمل نہ ہوگا اگرچہ اس میں اسقاط فرض بھی پایا جارہا ہے، کیونکہ ضرورت ہے، اور برہان شرح مواہب الرحمٰن، نیز غنیہ ذوی الاحکام شرنبلالی میں اس کا ہم معنی ہے، اور علّامہ ابن الشحنہ کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ اس قسم کے مسائل میں ضرورت کا اعتبار صغرٰی وغیرہ میں مذکور ہے اھ اور نہایہ وہندیہ میں ہے کہ نماز کیلئے غسل کرنے کو غوطہ لگایا تو پانی بالاتفاق مستعمل ہوجائے گا اھ اور عنایہ وغیرہ میں اسی کی مثل ہے اور امام ظہیر الدین ابو بکر محمد بن احمد بن عمر کے جو فوائد شرح جامع صغیر امام صدر شہید حسام الدین عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ

[1] بحر الرائق کتاب الطہارت مسئلۃ البئر جحط ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۹۷/۱

[2] ہندیۃ الماء الذی لایجوز بہ التوضؤ نورانی کتب خانہ پشاور ۲۳/۱

اللہ تعالٰی انہ لایصیر مستعملا لان الرجل فی البئر بمنزلۃ الید فی الاٰنیۃ فعلی ھذا التعلیل اذا ادخل الرجل فی الاناء یصیر مستعملا لعدم الضرورۃ اھ[1] یکن موضع ضرورۃ وما قالہ الحُلوانی علی موضع الضرورۃ[2] اھ

قلت: وحاصل قول الامام الحُلوانی ان الید ربما لاتبلغ قعر البئر فمست الحاجۃ الی الرجل ھذا ھو الذی یعطیہ نص قولہ لااحتمال فیہ لغیرہ واسشناء موضع الضرورۃ معلوم من اقوالھم بالضرورۃ(۱)فقول العلامۃ ابن الشحنۃ فی زھر الروض بعد نقلہ یمکن دفع التعارض بحمل ماقالہ خواھر زادہ علی ما اذا لم تردد فی موضع الجزم وشک فی محل الیقین **وفی** متن الملتقی لوانغمس جنب فی البئر بلانیۃ فقیل الماء والرجل نجسان عندالامام والاصح ان الرجل طاھر والماء مستعمل عندہ[3] اھ

وفی شرحہ مجمع الانہر لوقال انغمس محدث لکان اولی وانما قال بلانیۃ

میں ہے کہ اگر کسی شخص نے کنویں میں بلانیت استعمال اپنا پیر ڈالا تو ------------- شیخ الاسلام المعروف خواہر زادہ نے فرمایا کہ پانی امام محمد کے نزدیک مستعمل ہو جائے گا، اور شمس الائمہ الحُلوانی نے ذکر کیا کہ پانی مستعمل نہ ہوگا کیونکہ کنویں میں پیر کا ڈالنا ایسا ہے جیسا ہاتھ برتن میں، اسی استدلال کی بنیاد پر اگر کوئی شخص برتن میں پیر داخل کرے تو پانی ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے مستعمل ہو جائے گا اھ۔

میں کہتا ہوں اور امام حُلوانی کے قول کا ماحصل یہ ہے کہ ہاتھ کبھی کنویں کی تہ تک نہیں پہنچ پاتا ہے تو پَیر کی ضرورت ہوتی ہے، یہ مفہوم ان کی اس تصریح سے حاصل ہوتا ہے کہ اس میں اس کے غیر کا احتمال نہیں ہے اور مقام ضرورت کا استثناء اُن کے اقوال سے بداہۃً معلوم ہوتا ہے تو علامہ ابن الشحنہ کا قول زہر الروض میں نقل کے بعد اس کا تعارض اس طرح رفع ہو سکتا ہے کہ خواہر زادہ نے جو فرمایا ہے اس کو ضرورت کے نہ ہونے پر محمول کیا جائے اور حُلوانی کے قول کو ضرورت پر محمول کیا جائے اھ۔ تردد ہے مقام یقین میں اور شک ہے مقام یقین میں۔ اور متن ملتقی میں ہے کہ اگر کسی جُنب نے بلانیت کنویں میں غوطہ لگایا تو کہا گیا کہ آدمی اور پانی دونوں نجس ہیں امام کے نزدیک۔ اور اصح یہ ہے کہ ان کے نزدیک آدمی پاک ہے اور پانی مستعمل ہے اھ ت

اور اس کی شرح مجمع الانہر میں ہے کہ اگر انغمس محدث

[1] کفایۃ مع الفتح الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالا یجوز نوریہ رضویہ سکھر ۱/۸۰
[2] زہر الروض
[3] ملتقی الابحر فصل فی المیاہ العامرہ مصر ۱/۳۱

لانہ لوانغمس للاغتسال فسد الماء عند الکل [1] اھ وفی النھر الفائق فی تعلیل قول محمد فی مسألۃ جحط اماطھارۃ الرجل فلان محمدالایشترط الصب واما الماء فللضرورۃ [2] اھ نقلہ السید الازھری علی الکنز وفی الدر اسقاط فرض ھو الاصل بان یدخل یدہ او رجلہ فی الجب لغیر اغتراف ونحوہ فانہ یصیر مستعملا لسقوط الفرض اتفاقا [3] اھ ولو استرسلنا فی سرد الفروع لاعیانا ولکن نرد البحر ونکثر الاغتراف منہ لان الکلام سیدور معہ فنقول فی البحر من الماء المستعمل ذکر ابو بکر الرازی انہ یصیر مستعملا عند محمد باقامۃ القربۃ لاغیراستدلالا بمسألۃ الجنب اذا انغمس فی البئر لطلب الدلو قال شمس الائمۃ السرخسی جوابہ انما لم یصر مستعملا للضرورۃ واقرہ علیہ العلامۃ ابن الھمام والامام الزیلعی [4] اھ	کہا ہوتا تو بہتر تھا۔ اور اس لئے "بلانیت" کہا کیونکہ اگر غسل کیلئے غوطہ لگایا تو سب ہی کے نزدیک پانی مستعمل ہو جائیگا اھ اور نہرالفائق میں مسئلہ بئر جحط میں امام محمد کے قول کی وجہ بتاتے ہوئے فرمایا آدمی کا پاک ہونا اس وجہ سے ہے کہ محمد بہانے کو شرط قرار نہیں دیتے اور پانی کا پاک ہونا ضرورت کی وجہ سے ہے اھ اس کو سید ازہری نے کنز میں نقل کیا ہے،اور دُر میں ہے کہ اسقاط فرض ہی اصل ہے، مثلاً یہ کہ گڑھے میں ہاتھ یا پیر چلّو بھرنے وغیرہ کی نیت کے علاوہ کسی اور ارادہ سے ڈالے تو وہ مستعمل ہوجائے گا، کیونکہ اس طرح فرض بالاتفاق ساقط ہوجاتا ہے اھ اور اگر ہم فروع گنانا شروع کردیں تو مشکل ہوگا، لیکن ہم سمندر پر آکر اُس سے بکثرت چلّو بھرتے ہیں، کیونکہ گفتگو انہی کے ساتھ رہے گی، تو ہم کہتے ہیں، بحر میں ہے کہ ابو بکر رازی کہتے ہیں کہ صرف قربۃ کی ادائیگی سے پانی مستعمل ہوگا، عند محمد۔ وہ اس کو جنب کے مسئلہ پر قیاس کرتے ہیں جو کُنویں میں ڈول نکالنے کی خاطر غوطہ لگائے۔ اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا اس کا جواب یہ ہے کہ مستعمل ضرورت کی وجہ سے نہ ہوا،اور اس کو علّامہ ابن ہمام اور زیلعی نے برقرار رکھا اھ
وفیہ واعلم ان ھذا وامثالہ کقولھم فیمن ادخل یدیہ الی المرفقین واحدی رجلیہ فی اجانۃ یصیر الماء مستعملا یفید ان الماء یصیر مستعملا بواحد من ثلثۃ ازالۃ حدث اقامۃ قربۃ اسقاط فرض فکان الاولی ذکر ھذا السبب	اس میں ہے جاننا چاہئے کہ یہ اور اس کے امثال جیسے ان کا قول،اس شخص کی بابت جو اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں تک

[1] مجمع الانہر فصل فی المیاہ العامرہ مصر ۱/۳۱
[2] فتح المعین بئر جحط سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰
[3] درمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۷
[4] بحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۹۰

الثالث [1] اھ(ا)**وفیه** ذکرشمس الائمة السرخسی فی المبسوط (ای شرحه) ان فی الاصل (ای فی مبسوط الامام محمد رحمه الله تعالٰی) اذااغتسل الطاھر فی البئر افسده [2] اھ ای اذا نوی القربة کما لایخفی **وفیه** مسألة البئر جحط وصورتها جنب انغمس فی البئر للدلو او للتبرد ولا نجاسة علی بدنه فعند محمد الرجل طاھر والماء طھور وجه قول محمد علی ماھو الصحیح عنه ان الماء لایصیر مستعملا وان ازیل به حدث للضرورة [3] اھ

وفیه قال الخبازی فی حاشیة الھدایة قال القدوری رحمه الله تعالٰی کان شیخنا ابو عبدالله الجرجانی یقول الصحیح عندی من مذھب اصحابنا (الٰی اٰخر ماقدمنا عن الحلیة غیر انه قال لواحتاجوا الی الغسل عند نزح ماء البئر کل مرة لحرجوا الخ وزاد فی اٰخره) بخلاف مااذا ادخل غیرالید فیه صار الماء مستعملا [4] اھ **وفیه** عن ابی حنیفة ان الرجل طاھر لان الماء لایعطی له حکم الاستعمال قبل الانفصال من العضو قال الزیلعی والھندی وغیرھما تبعا للھدایة وھذه الروایة اوفق الروایات وفی فتح القدیر

یا ایک پیر کسی مرتبان میں ڈالے تو پانی مستعمل ہوجائیگا، سے معلوم ہوتا کہ پانی کا مستعمل ہونا تین اشیاء میں سے کسی ایک کے ساتھ ہوگا، حَدَث کا زائل کرنا، قربۃ کا ادا کرنا، فرض کا ساقط کرنا، تو بہتر یہ تھا کہ اِس تیسرے سبب کو ذکر کرتے۔ اور اسی میں ہے کہ شمس الائمہ سرخسی نے مبسوط میں (یعنی اس کی شرح میں) ذکر کیا کہ اصل میں (یعنی امام محمد کی مبسوط) میں ہے کہ اگر پاک شخص نے کنویں میں غسل کیا تو پانی مستعمل ہوجائیگا اھ یعنی اگر قربۃ کی نیت کی کما لایخفی۔ اور اسی میں ہے کہ کنویں کا مسئلہ جحط ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ ایک جُنب نے کنویں میں غوطہ لگایا ڈول نکالنے کیلئے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے، اور اس کے بدن پر نجاست نہ ہو تو محمد کے نزدیک آدمی پاک ہے اور پانی پاک کرنے والا ہے، اور محمد کے قول کی وجہ صحیح قول کے مطابق یہ ہے کہ پانی مستعمل نہیں ہوتا ہے خواہ اُس سے حدث ہی کیوں زائل نہ کیا جائے ضرورت کی وجہ سے۔

اُسی میں ہے خبازی نے کہا حاشیہ ہدایہ میں کہ قدوری نے کہا کہ ہمارے شیخ ابو عبداللہ الجرجانی فرماتے ہیں میرے نزدیک ہمارے اصحاب کا صحیح مذہب (آخر تک جو ہم نے حلیہ سے نقل کیا، البتہ انہوں نے فرمایا کہ اگر وہ غسل کے محتاج ہوں ہر مرتبہ کنویں سے پانی

---

[1] بحر الرائق کتاب الطھارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۹۲/۱
[2] بحر الرائق کتاب الطھارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۹۷/۱
[3] بحر الرائق کتاب الطھارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۹۷/۱
[4] بحر الرائق کتاب الطھارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۹۷/۱

وشرح المجمع انھا الروایۃ المصححۃ[1] اھ (۱)فعلم بما قررناہ عــہ ان المذھب المختار فی ھذہ المسألۃ ان الرجل طاھر والماء طاھر غیر طھور[2] اھ وفیہ وان انغمس للاغتسال صار مستعملا اتفاقا وحکم الحدث حکم الجنابۃ ذکرہ فی البدائع[3] اھ وفیہ(۲)وکذا الحائض والنفساء بعد الانقطاع اما قبل الانقطاع فھما کالطاھر اذا انغمس للتبرد لایصیر الماء مستعملا کذا فی فتاوٰی قاضی خان والخلاصۃ[4] اھ وفیہ(۳)قال القاضی الاسبیجابی فی شرح مختصر الطحاوی جنب اغتسل فی بئر ثم فی بئر الی	نکالتے وقت تو لوگ حرج میں پڑ جائیں گے الخ اور اس کے آخر میں اضافہ کیا) بخلاف اس صورت کے کہ جب ہاتھ کے علاوہ اور کوئی عضو پانی میں ڈالا تو پانی مستعمل ہو جائے گا اھ اور اس میں ابو حنیفہ سے منقول ہے کہ آدمی پاک ہے کیونکہ پانی کو مستعمل ہونے کا حکم نہیں دیا جائے گا تاوقتیکہ وہ عضو سے جدا نہ ہو، زیلعی وہندی وغیرہما نے ہدایہ کی متابعت میں فرمایا اور یہ روایت تمام روایات میں مطابقت پیدا کرنے والی ہے اور فتح القدیر اور شرح المجمع میں ہے کہ تصحیح شدہ روایت یہی ہے اھ تو ہماری تقریر سے معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں مذہب مختار یہ ہے کہ

عــہ قال الشامی قال الرملی اقول سیاتی قریبا انہ طاھر طھور علی الصحیح اھ اقول وھذا تصریح بتصحیح روایۃ ط من جحط فما فی المنحۃ عن شرح ھدیۃ ابن العماد لسیدی عبدالغنی قدس سرہ ان مسألۃ جحط الاقوال الثلثۃ فیھا ضعیفۃ فکانہ لاختیار الروایۃ الرابعۃ المختارۃ فی البحر لاان لاشیئ من الثلث مصححا اھ منہ۔	شامی نے کہا رملی نہ کہا میں کہتا ہوں عنقریب آئیگا کہ یہ صحیح روایت پر طاہر وطہور ہے میں کہتا ہوں یہ مسئلہ بئر جحط سے طحطاوی کی تصحیح شدہ روایت کی تصریح ہے تو جو منحہ میں سید عبدالغنی کی شرح ہدیۃ ابن عماد سے ہے کہ مسئلہ بئر جحط کے تینوں قول ضعیف ہیں تو اس وجہ سے کہ وہ بحرالرائق کی اختیار کردہ چوتھی روایت کو اختیار کرتے ہیں یہ نہیں کہ تین میں سے کسی کی تصحیح نہیں کی گئی۔ت

[1] بحرالرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۹۷
[2] بحرالرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۹۸
[3] بحرالرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۹۸
[4] بحرالرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۹۸

عشرة قال محمد يخرج من الثالثة عـــہ۱ طاهرا ثم ان كان على بدنه عين نجاسة تنجست المياه كلها(يريد الثلثة)وان لم تكن صارت المياه (الثلثة)كلها مستعملة ثم بعد الثالثة ان وجدت منه النية يصير مستعملا وان عـــہ۲ لم توجد لا[1]اھ ومثله عنه فى خزانة المفتين مع التصريح بتصحيح قول محمد المذكور ورأيت ايضا فيه التصريح بارادة الثلثة كما زدته(ا)توضيحا وزاد وكذلك فى الوضوء اھ ثم رأيت فى المنحة عن السراج الوهاج ايضا التصريح باستعمال ثلث دون مابعدها الا بالنية وهو ظاهر وفيه من ابحاث الماء المقيد صرحوا بان الجنب اذا نزل فى البئر بقصد الاغتسال يفسد الماء عند الكل صرح به الاكمل وصاحب معراج الدراية وغيرهما[2]اھ وفيه	آدمی پاک ہے اور پانی پاک تو ہے مگر پاک کرنے والا نہیں اھ اور اسی میں ہے اگر کسی نے غسل کیلئے غوطہ لگایا تو پانی اتفاقاً مستعمل ہوجائے گا اور حدث کا حکم جنابت والا ہی ہے، اس کو بدائع میں ذکر کیا اھ اور اسی میں ہے کہ یہی حکم حائض اور نفاس والی عورت کا ہے جس کا خون منقطع ہوچکا ہو، اور انقطاعِ خون سے قبل تو وہ دونوں اُس پاک شخص کی طرح ہیں جس نے ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے غوطہ لگایا تو پانی مستعمل نہ ہوگا، فتاوٰی قاضی خان اور خلاصہ میں یہی ہے اھ۔ اور اسی میں ہے کہ قاضی اسبیجابی نے شرح مختصر طحاوی میں فرمایا کہ ایک جنب شخص نے ایک کنویں میں غسل کیا اور پھر دوسرے کنویں میں یہاں تک کہ دس کنوؤں میں غسل کیا، تو محمد نے فرمایا تیسرے سے پاک نکلے گا، پھر اگر اس کے بدن پر نجاست ہو تو تمام پانی نجس ہوجائیں گے (یعنی تینوں) اور اگر نجاست نہ ہو تو تینوں مستعمل ہوجائیں گے۔۔۔۔۔۔

عـــہ۱: اقول بل من الاولى لان التثليث ليس الاسنة فكانه اراد الطهارة المسنونة ثم لا يخفى التقييد بالمضمضة والاستنشاق اھ منه۔	**میں کہتا ہوں** بلاکہ پہلے سے کیونکہ تثلیث تو سنت ہے گویا انہوں نے مسنون طہارت کا ارادہ کیا ہے پھر مضمضہ اور استنشاق کی قید لگانا مخفی نہیں اھ۔ت
عـــہ۲: اقول ان لم يحدث بعد الثالثة كما لايخفى اھ منه	**میں کہتا ہوں** اگر تیسرے کے بعد حدث لاحق نہ ہوا ہو جیسا کہ مخفی نہیں۔ت

---
[1] بحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۹۹/۱
[2] بحر الرائق الماء المقید ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۱/۱

وکذا صرحوا ان الماء یفسد اذا ادخل الکف فیه وممن صرح به صاحب المبتغی بالغین المعجمة ا ه[1] وفیه قال الاسبیجابی والو لوالجی فی فتاواہ جنب اغتسل فی بئر ثم بئر الی اٰخر ماتقدم ا ه[2] وفیه قال الامام القاضی ابو زید الدبوسی فی الاسرار ان محمدا یقول لما اغتسل فی الماء القلیل صار الکل مستعملا حکما ا ه[3] فھٰذہ العبارة کشف اللبس واوضحت کل تخمین وحدس ا ه[4] ولنقتصر علی ھذا القدر خاتمین بما اعترف البحر انه کشف اللبس وازاح الحدس وھی کما تری نصوص صرائح تفید ان ملاقاة الماء القلیل لعضو علیه حدث یجعله مستعملا سواء وردالماء علی العضو اوالعضو علی الماء علی سبیل النجاسة الحقیقیة فالماء نجس سواء وردت ھی علی الماء اوالماء علیھا وبالجملة کانت الفروع* تأتی علی ھذا السنن المطبوع* والاقوال* تنسج علی ھذا المنوال* الی ان جاء الدور بتلامذة الامام المحقق علی الاطلاق* و دارت مسألة التوضی فی الفساقی

۔۔۔۔۔۔ پھر اگر تیسرے کنویں کے بعد اس نے نیت کی تو پانی مستعمل ہو جائے گا اگر نیت نہ کی تو مستعمل نہ ہوگا اور اسی کی مثل اُن سے منقول ہے اور خزانۃ المفتین میں محمد کا مذکور قول صحیح قرار دیا گیا ہے اور اس میں میں نے تین کے ارادہ کی تصریح دیکھی ہے، جس طرح میں نے اس کی وضاحت بخوبی کردی ہے، اور اسی طرح انہوں نے وضو میں اضافہ کیا ہے اور پھر میں نے منحہ میں سراج وہاج سے اس امر کی تصریح دیکھی کہ صرف تین مستعمل ہوں گے نہ کہ ان کے بعد والے، اور یہ ظاہر ہے اور اس میں ماء مقید کی ابحاث سے ہے، اور انہوں نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ جنب جب کنویں میں اُترے اور غسل کا ارادہ کرے تو سب کے نزدیک پانی مستعمل ہو جائے گا، اس کی تصریح اکمل، صاحبِ معراج الدرایہ اور دوسرے علماء نے کی ہے اھ ۔ اور اسی میں ہے، اسی طرح فقہاء نے تصریح کی ہے کہ جب کوئی شخص پانی میں ہتھیلی ڈال دے تو پانی مستعمل ہو جائے گا، اور اس کی تصریح صاحبِ مبتغی نے کی ہے (غین معجمہ سے) اھ، اور اسی میں ہے کہ اسبیجابی اور ولوالجی نے اپنے فتاوٰی میں فرمایا کہ ایک جنب ایک کنویں میں غسل کیلئے اترا پھر دوسرے میں اُترا

[1] فتح القدیر کتاب الطہارت نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۶
[2] بحر الرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۷۱
[3] بحر الرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۷۱،۹۹
[4] بحر الرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۷۱

الصغار بین الحذاق ۔ فافتی العلامۃ زین الدین قاسم بن قطلو بغا بالجواز والف رسالۃ سماھا رفع الاشتباہ عن مسألۃ المیاہ[1] وخالفہ تلمیذہ العلامۃ عبدالبربن الشحنۃ وصنف رسالۃ سماھا زھرالروض فی مسألۃ الحوض[2]

والامام ابن امیرالحاج فی الحلیۃ ایضامیل الی شیئ مما اعتمدہ العلامۃ قاسم وھم جمیعا من جلۃ اصحاب الامام ابن الھمام علیھم رحمۃ الملک المنعام ثم جاء المحقق زین بن نجیم صاحب البحر رحمہ اللہ تعالٰی فانتصر الزین للزین ونمق رسالۃ سماھا الخیر الباقی فی جواز الوضوء من الفساقی ثم تتابع المتاخرون علی اتباعہ کالنھر والمنح والدر وذکر فی الخزائن ان لہ رسالۃ فیہ والعلامۃ الباقانی والشیخ اسمٰعیل النابلسی وولدہ العارف باللہ سیدی عبدالغنی ومحشی الاشباہ شرف الدین الغزی فیما ذکرہ المدقق العلائی بلاغا وکذا بعض مشائخ الشامی والسادات الثلثۃ ابو السعود الازھری وط وش میلا مع تردد والیہ یمیل کلام العلامۃ نوح افندی ووافق

الٰی آخر ماتقدم۔ اور اسی میں ہے کہ امام قاضی ابو زید الدبُوسی نے اسرار میں فرمایا کہ محمد فرماتے ہیں کہ جب کسی شخص نے تھوڑے پانی میں غسل کیا تو کل پانی حکماً مستعمل ہو جائے گا اھ اس عبارت نے کل معاملہ وضاحت سے کھول کر رکھ دیا ہے اھ ہم اسی پر اکتفاء کرتے ہیں اور اختتام پر بحر کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے ابہام کو رفع کر دیا ہے، اور جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں یہ صریح نصوص ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ تھوڑے سے پانی کا عضو سے ملنا جس پر حدث ہے پانی کو مستعمل بنا دیتا ہے خواہ پانی عضو پر وارد ہو یا عضو پانی پر وارد ہو، اور اگر یہ پانی نجس عضو پر آئے، خواہ پانی عضو پر یا عضو پانی پر تو پانی نجس ہو جائے گا۔ خلاصہ کلام یہ کہ مسئلہ کی فروع کو اِس انداز سے بیان کیا گیا ہے، اور اس قسم کے اقوال علماء وفقہاء کے ذکر کئے گئے ہیں، پھر جب محقق علی الاطلاق کے شاگردوں کا دور آیا اور چھوٹے حوضوں میں وضو کا مسئلہ ماہرین کے درمیان زیر بحث آیا تو علّامہ زین الدین قاسم بن قطلو بغا نے جواز کا فتوٰی دیا اور ایک رسالہ لکھا جس کا نام "رفع الاشتباہ عن مسئلۃ المیاہ" ہے اس پر ان کے شاگرد علّامہ عبدالبر بن الشحنہ نے ان کی مخالفت کی، اور ایک رسالہ "زھر الروض فی مسئلۃ الحوض" لکھا۔ امام ابن الحاج نے حلیہ میں علّامہ قاسم کی طرف کچھ میلان کیا ہے، یہ تمام کے تمام

[1] بحرالرائق کتاب الطہارۃ مطبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۲/۱

[2] بحرالرائق کتاب الطہارۃ مطبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۲/۱

العلامة ابن الشحنة منهم العلامة ابن الشلبی وبه افتی والمحقق علی المقدسی والعلامة حسن الشرنبلالی۔	ابن ہُمام کے جلیل القدر تلامذہ ہیں، پھر ابنِ نجیم صاحب بحر آئے اور انہوں نے زین کی مدد کی اور ایک رسالہ لکھا جس کا نام "الخیر الباقی فی جواز الوضوء من الفساقی" ہے پھر متاخرین نے پے در پے اس مسئلہ پر کلام کیا اور ان کی پیروی کی مثلاً نہر، منح، درر اور خزائن میں ہے کہ انہوں نے اس پر ایک رسالہ لکھا ہے، اور علّامہ باقانی، شیخ اسماعیل نابلسی اور ان کے صاحبزادہ عارف باللہ عبدالغنی نابلسی اور اشباہ کے محشّی شرف الدین الغزی بقول مدقق علائی بطور بلاغ، اور اسی طرح بعض مشائخ شامی اور سادات ثلثہ ابوالسعود الازہری 'ط' اور 'ش' کا اس طرف میلان ہے، کچھ تردّد بھی کیا ہے اور اسی طرف علامہ نوح آفندی کا کلام ہے اور علامہ ابن الشحنہ نے موافقت کی اور علّامہ ابن شلبی نے بھی موافقت کی اور اسی پر فتوٰی دیا اور محقق علی المقدسی اور علّامہ حسن شرنبلالی نے بھی یہی فرمایا۔(ت)
قلت: والیه یرشد کلام المحقق فی الفتح وقد علمت انها الجادة المسلوکة الی زمن العلامة قاسم والمروی عن جمیع اصحابنا وعن ائمتنا الثلثة عینا ولم یخالفها احد ممن تقدمه غیر الامام صاحب البدائع فی جدل وتعلیل اما عند ذکر الاحکام فهو مع الجمهور وکذلک قدمنا عن عدة من هٰؤلاء المتأخرین خلاف ما مالوا الیه اماما نسب الی العلامة قارئ الهدایة فلا یتم کما ستعرف ان شاء الله تعالٰی وبالجملة فالمسألة ذات معترک عظیم والرسائل الثلث جمیعا بحمدالله تعالٰی عندی وهٰانا الخصها لک مع مالها وعلیها اجمالا مفصلا وبالله التوفیق فلنوزع الکلام علی اربعة فصول	**میں کہتا ہوں** محقق کا کلام فتح میں اسی طرف رہنمائی کرتا ہے اور آپ جان چکے ہیں کہ علّامہ ابن قاسم کے زمانہ تک یہی روش رہی، اور یہی ہمارے تمام اصحاب اور ائمہ ثلثہ سے منقول ہے، اور متقدمین میں سے سوائے صاحبِ بدائع کے کسی اور نے مخالفت نہ کی، جدل اور تعلیل میں، اور احکام کے ذکر کے وقت وہ جمہور کے ساتھ ہیں، اور اسی طرح ہم بہت سے متاخرین سے ان کے خلاف نقل کر چکے ہیں، اور جو علامہ قاریٔ الہدایہ کی طرف منسوب ہے وہ ثابت نہیں، جیسا کہ آپ عنقریب جان لیں گے إن شاء اللہ تعالٰی، اور خلاصہ یہ ہے کہ مسئلہ بہت معرکہ کا ہے اور تینوں رسائل بحمداللہ میرے پاس ہیں جن کا خلاصہ میں آپ کے سامنے مالہا وما علیہا کے ساتھ پیش کرتا ہوں یہ کلام چار فصول پر مشتمل ہے۔

الفصل الاول فی کلام العلامۃ قاسم	پہلی فصل، علامہ قاسم کا کلام:
رسالتہ رحمۃ اللہ تعالٰی نحو کراسۃ اطال فیھا الکلام فی حدالماء الکثیر وحقق(۱)ان جمیع جوانبہ سواء فی جواز الطھارۃ سواء کانت النجاسۃ مرئیۃ اولا واکثر من الرد علی شرح المختار والتحفۃ والبدائع حتی تجاوز الی المؤاخذات اللفظیۃ ولسنا الاٰن بصدد ذلک وانما یتعلق منھا بغرضنا نحو ورقۃ فی اٰخرھا ذکر فیھا الماء المستعمل وانہ لایغیر الماء مالم یغلب علیہ واختار التسویۃ فی ذلک بین الملقی والملاقی ای کما ان الماء المستعمل لوالقی فی حوض اوجرۃ وکان ماء الجرۃ اکثر منہ جازالطھارۃ بہ علی ماھو الصحیح المعتمد وعلیہ عامۃ العلماء کذلک ان ادخل المحدث اوالجنب یدہ مثلا فی جرۃ لم یتغیر ماؤھا لان المستعمل منہ مالاقی بدنہ وھو اقل بالنسبۃ الی الباقی واحتج علی ذلک بثلثۃ اشیاء **الاول** کلام البدائع حیث قال فی الکلام علی حدیث لایبولن احدکم فی الماء الدائم(ای حین استدل بہ للامام علی نجاسۃ الماء المستعمل)لایقال انہ نھی(ای عن الاغتسال فیہ لالان المستعمل نجس بل)لما فیہ من(۲)اخراج الماء من ان یکون مطھرا من غیر ضرورۃ وذلک حرام لانانقول الماء القلیل انما یخرج عن کونہ مطھرا باختلاط غیر المطھر بہ اذاکان غیر المطھر غالبا کماء الورد واللبن ونحو	علامہ قاسم کا رسالہ تقریباً ایک کاپی ہے جس میں "ماءِ کثیر" کی تعریف پر انہوں نے مفصل گفتگو کی ہے، اور تحقیق سے ثابت کیا ہے کہ اس کے تمام کنارے برابر ہیں طہارت کے جواز میں، خواہ نجاست نظر آنے والی ہو یا نہ ہو، اور شرح مختار، تحفہ، بدائع وغیرہ پر کافی رد کیا یہاں تک کہ لفظی گرفت سے بھی نہ چُوکے۔ ہم اس وقت یہ چیزیں بیان کرنا نہیں چاہتے، ہماری غرض اس رسالہ کے آخری ورق سے متعلق ہے جس میں انہوں نے ماءِ مستعمل کے مسائل بیان کیے ہیں اور یہ کہ وہ پانی کو اس وقت تک تبدیل نہیں کرتا ہے جب تک وہ اس پر غالب نہ آجائے، اور انہوں نے اس سلسلہ میں ملقیٰ اور ملاقی کو برابر قرار دیا ہے یعنی جس طرح مستعمل پانی اگر کسی حوض یا ٹھلیا میں ڈالا جائے اور ٹھلیا کا پانی مستعمل پانی سے زیادہ ہو تو اس سے طہارت حاصل کرنا جائز ہے۔ صحیح، معتمد قول یہی ہے اور عام علماء کا یہی قول ہے اور اسی طرح اگر محدِث یا ناپاک نے اپنا ہاتھ کسی ٹھلیا میں ڈالا تو پانی متغیر نہ ہوگا کیونکہ اس میں سے مستعمل وہ ہے جو اس کے بدن سے ملا اور بہ نسبت باقی کے کمتر ہے، اس پر تین چیزوں سے استدلال کیا ہے: **اوّل** صاحبِ بدائع نے "لایبولن احدکم فی الماء الدائم" (ٹھہرے پانی میں کوئی پیشاب نہ کرے) پر کلام کرتے ہوئے فرمایا (یعنی جب امام نے اس سے مستعمل پانی کی نجاست پر استدلال کیا) یہ نہ کہا جائے کہ یہ نہی ہے (یعنی اس میں غسل کرنے سے اس لئے نہیں کہ مستعمل نجس ہے بلاکہ) کیونکہ اس میں پانی کو بلاضرورت مُطہّر

ذلک فاما ان یکون مغلوبا فلا وھھنا الماء المستعمل مایلاقی البدن ولا شک ان ذلک اقل من غیر المستعمل فکیف یخرج به من ان یکون مطھرا[1] انتھی۔

قلت: وتمامه فاما ملاقاۃ النجس الطاھر فتوجب تنجیس الطاھر وان لم یغلب علی الطاھر لاختلاطه بالطاھر علی وجه لایمکن التمییز بینھما فیحکم بنجاسۃ الکل[2] اھ۔قال وقال فی موضع اٰخر(ای بعدہ بورقات)فیمن وقع فی البئر فان کان علی بدنه نجاسۃ حکمیۃ بان کان محدثا اوجنبا اوحائضا اونفساء(ای وقد انقطعا من جعلھا مستعملا وجعل المستعمل طاھرا(یرید محمدا رحمه اللہ تعالٰی)لان غیرالمستعمل اکثر فلا یخرج عن کونه طھورا مالم یکن المستعمل غالبا علیه عنھما)فعلی قول من لا یجعل ھذا الماء مستعملا(**قلت** یرید الامام ابا یوسف رحمه اللہ تعالٰی لاشتراطه الصبّ)لاینزح شیئ لانه طھور وکذا علی قول کما لوصب اللبن فی البئر بالاجماع اوبالت شاۃ فیھا عند محمد[3] رحمه اللہ تعالٰی انتھی۔

ہونے سے خارج کرنا ہے اور یہ حرام ہے، کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ ماءِ قلیل مطہرّ ہونے سے اس لئے خارج ہو جاتا ہے کہ وہ غیر مطہر پانی سے ملتا ہے مگر یہ اس وقت ہوگا جب غیر مطہر غالب ہو، مثلاً گلاب کا پانی اور دودھ وغیرہ، اور اگر مطلوب ہو تو نہ ہوگا اور یہاں مستعمل پانی وہ ہے جو بدن سے ملاقی ہوتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ یہ غیر مستعمل سے کم ہے تو اس کی وجہ سے مطہر ہونے سے کیسے خارج ہوگا انتہیٰ۔

میں کہتا ہوں مکمل اس طرح ہے، اور نجس کا طاہر کو ملاقی ہونا طاہر کو نجس کر دیتا ہے اگرچہ طاہر پر غالب نہ ہو کیونکہ وہ طاہر سے اس طور پر مل گیا ہے کہ دونوں میں امتیاز ممکن نہیں رہا ہے تو کل کی نجاست کا حکم کیا جائے گا اھ۔ کہا، اور دوسرے مقام پر فرمایا (یعنی اس کے کچھ ورق بعد) اس شخص کی بابت جو کنویں میں گر پڑا تو اگر اس کے بدن پر نجاست حکمیہ ہو مثلاً یہ کہ وہ بے وضو یا جنب یا حیض ونفاس والی عورت ہو (یعنی ان دونوں عورتوں کی ناپاکی ختم ہو چکی ہو) تو اُس کے قول پر جو پانی کو مستعمل قرار نہیں دیتا ہے (میں کہتا ہوں اس سے ان کی مراد امام ابو یوسف ہیں جن کے نزدیک بہانا شرط ہے) کنویں سے کچھ بھی نہیں نکالا جائے گا کیونکہ وہ پاک کرنے والا ہے، اور اسی طرح اُن کے قول پر جو پانی کو مستعمل کہتے ہیں اور مستعمل کو پاک کہتے ہیں (امام محمد مراد ہیں) کیونکہ غیر مستعمل زائد ہے تو ظہور ہونے سے اس وقت تک خارج نہ ہوگا جب تک مستعمل پانی غالب نہ ہو جائے، مثلاً دودھ کنویں میں ڈال دیا جائے،

[1] بدائع الصنائع فصل فی الطہارۃ الحقیقیۃ سعید کمپنی کراچی ۶۷/۱
[2] بدائع الصنائع فصل فی الطہارۃ الحقیقیۃ سعید کمپنی کراچی ۶۷/۱
[3] بدائع الصنائع فصل فی الطہارۃ الحقیقیۃ سعید کمپنی کراچی ۶۷/۱

قلت: وتمامه واما علی قول من جعل هذا الماء مستعملا وجعل الماء المستعمل نجسا(یرید الامام رضی الله تعالٰی عنه علی روایة الحسن بن زیاد رحمه الله تعالٰی عنه نجاسة الماء المستعمل وان کانت روایته عنه رضی الله تعالٰی عنه فی خصوص المسألة ماسیذکره)ینزح ماء البئر کله کما لووقعت فیها قطرة من دم اوخمر وروی الحسن عن ابی حنیفة رضی الله تعالٰی عنه انه ان کان محدثا ینزح اربعون وان کان جنبا ینزح کله وهذه الروایة مشکلة لانه لا یخلو اما ان صار هذا الماء مستعملا اولا فان لم یصر مستعملا لایجب نزح شیئ لانه بقی طهورا کما کان وان صار مستعملا فالماء المستعمل عند الحسن نجس نجاسة غلیظة فینبغی ان یجب نزح جمیع الماء[1] اھ۔وانما ننقل هذه التمامات لفوائد ستعرفها بعون الله تعالٰی قال وقال فی موضع اٰخر(ای قبل هذا باوراق وبعد الاول بقلیل)لواختلط الماء المستعمل بالماء القلیل قال بعضهم لایجوز التوضی به وان قل وهذا فاسد اما عند محمد رحمه الله تعالٰی فلانه طاهر لم یغلب علی الماء المطلق فلا یغیره عن صفة

اور یہ بالاجماع ہے، یا بکری نے کنویں میں پیشاب کردیا، امام محمد کے نزدیک انتہی۔
میں کہتا ہوں اس کا مکمل یہ ہے کہ، اور ان لوگوں کے قول پر جنہوں نے اس پانی کو مستعمل قرار دیا ہے اور مستعمل پانی کو نجس قرار دیا ہے(اس سے مراد امام ابو حنیفہ ہیں بروایت حسن بن زیاد کہ مستعمل پانی نجس ہوگا اگرچہ حسن کی روایت ابو حنیفہ سے خاص اسی مسئلہ میں ہے کہ جیسا وہ ذکر کریں گے)کُنویں کا کُل پانی نکالا جائے گا، جیسے کہ کُنویں میں خُون یا شراب کا قطرہ گر جائے، اور حسن نے ابو حنیفہ سے روایت کی کہ اگر بے وضو ہو تو چالیس ڈول پانی نکالا جائے گا اور اگر جنب ہو تو کل پانی نکالا جائے گا، اور یہ روایت مشکل ہے کہ یا تو یہ پانی مستعمل ہوگا یا نہیں تو اگر مستعمل نہیں ہے تو کچھ بھی پانی نہ نکالا جائے گا، کیونکہ وہ بدستور پاک ہے جیسا کہ تھا، اور اگر مستعمل ہوگیا تو حسن کے نزدیک مستعمل پانی نجاست غلیظہ ہے تو کنویں کا کُل پانی نکالنا چاہئے اھ یہ جو کچھ ہم نے نقل کیا ہے اُن فوائد کی خاطر ہے جن کو آپ اِن شاء الله پہچانیں گے، فرمایا اور کہا ایک دوسرے مقام پر(یعنی اس سے چند ورق پہلے اور پہلے سے کچھ بعد)اگر ماء مستعمل تھوڑے پانی میں مل گیا تو بعض کے نزدیک اُس سے وضو جائز نہیں خواہ وہ کم ہی کیوں نہ ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور یہ فاسد ہے امام محمد کے نزدیک تو اس لئے کہ یہ پاک ہے اور ماء مطلق پر غالب نہیں ہوا ہے، تو اس کو طہوریت کی صفت سے

[1] بدائع الصنائع بیان مقدار الذی یصیر بہ المحل نجسا سعید کمپنی کراچی ۱/۷۴

الطهورية كاللبن واما عندهما رضى الله تعالى عنهما فلان القليل مما لايمكن التحرز عنه يجعل عفوا ثم الكثير عند محمد مايغلب على الماء المطلق وعندهما ان يستبين موضع القطرة فى الاناء انتهى۔[1] قال وقد علمت ان الصحيح المفتى به رواية محمد عن ابى حنيفة رحمهما الله تعالٰى[2] اھ اى فلا يفسد قليله لان غير المستعمل اكثر

تبدیل نہیں کرے گا جیسے دودھ، اور شیخین کے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ تھوڑے سے بچنا ممکن نہیں اس لئے معاف ہے پھر امام محمد کے نزدیک کثیر وہ ہے جو مطلق پانی پر غالب آجائے۔ اور شیخین کے نزدیک یہ ہے کہ قطرہ کی جگہ برتن میں ظاہر ہوجائے، انتہٰی، فرمایا تمہیں معلوم ہوچکا ہے کہ صحیح مفتی بہ محمد کی روایت ابو حنیفہ سے ہے اھ یعنی قلیل پانی کو فاسد نہیں کرتا ہے کیونکہ غیر مستعمل زائد ہے۔

الثانى: قال وقال(ا) محمد فى كتاب الاثار بعد رواية حديث عائشة رضى الله تعالى عنها ولا باس ان يغتسل الرجل مع المرأة بدأت قبله او بدأ قبلها[3] قال اذا عرفت هذا لم تتأخر عن الحكم بصحة الوضوء من الفساق الموضوعة فى المدارس عند عدم غلبة الظن بغلبة الماء المستعمل او وقوع نجاسة فى الصغار منها قال فان قلت اذا تكرر الاستعمال هل يمنع قلت الظاهر عدم اعتبار هذا المعنى فى النجس فكيف بالطاهر قال قال فى المبتغى (**وهو الثالث**) قوم يتوضؤن صفا على شاطئ النهر جاز فكذا فى الحوض لان حكم ماء الحوض فى حكم ماء جار انتهى[4]۔

ثانی: فرمایا، محمد نے کتاب الاثار میں حضرت عائشہ کی اس حدیث۔ کوئی حرج نہیں کہ مرد عورت کے ساتھ غسل کرے خواہ مرد پہل کرے یا عورت۔ کے بعد فرمایا کہ اس سے بآسانی یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ مدارس میں جو برتن رکھے ہوتے ہیں اُن سے غسل کرلینے میں حرج نہیں، جبکہ یہ ظن غالب نہ ہو کہ مستعمل پانی غالب ہوگیا ہے یا چھوٹے برتن میں نجاست پڑچکی ہے۔ فرمایا اگر تم یہ کہو کہ جب استعمال بار بار ہو تو کیا وضو یا غسل منع ہے؟ میں کہتا ہوں بظاہر اس وصف کا اعتبار نجس پانی میں نہ ہوگا تو طاہر میں کیسے ہوگا؟ فرمایا کہ انہوں نے مبتغٰی میں فرمایا (یہ تیسرا ہے) اگر کچھ لوگ صف باندھ کر نہر کے کنارے پر وضو کریں تو جائز ہے، حوض کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ حوض کا پانی جاری پانی کے حکم میں ہے انتہٰی۔

[1] بدائع الصنائع فصل فی الطہارت الحقیقیۃ سعید کمپنی کراچی ۶۸/۱
[2] الاشتباہ عن مسألۃ المیاہ
[3] کتاب الاثار باب غسل الرجل والمراۃ من اناء واحد ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ص ۱۰
[4] الاشتباہ عن مسألۃ المیاہ

قلت: ای ان المنع انما یکون لسقوط الغسالة فیھا اولادخال المحدثین ایدیھم فیھا والکل غیر مانع علی ماتقرر عندہ ثم اتی باٰثار بعضھا فی الملاقی وبعضھا فی الملقی فقال وقدروی ابن ابی شیبة عن الحسن فی الجنب یدخل یدہ فی الاناء قبل ان یغسلھا قال یتوضؤبہ ان شاء وعن سعید بن المسیب لاباس الجنب عـہ یدہ فی الاناء قبل ان یغسلھا [1] وعن عائشة بنت سعد قالت کان سعد یامرالجاریة بتناولہ الطھور من الحوض فتغمس یدھا فیھا فیقال انھا حائض فیقول انا حیضتھا وعن عامر قال کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یدخلون ایدیھم فی الاناء وھم جنب والنساء حیض لایرون بذلک بأسا یعنی قبل ان یغسلوھا وعن ابن عباس فی الرجل یغتسل من الجنابة فینضح فی انائہ من غسلہ فقال لاباس بہ [2] وعن الحسن وابراھیم والزھری وابی جعفر وابن سیرین نحوہ قال فان قلت فما محمل حدیث لایبولن احدکم فی الماء الدائم ولا یغتسلن

میں کہتا ہوں، یعنی منع اس لئے ہے کہ دھوون اس میں گرتا ہے یا اس لئے کہ بے وضو لوگ اس میں اپنے ہاتھ ڈالتے ہیں اور یہ سب غیر مانع ہے جیسا کہ ان کے نزدیک مقرر ہے پھر انہوں نے اس کے بعض اثار ملاقی میں اور بعض ملقیٰ میں ذکر کیے پس فرمایا اور تحقیق ابن ابی شیبہ نے حسن سے جنب کے بارے میں روایت کی جو بے دھوئے اپنا ہاتھ برتن میں ڈالے تو فرمایا اگر چاہے تو اُس کے ساتھ وضو کرے، اور سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ جنب اگر اپنا ہاتھ دھونے سے قبل برتن میں ڈال دے تو حرج نہیں، اور عائشہ بنت سعد کہتی ہیں کہ حضرت سعد باندی کو حکم دیتے تھے کہ وہ حوض سے پانی لا کر دے، تو وہ حوض میں اپنا ہاتھ ڈبوتی تھی، تو کہا جاتا تھا کہ وہ حائضہ ہے، تو آپ فرماتے تھے: کیا میں نے اس کو حائضہ کیا ہے؟ اور عامر سے مروی ہے کہ اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ پانی میں ڈالتے تھے جبکہ وہ جنب ہوتے تھے اور عورتیں حائض ہوتی تھیں اور یہ لوگ بلا ہاتھ دھوئے پانی میں ڈالنے میں ہرج نہیں سمجھتے تھے، اور ابن عباس سے منقول ہے کہ اگر کوئی شخص غسلِ جنابت کرے اور اس کے چھینٹے برتن میں گریں تو اس میں حرج نہیں، اور حسن، ابراہیم: زہری،

عـہ کذا بالاصل ولعلہ ان یدخل الجنب یدہ منہ۔(م)

اصل میں اسی طرح ہے شاید یوں ہو "ان یدخل الجنب یدہ"۔(ت)

[1] مصنفہ ابن ابی شیبہ فی الرجل یدخل یدہ فی الاناء وھوجنب ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۸۲

[2] مصنفہ ابن ابی شیبہ فی الرجل الجنب یغتسل وینضح من غسلہ فی اناء ایضاً ۱/۷۲

فیه من الجنابة[1] قلت استدل به الکرخی علی عدم جواز التطهیر بالمستعمل ولا یطابق عمومه فروعهم المذکورة فی الماء الکثیر فیحمل علی الکراهة وبذلک اخبر راوی الخبر فاخرج ابن ابی شیبة عن جابر بن عبدالله رضی الله تعالٰی عنهما قال کنا نستحب ان ناخذ من ماء الغدیر ونغتسل به ناحیة[2] قال وما ذکر من الفروع مخالفا لهذا فبناء علی روایة النجاسة کقولهم لوادخل جنب اومحدث اوحائض یده فی الاناء قبل ان یغسلها فالقیاس انه یفسد الماء وفی الاستحسان لایفسد للاحتیاج الی الاغتراف حتی لوادخل رجله یفسد الماء لانعدام الحاجة ولو ادخلها فی البئر یفسد لانه محتاج الی ذلک فی البئر لطلب الدلو فجعل عفواً ولو ادخل فی الاناء اوالبئر بعض جسده سوی الید والرجل افسده لانه لاحاجة الیه[3] وامثال هذه(ثم ذکر مسائل واٰثارا لا تتعلق بما نحن فیه الی ان قال)وعن ابی جریج قال قلت لعطاء رأیت رجلا توضأفی ذلک الحوض متکشفا فقال لاباس به قدفعله ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما وقد علم انه یتوضؤ منه الابیض

ابو جعفر اور ابن سیرین نے اسی قسم کی روایت کی، فرمایا اگر کوئی کہے کہ پھر "لایبولن احدکم فی الماء الدائم الخ" حدیث کا کیا مفہوم ہوگا؟

میں کہتا ہوں کرخی نے اس سے استدلال کیا ہے کہ مستعمل پانی سے طہارت کا حاصل کرنا جائز نہیں ہے لیکن اس کا عموم زائد پانی میں ان کی فروع سے مطابقت نہیں رکھتا پس اسے کراہت پر محمول کیا جائے گا اور راویِ حدیث نے یہی خبر دی ہے۔ چنانچہ ابن ابی شیبہ نے جابر بن عبداللہ سے روایت کی کہ ہم اس امر کو پسند کرتے تھے کہ تالاب سے پانی لے کر ایک کونے میں جاکر غسل کریں، فرمایا اور جو فروع اس کی مخالف ہیں تو وہ نجاست کی روایت پر ہیں، جیسے کسی جُنب یا محدث یا حائض نے اپنا ہاتھ برتن میں بلا دھوئے ڈالا، تو قیاس چاہتا ہے کہ پانی خراب ہوجائے اور استحسان کی رُو سے فاسد نہ ہوگا، کیونکہ چُلّو بھرنے کی حاجت ہوتی ہے یہاں تک کہ اگر کسی نے برتن میں پیر ڈال دیا تو پانی خراب ہوجائے گا کیونکہ ضرورت نہیں، اور اگر پیر کُنویں میں ڈالا تو پانی خراب نہ ہوگا کیونکہ کُنویں سے ڈول پانی خراب ہوجائے گا کیونکہ اس کی کوئی ضرورت نہیں، نکالنے کیلئے پیر ڈالنے کی ضرورت ہوتی ہے تو اس کو معاف کردیا گیا ہے اور اگر برتن یا کُنویں میں ہاتھ پیر کے علاوہ جسم کا اور کوئی حصّہ ڈالا تو اور اسی کی مثل دوسری چیزیں ہیں (پھر انہوں نے ایسے مسائل اور آثار ذکر کیئے جن کا

---

[1] مصنّف ابن ابی شیبۃ من کان یکرہ ان یبول فی الماء الراکد ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۴۱

[2] مصنف ابن ابی شیبۃ الرجل ینتھی الی البئر والغدیر وھو جنب ادارۃ القرآن کراچی

[3] بدائع الصنائع فصل فی الطہارۃ الحقیقیۃ سعید کمپنی کراچی ۱/۶۹

والاسود وفی روایۃ وکان ینسکب من وضوء الناس فی جوفھا قال وکأنھم رأوا حدیث المستیقظ خاصاً بہ او انہ امر تعبدی علی أن ابن ابی شیبۃ قد روی عن أبی معویۃ عن الاعمش عن ابرھیم قال کان اصحاب عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہ اذا ذکر عندھم حدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ قالوا کیف یصنع أبو ھریرۃ بالمھراس الذی بالمدینۃ [1] اھ فھذا کل ما أتی * بہ فی ھذا الباب فی کتابہ * رحمہ اللہ تعالٰی فی مأبہ۔	اس بحث سے تعلق نہیں، پھر فرمایا) اور ابن جریج سے مروی ہے اُنہوں نے کہا کہ میں نے عطا سے کہا کہ ایک شخص نے حوض میں ننگے ہو کر غسل کیا تو انہوں نے کہا اس میں حرج نہیں، خود ابن عباس نے ایسا کیا حالانکہ ان کو معلوم تھا کہ اس میں سیاہ وسپید سب ہی غسل کرتے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس حوض میں لوگوں کے وضو کا پانی گرتا تھا، فرمایا کہ غالباً انہوں نے مستیقظ کی حدیث کو اُسی کے ساتھ خاص دیکھا یا یہ کہ یہ امر تعبدی ہے، علاوہ ازیں ابن شیبہ نے ابو معٰویہ سے اعمش سے ابراہیم سے روایت کی کہ اصحاب عبداللہ کے سامنے جب حضرت ابو ھریرہ کی حدیث کا ذکر آتا تھا تو فرماتے تھے کہ ابو ھریرہ مہراس میں کیا کرتے تھے جو مدینہ میں تھی اھ اس باب میں اس قسم کی چیزیں ذکر کی ہیں۔
اقول: وباللہ التوفیق الکلام فیہ من وجوہ **الاوّل** (۱) من العجب استنادہ رحمہ اللہ تعالی بعبارۃ المبتغی فلیس فیھا أثر مما ابتغی لان کلامہ عـہ فی الحوض الکبیر الاتری إلی قولہ إن ماء الحوض فی حکم ماء جار ومعلوم قطعاً أن ذلک انما ھو فی الحوض	**میں بتوفیقِ الٰہی کہتا ہوں** کہ اس میں چند وجوہ سے کلام ہے: **اول** تعجب ہے کہ انہوں نے مبتغی کی عبارت سے استدلال کیا ہے، حالانکہ وہ جو چاہتے تھے اس میں موجود نہیں، کیونکہ اس میں وہ بڑے حوض کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں جیسا کہ آپ ان کے قول ان ماء الحوض فی حکم ماء جار سے معلوم کر سکتے ہیں اور یہ قطعی معلوم ہے کہ حوض وہی ہوگا جس

عـہ: ثم رأیت التصریح بہ فی کلام شیخہ المحقق علی الاطلاق حیث اورد کلام المبتغی فی مسائل الماء الکثیر ثم قال وانما اراد الحوض الکبیر بالضرورۃ اھ منہ غفرلہ۔ (م)	پھر میں نے اس کی تصریح ان کے شیخ محقق علی الاطلاق کے کلام میں دیکھی جہاں انہوں نے کثیر پانی کے مسائل میں مبتغی کا کلام وارد کیا پھر فرمایا بالضرورۃ اس سے مراد حوضِ کبیر ہے اھ (ت)

[1] رسالہ علامہ قاسم

الکبیر ذی الماء الکثیر اما الصغیر فکالاوانی وقد قال() العلامة نفسه فی ھذہ الرسالة أن ماء الاوانی یتنجس بوقوع النجاسة وإن لم یتغیر قال وما کان فی غدیر اومستنقع وھو نحو ماء الاوانی فھو ملحق بھا إذلا اثر للمحل۔[1] اھ

الثانی(۲) قدمنا فی نمرة عن المبتغی التصریح بان الماء یفسد بادخال الکف[2] **الثالث**(۳) کذلک لاأثر لتأیید شیئ من مقصودہ فی عبارة کتاب الاثار فلیس أن الرجل یدخل یدہ فی الاناء قبل الغسل اوالمرأة ثم یغتسلان منه وکیف یظن ھذا برسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم او ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنھا وانما مراد محمد رحمه اللہ تعالی نفی قول من ابطل الوضوء بفضل وضوء المرأة مطلقا اواذا کانت جنبا اوحائضا وھما قولان للحنابلة والمالکیة ولذا قال بدأت قبله اوبدأ قبلھا وترجم له باب غسل الرجل والمرأة من إناء واحد من الجنابة۔[3] **الرابع**(۴) قد اوضح رضی اللہ تعالٰی عنه مرادہ الشریف فی مؤطاہ المنیف إذ قال باب الرجل یغتسل اویتوضأ بسور المرأة اخبرنا مالک حدثنا نافع عن ابن عمر رضی اللہ

میں پانی بہت زیادہ ہو اور چھوٹا حوض تو برتنوں کی طرح ہے، خود علامہ نے اس رسالہ میں فرمایا کہ برتنوں کا پانی نجاست کے گرنے سے نجس ہوجائے گا خواہ اس میں تغیر نہ ہو، فرمایا جو پانی تالاب اور گڑھے میں ہو وہ برتنوں کے پانی کے برابر ہو تو وہ بھی برتنوں کے ساتھ ملحق ہے کیونکہ محل کا کوئی اثر نہیں اھ

دوم نمبر ۳۸ میں ہم نے مبتغی کی تصریح کہ پانی ہاتھ ڈالنے سے خراب ہوگا، سوم اسی طرح کتاب الآثار سے بھی ان کی تائید نہیں ملتی ہے، اس میں یہ نہیں کہ کوئی شخص اپنا ہاتھ دھوئے بغیر برتن میں ڈالے یا عورت ڈالے پھر دونوں اس سے غسل کریں، اور اس قسم کا گمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ام المومنین حضرت عائشہ سے کیسے ہوسکتا ہے، امام محمد کا مقصود تو صرف ان لوگوں کے قول کی تردید ہے جو عورت کے اور اس لئے فرمایا، عورت نے مرد سے پہلے یا مرد نے عورت سے پہلے ابتدا کی ہو، اور اس کا عنوان یہ قائم کیا" باب عورت اور مرد کے ایک بچے ہوئے پانی سے مطلق مرد کیلئے وضو کرنے کو باطل قرار دیتے ہیں یا جب عورت جنب یا حائض ہو، اور یہی دو قول حنابلہ ومالکیہ کے ہیں، برتن سے غسلِ جنابت کرنے کے بیان میں"،

[1] رسالہ علامہ قاسم

[2] بحرالرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۱۷

[3] کتاب الاثار غسل الرجل والمرأة من اناء واحد من الجنابۃ ادارۃ القرآن کراچی ص ۱۰

تعالٰی عنهما أنه قال لاباس بأن يغتسل الرجل بفضل وضوء المرأة مالم تكن جنبا اوحائضا قال محمد لابأس بفضل وضوء المرأة وغسلها وسؤرها وإن كانت جنبا اوحائضا بلغنا أن النبي صلى الله تعالٰی عليه وسلم كان يغتسل هو وعائشة من إناء واحد يتنازعان الغسل جميعا فهو فضل غسل المرأة الجنب وهو قول ابي حنيفه رحمه الله تعالٰی۔[1] **الخامس**:(۱) قدمناعن الائمة ابي بكر الرازي وشمس الائمة السرخسي والاسبيجابي والولوالجي وابي زيد الدبوسي والزيلعي وابن الهمام وغيرهم الجم الغفير غفرالله تعالٰی لنابهم وعن الخلاصة عن نفس كتاب الاصل لمحمد صرائح نصوصه في الحكم بخصوصه فكيف يحمل هذا الكلام على خلاف وبالله التوفيق۔ **السادس**:(۲) ماذكر رحمه الله تعالٰی عن ابن عباس والامام الباقر والحسن البصري وابن سيرين وابراهيم النخعي والزهري رضي الله تعالٰی عنهم لايمس المقصود لانه في الملقى والكلام في الملاقی۔**السابع**:(۳) ماذكر أخرا عن عطاء وابن عباس رضي الله تعالٰی عنهم فاخره في الملقى ولا حجة في اوله فإنه ان كان المراد التوضي في الحوض بحيث تسقط الغسالة فيه كالتوضي في الطست فهو من الملقى وان كان المراد التوضي بادخال اليد فيه للاغتراف فقد مر

چہارم: امام محمد نے اپنی مراد کی وضاحت اپنی مؤطا میں کردی ہے، فرمایا: باب اس بیان میں کہ مرد عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرے۔ ہمیں مالک نے خبر دی، ہم سے نافع نے ابن عمر سے روایت کی، انہوں نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں کہ مرد عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرے، بشرطیکہ جنب یا حائض نہ ہو۔ محمد نے فرمایا اس میں حرج نہیں کہ عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کیا جائے خواہ وہ اس کے وضو کا ہو یا غسل کا ہو یا جھوٹا ہو اور خواہ وہ جنب ہو یا حائض ہو، ہمیں حدیث پہنچی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدہ عائشہ ایک ہی برتن سے پانی چھین جھپٹ کر غسل کرتے تھے، یہ جنب عورت کے بچے ہوئے پانی سے غسل کا ثبوت ہے، اور یہی ابو حنیفہ کا قول ہے۔

پنجم: ہم نے ابو بکر الرازی، شمس الائمہ سرخسی، اسبیجابی، ولوالجی، ابو زید الدبوسی، زیلعی، ابن الھمام وغیرہم، جلیل القدر ائمہ کی ایک عظیم جماعت سے پہلے ہی نقل کیا ہے اور خلاصہ سے امام محمد کی اصل کی تصریح نقل کی ہے کہ اسی میں خاص حکم بیان کیا ہے تو اس کلام کو اس کے خلاف پر کیونکر محمول کیا جاسکتا ہے وباللہ التوفیق۔

ششم: انہوں نے جو ابن عباس، امام باقر، حسن بصری، ابن سیرین، ابراہیم نخعی اور زہری رضی اللہ عنہم سے نقل کیا ہے وہ مقصود سے متعلق نہیں کیونکہ وہ ملقی کے بارے میں ہے جبکہ گفتگو ملاقی کی بابت ہے۔

ہفتم: جو آخر میں انہوں نے عطا اور ابن عباس

[1] موطا امام محمد الرجل یغتسل اویتوضأ بسؤر المرأۃ مجتبائی لاہور ص ۸۳

ان ھذا القدر معفو عنہ عند عدم اٰنیۃ وان فرض ان المراد أن یلج الحوض ویتوضأفیہ لم تنتھض أیضا حجۃ إذلیس فیہ بیان قدر الحوض فجاز أن یکون کبیرا۔

سے نقل کیا ہے تو اس کا آخری حصہ ملقی میں ہے اور اس کے اول میں کوئی حجت نہیں، کیونکہ اگر مراد حوض سے وضو کرنا ہے کہ اس طرح اس کا دھوون حوض میں گرے جیسے طشت میں وضو کیا جاتا ہے تو وہ مُلقی سے ہے اور اگر مراد یہ ہو کہ حوض میں ہاتھ ڈال کر چلّو بھر کر وضو کیا تو گزر چکا ہے کہ اِس قدر کو شرع نے معاف رکھا ہے جبکہ دوسرے برتن نہ ہوں، اور اگر مراد یہ ہو کہ حوض میں اتر کر وضو کیا تو بھی حجت قائم نہ ہوگی کیونکہ اس میں حوض کے سائز کا ذکر نہیں، پس ممکن ہے کہ حوض بڑا ہو۔

الثامن: (۱) کذلک حدیث سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ فإنہ فی الحیض قبل الانقطاع وقدمنا عن الخانیۃ والخلاصۃ وغیرھما أنھا لاتفسد الماء اذا ذاک لعدم السببین سقوط الفرض واقامۃ القربۃ۔

ہشتم: اسی طرح سعد کی حدیث ہے کیونکہ وہ حیض کے منقطع ہونے سے قبل سے متعلق ہے اور ہم نے خانیہ اور خلاصہ وغیرہما سے نقل کیا کہ یہ پانی کو خراب نہیں کرتا، کیونکہ دونوں سبب ہی موجود نہیں ہیں نہ تو سقوط فرض ہے اور نہ ہی قربۃ کی ادائیگی ہے۔

التاسع: (۲) ماذکر عن عامر فظاھر ان لفظۃ یعنی قبل ان یغسلوھا مدرج فی الحدیث ولا یدری قول من ھو ولا حجۃ فی المجھول۔ **العاشر**: (۳) ماحکی عن الحسن یعارضہ مافی البدائع عنہ فی وقوع قلیل ماء مستعمل فی الماء سئل الحسن البصری عن القلیل فقال ومن یملک نشر الماء وھو ما تطایر منہ عندالوضوء وانتشر اشار الی تعذر التحرز عن القلیل فکان القلیل عفو اولا تعذرفی الکثیر فلا یکون عفوا[1] اھ ھذا کلامہ فی الملقی فکیف فی الملاقی ۔ **الحادي عشر**: (۴) ما حکی عن سعید فعلی تقدیر الصحۃ عنہ مذھب تابعی فکیف یحتج بہ علی المذھب (۵) وکفی بہ جوابا عن سائر الاٰثار ۔ **الثاني عشر**: (۶) کذلک العبارۃ

نہم: جو عامر سے نقل ہوا تو ظاہر یہ ہے کہ "**قبل ان یغسلوھا**" کا لفظ حدیث میں مندرج ہے، اور معلوم نہیں کہ یہ کس کا قول ہے، اور مجہول سے استدلال نہیں ہوتا۔

دہم: جو حسن سے نقل کیا گیا ہے وہ اس کے مخالف ہے جو انہی سے بدائع میں نقل کیا گیا ہے یعنی یہ کہ کم پانی میں اگر مستعمل پانی گر جائے تو کیا حکم ہوگا، حسن بصری سے کم کی بابت پوچھا گیا، توآپ نے

[1] بدائع الصنائع بحث الماء المستعمل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶۸/۱

الثالثة عن البدائع بمعزل عن المقصود فانھا فی الملقی ولا کلام فیه الا تری إلی قوله ثم الکثیر عند محمد مایغلب علی الماء المطلق وعندھما ان یستبین مواقع القطر فی الاناء [1] اھ۔

قلت: والوجه فیه ان الماء طاھر عند محمد فلا یسلبه وصف الطھوریة مالم یغلب علیه ونجس عندھما فیما یقال وقطرة نجس تنجس کل ماء قلیل غیر ان الذی لایستبین لایعتبر کرشاش البول قدر رؤس الابر فعفی عنه لعسر التحرز فاین ھذا مما نحن فیه **نعم** جل مافی یده ماذکر البدائع فی الجدل عن روایة ضعیفة وتعلیل قول محمد فی مسألة جحط ان المستعمل مالاقی البدن وھو اقل من غیرہ۔

اقول: وبالله التوفیق وھو المستعان علی افاضة التحقیق ایش انا ومن انا

جواب دیا کہا پانی کے چھینٹوں کا مالک کون ہے؟ تو کم تو تعذر کی وجہ سے معاف ہے مگر زائد میں یہ صورت نہیں تو وہ معاف نہ ہوگا، ان کی یہ گفتگو مُلقٰی میں ہے تو ملاقی میں کیا حال ہوگا۔

یازدہم: جو سعید سے نقل کیا گیا ہے اگر وہ صحیح ہو تو وہ ایک تابعی کا مذہب ہے تو اس سے مذہب پر کیسے استدلال ہو سکتا ہے اور یہی جواب دوسرے آثار میں ملحوظِ خاطر رکھنا چاہئے۔

دوازدہم: اس طرح بدائع سے نقل کردہ تیسری عبارت بھی مقصود سے الگ ہے کیونکہ وہ مُلقٰی کی بابت ہے اور اس میں گفتگو نہیں، اس میں یہ بھی ہے کہ "پھر محمد کے نزدیک کثیر وہ ہے جو مطلق پانی پر غالب آجائے اور شیخین کے نزدیک یہ کہ قطروں کی جگہ برتن میں ظاہر ہو جائے اھ۔

میں کہتا ہوں اس میں وجہ یہ ہے کہ محمد کے نزدیک پانی پاک ہے تو اس کی پاکیزگی کا وصف اس وقت تک اس سے سلب نہ ہوگا جب تک کہ اس پر کوئی نجاست غالب نہ آجائے، اور شیخین کے نزدیک نجس ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے، اور نجس کا ایک قطرہ ہی تمام قلیل پانی کو نجس کر دیتا ہے البتہ جو پانی میں ظاہر نہیں ہوتا وہ معتبر نہیں ہوتا ہے جیسے سُوئی کی نوک کے برابر پیشاب کے چھینٹے، تو چونکہ اس سے بچنے میں دشواری ہے اس لئے اس کو معاف کر دیا گیا، تو اس کا ہماری بحث سے کیا تعلق ہے، ہاں قابلِ غور وہ عبارت ہے جو انہوں نے بدائع سے نقل کیا ہے، وہ ایک ضعیف روایت پر جھگڑا ہے اور مسئلہ جحط پر محمد کے قول کی توجیہ ہے کہ مستعمل پانی وہ ہے جس کی ملاقات بدن سے ہوئی ہو اور وہ دوسرے سے کم ہے۔ **میں کہتا ہوں** وبالله التوفیق وھوا لمستعان علی افاضة التحقیق، میں اور میری حقیقت کیا جو

[1] بدائع الصنائع بحث الماء المستعمل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۸

حتی اتکلم بین یدی ھذا الامام الھمام *ملک العلماء الکرام *اعلی اللہ درجاتہ فی دار السلام *و افاض علینا برکاتہ علی الدوام *اٰمین ولکن المذھب قد تقرر *والنقل الصحیح الصریح عن الائمۃ الثلثۃ رضی اللہ تعالی عنھم قد توفر *ورأیت ھذا الامام الجلیل قد وافق الاجلۃ الفحول*فی تلک النقول *عند ذکر المنقول *وعلمت ان ما یقال فی الجدل *اویبدی فی العلل *لایقضی علی نصوص المذھب *بل ربما لایکون المبدی أیضاً الیہ یذھب *کما ھو معلوم عند من خدم ھذا الفن المذھّب فجرّأنی ذلک علی ان اقول وھو:

الثالث عشر:(۱)الامام ملک العلماء قدس سرّہ ھو القائل فی بدائعہ بعد ماذکر سقوط حکم الاستعمال فی مواضع الضرورۃ کالیدفی الاناء للاغتراف والرجل فی البئر لطلب الدلو مانصہ ولو ادخل فی الاناء والبئر بعض جسدہ سوی الید و الرجل افسدہ لانہ لاحاجۃ الیہ وعلی ھذا الاصل تخرج مسألۃ البئر اذا انغمس الجنب فیھا لطلب الدلولا بنیۃ الاغتسال ولیس علی بدنہ نجاسۃ حقیقیۃ والجملۃفیہ أن الرجل المنغمس اما أن یکون طاھرا اولم یکن بان کان علی بدن نجاسۃ حقیقیۃ اوحکمیۃ کالجنابۃ والحدث وکل وجہ علی وجھین اما ان ینغمس لطلب الدلو اوالتبرد او الاغتسال وفی المسألۃ حکمان حکم الماء الذی فی البئر وحکم الداخل فیھا فان کان طاھرا

امام ہمام، علمائے کرام کے بادشاہ، اللہ تعالٰی جنت میں ان کے درجات بلاند فرمائے ہم ان کی برکتوں سے ہمیشہ مستفید ہوتے رہیں آمین، کے سامنے لب کشائی کروں؟ لیکن مذہب ثابت شدہ ہے اور ائمہ ثلثہ کی تصریحاتِ صحیحہ موجود ہیں، اور اس امام جلیل القدر نے نقول کی حد تک ان ائمہ سے اتفاق کیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ہماری بحثوں سے مذہب کی تصریحات باطل نہیں قرار پا سکتی ہیں جیسا کہ اس فن کے خُدّام پر واضح ہے، اس لئے میں کچھ معروضات پیش کرنے کی ضرورت محسوس کرتا ہوں اور وہ یہ ہیں:

میں کہتا ہوں: سیز دہم: امام ملک العلماء قدس سرہ نے بدائع میں ذکر کیا کہ وہ کون سے مقامات ہیں جہاں ضرورتاً پانی کے مستعمل ہونے کا حکم ساقط ہوجاتا ہے، جیسے چُلّو بھرنے کیلئے ہاتھ کا پانی کے برتن میں ڈالنا اور ڈول تلاش کرنے کیلئے پیر کا کنویں میں ڈالنا، پھر انہوں نے فرمایا کہ اگر کسی نے برتن یا کنویں میں اپنا جسم کے بعض حصے کو ڈال دیا ہاتھ پیر کے علاوہ، تو پانی فاسد ہوجائے گا کیونکہ یہ بے ضرورت ہے اور اسی اصل پر کنویں کے مسئلہ کی تخریج کی جائے گی کہ جنب انسان اس میں ڈول کی تلاش میں اُترا ہو بغیر نیت غسل کے بشرطیکہ اس کے جسم پر کوئی حقیقی نجاست موجود نہ ہو، اور خلاصہ یہ کہ اس میں بحث یہ ہے کہ یا تو غوطہ لگانے والا پاک ہوگا یا ناپاک ہوگا، مثلاً یہ کہ اس کے جسم پر حقیقی یا حکمی نجاست موجود ہو جیسے جنابۃ اور حدث، اور ہر وجہ کی پھر دو وجہیں ہیں یا تو غوطہ

وانغمس لطلب الدلو اوللتبرد لایصیر مستعملا بالاجماع لعدم ازالة الحدث واقامة القربة وان انغمس فیھا للاغتسال ^{عــہ} صار الماء مستعملا عند اصحابنا الثلثة رضی الله تعالٰی عنھم لوجود اقامة القربة وعند زفر والشافعی رحمھما الله تعالٰی لایصیر مستعملا لانعدام ازالة الحدث والرجل طاھر فی الوجھین جمیعا [1] اھ۔ فانظر إلی قوله فی المسألة حکمان حکم الماء الذی فی البئر فھل تری ان الذی فی البئر ھو مالاقی سطح بدنه عند الانغماس کلا بل کل مافی البئر وھو المقصود بیان حکمه وقد حکم علیه فی الصورة الثانیة بانه صار مستعملا باجماع ائمتنا الثلثة رضی الله تعالٰی عنھم وفیھم محمد القائل بطھارته وقد حکم بانه بالانغماس سلب ماء البئر طھوریته

ڈول کی تلاش میں لگائے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے اور اس مسئلہ میں دو حکم ہیں ایک تو اُس پانی کا حکم جو کنوئیں میں ہے اور دوسرے اُس شخص کا حکم جو کنویں میں داخل ہوا، اگر وہ پاک ہے اور اس نے ڈول نکالنے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے غوطہ لگایا تھا، تو پانی بالاتفاق مستعمل نہ ہوگا، کیونکہ اس پانی سے نہ تو حدث کا ازالہ کیا گیا ہے اور نہ کوئی قربۃ ادا کی گئی ہے اور اگر اس میں غسل کیلئے غوطہ کھایا تو ہمارے اصحاب ثلثہ کے نزدیک پانی مستعمل ہوجائے گا کیونکہ اس سے قربۃ ادا ہوئی ہے اور زفر اور شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک مستعمل نہ ہوگا کیونکہ اس سے حدث زائل نہیں کیا گیا ہے اور آدمی دونوں صورتوں میں پاک ہے اھ۔ اب ان کے اس قول کو دیکھئے جس میں وُہ فرماتے ہیں: کہ مسئلہ میں دو حکم ہیں ایک تو اس پانی کا حکم جو کنویں میں ہے، تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ کنویں میں وہی پانی ہے جو

(عــہ یرید الاغتسال علی وجه القربة بدلیل التعلیل وھو المراد فی سائر المواضع الاٰتیة دون الاغتسال لازالة درن اودفع حر فانه والتبرد سواء لایفید الاستعمال اذا کان من طاھر لانعدام السببین اھ۔ منه حفظه ربه تبارک وتعالٰی۔(م)

علت کے بیان سے معلوم ہوا ہے کہ قربت کے طور پر غسل مراد ہے اور آئندہ تمام مقامات میں یہی مراد ہے، میل کو دُور کرنے یا گرمی کو دفع کرنے کا غسل مراد نہیں کیونکہ جب طاہر آدمی دفعِ گرمی اور حصولِ ٹھنڈک کیلئے غسل کرے تو پانی مستعمل نہ ہوگا کہ دونوں ازالہ حدث اور اقامت قربت نہیں پائے گئے اھ (ت)

[1] بدائع الصنائع فصل فی الطہارۃ الحقیقیۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶۹/۱

فظھر ان حکم الاستعمال لیسری فی الماء القلیل کله سریان حکم النجاسة باجماع اصحابنا رضی اللہ تعالٰی عنھم فان السریان علی القول بنجاسة الماء المستعمل ظاھر لاخلف فیه وھذا محمد القائل بالطھارة قد حکم بالسریان فکان القول به مجمعا علیه ولم یبق لاحد بالخلاف ید ان بل یظن ان ملک العلماء ماش ھھنا علی جعل طھارة الماء المستعمل متفقا علیھا بین اصحابنا کما قال(۱) فی البدائع ومشائخ العراق لم یحققوا الخلاف فقالوا انه طاھر غیر طھور عند اصحابنا رضی اللہ تعالٰی عنھم حتی روی عن القاضی ابی حازم العراقی انه کان یقول انا نرجو ان لاتثبت روایة نجاسة الماء المستعمل عن ابی حنیفة رضی اللہ تعالٰی عنه وھو اختیار المحققین من مشائخنا بما وراء النھر[1] اھ۔وذلک لان سوق کلامه ھھنا کما قدم لاحاطة احکام الماء والرجل فی جمیع الصور المحتملة ھنا وقد التزم فی کل صورة بیان الخلاف بین ائمتنا الثلثة ان کان وفصل فی شقی الطاھر حکم الماء فقال فی الاوّل لایصیر مستعملا بالاجماع وفی الثانی صار مستعملا عند ائمتنا الثلثة خلافا لزفر والشافعی

غوطہ کے وقت سطحِ بدن سے ملاقی ہوا تھا؟ ہر گز نہیں، بلاکہ کُنویں کا کُل پانی ہے اور اسی کا حکم بیان کرنا مقصود ہے،اور دوسری صورت میں اس پر یہی حکم ہوا ہے کہ وہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مستعمل ہوگیا ہے،ان میں امام محمد بھی شامل ہیں جو اس کی طہارت کے قائل ہیں،اور انہوں نے فرمایا کہ غوطہ کی وجہ سے پانی کے پاک کرنے والی صفت سلب ہو گئی ہے تو ظاہر ہوا کہ استعمال کا حکم تھوڑے پانی میں مکمل طور پر جاری ہوتا ہے، جیسے کہ نجاست کا حکم،اس پر ہمارے اصحاب کا اجماع ہے کیونکہ سرایت کرنا مستعمل پانی کو نجس کہنے کی صورت میں ظاہر ہے،اس میں خلاف نہیں،اور امام محمد جو پانی کی طہارت کے قائل ہیں سرایت کا حکم دے رہے ہیں تو گویا یہ قول اجماعی ہے،اس میں کسی کا خلاف نہیں رہا بلکہ یہاں یہ گمان بھی کیا گیا ہے کہ ملک العلماء نے پانی کے پاک ہونے کو ہمارے اصحاب کے درمیان متفق علیہ قرار دیا ہے جیسا کہ بدائع میں فرمایا ہے،اور مشائخ عراق نے اختلاف کی تحقیق نہیں کی،تو انہوں نے فرمایا کہ یہ طاہر تو ہے مگر طاہر کرنے والا نہیں،یہ ہمارے اصحاب رضی اللہ عنہم کے نزدیک ہے،یہاں تک کہ قاضی ابو حازم العراقی سے مروی ہے کہ وُہ فرماتے تھے کہ ہمیں توقع ہے کہ مستعمل پانی کی نجاست کی روایت ابو حنیفہ کے نزدیک ثابت نہیں ہے اور یہی ہمارے وراء النہر کے محققین مشائخ کا مختار ہے اھ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی الطہارۃ الحقیقۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۷

بقی علیہ بیان حکم الرجل فی المسئلتین عند ائمتنا فجمعھما وقال الرجل طاھر فی الوجھین جمیعا فکما انہ یستحیل عند الذوق السلیم کون ھذا تتمۃ قول زفر والشافعی فیبقی ساکتا عن بیان حکم الرجل فی الوجھین عند ائمتنا رضی اللہ تعالٰی عنھم کذلک یبعد ان یکون ھذا قول بعض دون بعض منھم اذلو کان کذلک لبین الخلاف کما بین فی سائر الصور ولم یأت بہ ھکذا مرسلا لایھام الخلاف اعنی عدم الخلاف مع وجودہ لاسیما مع قرینتی الاجماع والاتفاق فی حکم الماء فی ھذین الوجھین فلا ینقدح فی الذھن الا کونہ وفاقیا بین اصحابنا کقرینتیہ السابقتین وھذا لایتأتی الا علی القول بطھارۃ الماء المستعمل حیث لم یتنجس الماء فلا یحتمل ان ینجس الطاھر بخلاف ماذا قیل بنجاسۃ اذیتطرق القول بان الماء تنجس فنجس فلا یکون الرجل طاھر اوفاقا۔

فان قلت الیس ان حکم الاستعمال انما یعطی بعد الانفصال والبدن کلہ شیئ واحد فی الاغتسال فمادام فیہ لم یکن مستعملا واذا صار مستعملا لم یکن فیہ فعن ھذا یخرج طاھرا مع نجاسۃ الماء المستعمل عندھما فیما یذکر عنھما قلت بلی ولکن اما یتمشی علی قول الامام اما عند ابی یوسف فیثبت

ان کے کلام کی روش جیسا کہ گزرا پانی کے احکام کے احاطہ کیلئے ہے اور مرد کے احکام کی بابت ہے یہ تمام محتمل صورتوں میں ہے، اور انہوں نے یہ التزام کیا ہے کہ ہر صورۃ میں ہمارے ائمہ ثلثہ کا اختلاف بیان کیا ہے اگر واقعۃً اختلاف ہو۔ اور پاک کی دونوں شقوں میں پانی کا حکم تفصیلًا ذکر کیا ہے، پہلی صورت میں کہا بالاجماع مستعمل نہ ہوگا اور دوسری صورت میں کہا مستعمل ہوگیا ہمارے تینوں ائمہ کے نزدیک، اس میں زفر اور شافعی کا خلاف ہے اب ان پر یہ بیان کرنا باقی ہے کہ دونوں مسئلوں میں اُس شخص کا حکم ہمارے ائمہ کے نزدیک کیا ہے، تو ان دونوں کو جمع کردیا اور فرمایا کہ دونوں صورتوں میں وہ شخص پاک ہے، تو جس طرح ذوق سلیم پر یہ گراں ہے کہ اس کو زفر وشافعی کے اقوال کا تتمہ قرار دیا جائے، اور مرد کے حکم میں ہمارے ائمہ دونوں صورتوں میں خاموش رہے، یوں یہ بعید ہے کہ یہ قول بعض کا ہو اور بعض کا نہ ہو، اس لئے کہ اگر ایسا ہوتا تو وہ اختلاف کو ضرور بیان کرتے جیسا کہ تمام صورتوں میں بیان کیا ہے لیکن اس کو انہوں نے اس طرح مطلق ذکر نہ کیا تاکہ خلاف کا ایہام ہو یعنی عدمِ خلاف مع وجود خلاف بالخصوص جبکہ دو قرینے اجماع اور اتفاق کے اس امر پر موجود ہیں کہ دونوں صورتوں میں پانی کا حکم کیا ہے لہٰذا ذہن میں جو خلش ہے وہ اس کی ہے کہ یہ مسئلہ ہمارے اصحاب کے درمیان اتفاقی ہے، جیسے اس کے دو سابقہ قرینے ہیں، اور یہ اُسی صورت میں ہوگا جبکہ مستعمل پانی کی طہارت کا قول کیا جائے اس لئے کہ پانی نجس نہیں ہوا، تو یہ احتمال نہیں ہے

حکم الاستعمال باول ملاقاۃ البدن الماء قال فی البدائع ابویوسف یقول ان ملاقاۃ اول عضو المحدث الماء یوجب صیرورته مستعملا فکذا ملاقاۃ اول عضو الطاھر الماء علی قصد اقامة القربة واذا صار الماء مستعمل باول الملاقاۃ لا تتحقق طھارۃ بقیة الاعضاء بالماء المستعمل [1] اھ فکیف یقول الماء مستعمل والرجل طاھر، وقد قال فی البدائع ان کان علی یدہ نجاسة حکمیة فقط فان ادخلها لطلب الدلوا والتبرد یخرج من الاول(ای الماء الاول فان المسألة مفروضة فی الانغماس فی عدۃ میاہ)طاھرا عند ابی حنیفة و محمد رحمهما الله تعالٰی ھو الصحیح لزوال الجنابة بالانغماس مرۃ واحدۃ وعند ابی یوسف ھو نجس ولا یخرج طاھرا ابدا [2] اھ **فان** حملته ھنا علی حال الضرورۃ لقول البدائع اما ابو یوسف فقد ترک اصله عند الضرورۃ علی مایذکر وروی بشر عنه ان المیاہ کلھا نجسة وھو قیاس مذھبه [3] اھ۔
دفعه [۴۰۹] ان مامر ھھنا ان الماء مستعمل والرجل طاھر عکس مایقول به الامام الثانی حال الضرورۃ الا تری ان مذھبه فی مسألة البئر

کہ وہ پاک کو نجس بنادے، بخلاف اس صورت کے کہ پانی کو نجس کہا جائے کہ اس صورت میں کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ پانی نجس ہوگیا ہے اس لئے اس نے طاہر کو نجس کردیا تو مرد بالاتفاق پاک نہ ہوگا۔ اگر تُو یہ کہے کہ آیا یہ بات درست نہیں کہ پانی پر مستعمل ہونے کا حکم اُسی وقت لگایا جائیگا جب وہ بدن سے جدا ہو، اور بدن غسل کی صورت میں شیئ واحد ہے، تو جب تک پانی بدن پر رہے گا مستعمل نہ ہوگا اور جو مستعمل ہوگا تو بدن پر نہ رہے گا اسی وجہ سے وہ شخص پاک ہوجاتا ہے اور پانی شیخین کے نزدیک نجس ہوجاتا ہے جیسا کہ شیخین کی بابت مشہور ہے۔ میں کہتا ہوں یہ درست ہے، مگر یہ صرف امام ابو حنیفہ کے قول پر چل سکتا ہے کیونکہ ابو یوسف کے نزدیک پانی کے مستعمل ہونے کا حکم بدن سے پہلی ملاقات ہی میں دے دیا جائیگا بدائع میں ہے ابو یوسف نے فرمایا مُحدِث کے پہلے عضو سے ملتے ہی پانی مستعمل ہوجاتا ہے، اور اسی طرح پاک آدمی کے کسی عضو کا بہ نیت ادائیگی قربۃ پانی کو لگنا پانی کو مستعمل بنادیتا ہے اور جب پانی پہلی ملاقات ہی سے مستعمل ہوگیا تو باقی اعضاء کی طہارت پانی سے نہیں ہوسکتی ہے اھ تو پھر وہ کس طرح فرماتے ہیں کہ پانی مستعمل ہوگیا اور مرد پاک ہے۔ اور بدائع میں فرمایا کہ اگر اس کے ہاتھ پر صرف نجاست حکمیہ ہے پھر وہ

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی الطہارۃ الحقیقۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰

[2] بدائع الصنائع فصل فی الطہارۃ الحقیقۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰

[3] بدائع الصنائع فصل فی الطہارۃ الحقیقۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰

جحط الحاء ای ان الماء طاھر علی حالہ والرجل لم یطھر کما کان قال فی البدائع ابو یوسف یقول یجب العمل بھذا الاصل ای ماتقدم من ثبوت الحکم باوّل اللقاء) الا عند الضرورۃ کالجنب والمحدث اذا ادخل یدہ فی الاناء لاغتراف الماء لایصیر مستعملا ولا یزول الحدث الی الماء لمکان الضرورۃ لان ھذا الماء لوصار مستعملا انما یصیر مستعملا بازالۃ الحدث ولو ازال الحدث لتنجس ولو تنجس لایزیل الحدث واذا لم یزل الحدث بقی طاھرا واذ بقی طاھرا یزیل الحدث فیقع الدور فقطعنا الدور من الابتداء فقلنا انہ لایزیل الحدث عنہ فبقی ھو بحالہ والماء علی حالہ[1] اھ۔ وبالجملۃ لااستقامۃ لھذا علی قول ابی یوسف اصلا الابان یقال انہ مبنی علی طھارۃ الماء المستعمل عندھم جمیعا وھو قول صحیح قد قواہ ملک العلماء وجعلہ مختار المحققین وان مشی فی مواضع کثیرۃ علی نسبۃ التنجیس الی الشیخین کما اشتھر فعلی ھذا تکون المسألۃ نصا عن ائمتنا الثلثۃ علی سریان حکم الاستعمال الی جمیع الماء مع طھارتہ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

اس کو کنویں میں ڈول نکالنے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے داخل کرتا ہے تو وہ اول (یعنی پہلا پانی کیونکہ مسئلہ اس مفروضہ پر ہے کہ کئی پانیوں میں ہاتھ ڈبویا) سے پاک نکلے گا، یہ ابو حنیفہ اور محمد کے نزدیک ہے، یہی صحیح ہے کیونکہ جنابت ایک ہی مرتبہ ڈبونے سے زائل ہو گئی اور ابو یوسف کے نزدیک وہ نجس ہے، اور وہ کبھی پاک نہ ہوگا۔ اگر آپ اس کو یہاں ضرورت پر محمول کریں کیونکہ بدائع میں ہے "بہر حال ابو یوسف نے اپنی اصل کو ضرورت کے وقت ترک کیا ہے، جیسا کہ اُن سے مروی ہے اور بشر نے ان سے روایت کی ہے کہ سب کے سب پانی نجس ہیں اور یہی چیز ان کے مذہب سے لگّا کھاتی ہے۔

دفعہ ۸۰۹: جو یہاں گزرا کہ پانی مستعمل ہے اور آدمی پاک ہے، امام ثانی کے قول کے برعکس ہے ضرورت کی حالت میں، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ان کا مذہب کنویں کے مسئلہ "جحط" میں "ح" ہے یعنی پانی اپنی سابقہ حالت پر پاک ہے اور انسان بھی جیسا کہ پہلے تھا ناپاک ہے۔ بدائع میں فرمایا ابو یوسف فرماتے ہیں اس اصل پر عمل لازم ہے (یعنی یہ کہ پہلی ملاقات ہی میں حکم ثابت ہو جاتا ہے) ہاں ضرورت کے وقت اس کو ترک بھی کر سکتے ہیں، جیسے جنب اور بے وضو جب برتن میں سے پانی لینے کیلئے اپنے ہاتھ ڈبوئیں تو پانی مستعمل نہ ہوگا اور حدث بھی زائل نہ ہوگا کیونکہ یہاں ضرورت موجود ہے، کیونکہ یہ پانی اگر مستعمل ہوتا تو حَدَث کے زائل کرنے کی وجہ سے ہوتا، اور اگر یہ حدث کو زائل کرتا تو ناپاک ہو جاتا اور

[1] بدائع الصنائع فصل فی الطھارۃ الحقیقیۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰

الرابع عشر: (۱) ثم قال قدس سرہ فی من انغمس فی ثلثة اٰبار واکثر عندھما (ای الطرفین رضی اللہ تعالٰی عنھما) ان انغمس لطلب الدلو او التبرد فالمیاہ باقیة علی حالھا وان کان الانغماس للاغتسال فالماء الرابع فصاعدا مستعمل لوجود اقامة القربة [1] اھ۔ فانظر علی ای شیئ حکم بکونہ مستعملا الماء الرابع فصاعدا الا خصوص مالاقی منہ سطح البدن۔

قلت والمعنی جمیع المیاہ من اولھا وانما خص الرابع فما فوقہ بالذکر دفعا لتوھم انہ یقتصر حکم الاستعمال علی المیاہ الثلثة الاول اذ لاقربة بعد التثلیث فالرابع وما بعدہ لایصیر مستعملا لعدم السببین فنبّہ علی بطلانہ بان ذلک عند اتحاد المجلس ولا مساغ لہ فی باب الاٰبار

اگر ناپاک ہوتا تو حدث کو زائل نہ کرتا، اور جب حدث کو زائل نہیں کیا تو پاک رہا اور جب پاک رہا تو حدث کو زائل کرے گا تو دور لازم آئے گا، تو ہم نے دور کو ابتداء ہی سے قطع کیا اور وہ اس طرح کہ یہ پانی حدث کو زائل نہیں کرتا ہے تو انسان اپنی حالت پر رہا اور پانی اپنی حالت پر رہا اھ۔ خلاصہ یہ کہ ابو یوسف کے قول پر یہ قول کسی طرح درست نہیں بیٹھتا ہے، اس کی محض ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ پانی ان تمام ائمہ کے نزدیک پاک ہے اور یہی قول صحیح ہے، اس کو ملک العلماء نے قوی قرار دیا اور اس کو محققین کا مختار قرار دیا، اگرچہ اکثر مقامات پر انہوں نے اس پانی کو شیخین کے نزدیک نجس قرار دیا ہے، جیسا کہ مشہور ہے، اس بنا پر یہ مسئلہ اس امر کی تصریح ہوگا کہ ہمارے تینوں ائمہ کے نزدیک استعمال کا حکم تمام پانی میں جاری ہوگا اور انسان پاک رہے گا، واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

چودھواں: پھر قدس سرہ نے فرمایا کہ جس شخص نے تین یا تین سے زیادہ کُنوؤں میں غوطہ لگایا تو ان دونوں (یعنی طرفین) کے نزدیک اگر ڈول کی تلاش میں لگایا ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے، تو پانی اپنی حالت پر باقی رہیں گے، اور اگر غوطہ خوری غسل کیلئے تھی تو چوتھا پانی اور اس کے بعد والے پانی مستعمل ہوں گے کہ ان سے قربت ادا ہوئی ہے اھ۔ تو دیکھے انہوں نے کس چیز پر مستعمل ہونے کا حکم لگایا ہے، چوتھا پانی اور اس سے زائد خاص وہ پانی نہیں جس سے مُحدِث ملا۔

میں کہتا ہوں مراد یہ ہے کہ پہلے پانی سے لے کر تمام پانی مستعمل ہیں، انہوں نے چوتھے اور اُس کے بعد والے کا خصوصی ذکر اس لئے کیا تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ استعمال کا حکم صرف تین پانیوں تک ہی محدود ہے کیونکہ تثلیث کے بعد قربت باقی نہیں رہتی ہے تو چوتھا اور اس کے بعد والا مستعمل نہ ہوگا، کیونکہ اس میں دونوں سبب موجود نہیں ہیں، تو اس کے بطلان پر انہوں

[1] بدائع الصنائع فصل فی الطھارۃ الحقیقیۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰

اقول:(۱)لکن یشکل علیه انه رحمه الله تعالٰی اما ذکر هذا فی من کان علی بدنه نجاسة حقیقیة لان عبارته هکذا وان لم یکن طاهرا فان کان علی بدنه نجاسة حقیقیة وهو جنب اولا فانغمس فی ثلثة ابار اواکثر من ذلک لایخرج من الاولی والثانیة طاهرا بالاجماع ویخرج من الثالثة طاهرا عند ابی حنیفة ومحمد رضی الله تعالٰی عنهما والمیاه الثلثة نجسة لکن نجاستها علی التفاوت علی ماذکرنا وعند ابی یوسف کلها نجسة والرجل نجس سواء انغمس لطلب الدلواوالاغتسال وعندهما ان انغمس لطلب الدلواوالتبرد فالمیاه باقیة علی حالها[1]۔۔۔الخ۔ وکیف تبقی علی حالها والفرض ان علی بدنه نجاسة حقیقیة الا ان یقال انتهی الکلام علیها الی قوله المیاه کلها نجسة والرجل نجس وقوله سواء انغمس لطلب الدلو۔۔۔الخ۔ بیان لعدم اقتصار الحکم عند ابی یوسف علی النجاسة الحقیقیة بل کذلک الحکمیة کما قدمنا ان عند ابی یوسف هو نجس ولا یخرج طاهرا ابدا فلما استطرد هذا ابان خلاف الطرفین فیه ان هذا التعمیم لیس عندهما۔ **ویکدره** ان

نے متنبّہ کیا کہ یہ اتحاد مجلس کی صورت میں ہے،اور یہ چیز مختلف کُنوؤں میں نہیں پائی جاتی ہے۔

میں کہتا ہوں اس پر اشکال یہ ہے کہ انہوں نے یہ حکم اس شخص کا بیان کیا ہے جس کے بدن پر حقیقی نجاست ہو،ان کی عبارت اس طرح ہے "پس اگر وہ پاک نہیں ہے تو یا تواس کے بعدن پر حقیقی نجاست ہوگی،اور وہ جنب ہوگا یا نہیں،ایسا شخص اگر تین کُنوؤں میں غوطہ لگائے یا زیادہ میں تو پہلے اور دوسرے سے بالاجماع پاک نہیں نکلے گا اور تیسرے سے ابو حنیفہ اور محمد کے نزدیک پاک نکلے گااور تینوں پانی نجس ہیں،مگران کی نجاست مختلف ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا،اور ابو یوسف کے نزدیک سب نجس ہیں،اور انسان بھی نجس ہے،خواہ اس نے ڈول نکالنے کیلئے غوطہ لگایا ہو یا غسل کرنے کیلئے،اور طرفین کے نزدیک اگر ڈول نکالنے کیلئے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے غوطہ لگایا تو پانی اپنی حالت سابقہ پر باقی ہے۔۔۔الخ۔ لیکن یہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ فرض یہ کیا گیا ہے کہ اُس کے بدن پر حقیقی نجاست ہے۔ہاں اگر یہ کہا جائے کہ ان کا کلام **المیاہ کلھا نجسة والرجل نجس** پر پورا ہوااور ان کا قول **سواء انغمس لطلب الدلو**۔۔۔الخ۔ اس امر کا بیان ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک حکم نجاستِ حقیقیہ پر مقصور نہیں ہے بلالکہ حکمیہ کا بھی یہی حال ہے جیسا کہ ہم ذکر کر آئے ہیں کہ ابو یوسف کے نزدیک انسان ناپاک ہے تو کبھی پاک نہ ہوگا،اس سے

[1] بدائع الصنائع فصل فی الطہارۃ الحقیقیۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰

الکلام المستطرد اذنفی النجاسة الحکمیة فکیف یقول عندھما ان انغمس لطلب الدلو اوالتبرد فالمیاہ باقیة علی حالھا فان عند الامام رضی اللہ تعالٰی عنه یصیر الماء مستعملا بازالة الحدث وان لم ینوبل کذلک عند محمد ایضا عند التحقیق،(۱)وقدقال فی البدائع فی اٰدمی وقع فی البئر ان کان علی بدنه نجاسة حکمیة فعلی قول من جعل ھذا الماء مستعملا والمستعمل نجسا ینزح ماء البئر کله [1] کما تقدم .فاذا کان ھذافی الواقع بلا قصد فکیف فی المنغمس قصدا للتبرد **ثم**(۲)قد اتی بشق النجاسة الحکمیة بعد ھذا وصرح فیه بالحکم الصحیح علی خلاف ماھنا کما سیأتی وان حمل ماھنا علی الضرورة **فمع** بعده **یاباہ** قوله او التبرد **الا** ان یقال انھم قد ادخلوہ فیھا کما یأتی فبناء علی ھذا التسامح یصح ھذا الحمل غیر انه لایسلم **فان** زید الاستطراد حتی یشمل الطاھر **فمع** ان التعمیم المذکورفی قول الامام الثانی سواء انغمس۔۔۔الخ لم یکن لیشمله قطعا **یعکر علیه** ان الشمول لایخرج المحدث فکیف یصح اطلاق الحکم بان المیاہ باقیة علی حالھا ولا

معلوم ہوا کہ اس میں طرفین کا خلاف ہے، کہ یہ تعمیم اُن دونوں کے نزدیک نہیں ہے۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ کلام مستطرد نجاست حکمیہ کی بابت ہے تو پھر یہ کیسے فرمایا کہ طرفین کے نزدیک اگر ڈول نکالنے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے غوطہ لگایا تو پانی اپنی حالت پر باقی ہیں کیونکہ امام کے نزدیک پانی حدث کے ازالہ سے مستعمل ہوجائیگا اگرچہ اُس نے نیت نہ کی ہو، بلکہ تحقیق یہ ہے کہ امام محمد کے نزدیک بھی یہی حکم ہے، بدائع میں ہے کہ اگر کوئی انسان کُنویں میں گر گیا تو اگر اس کے بدن پر نجاست حکمیہ ہے توجولوگ اس پر پانی کو مستعمل قرار دیتے ہیں اور مستعمل کو نجس کہتے ہیں تو انکے نزدیک کنویں کا کُل پانی نکالا جائیگا جیسا کہ گزرا، اور جب یہ حکم بلا قصد گرنے والے کا ہو تو پھر اس کا کیا حال ہوگا جو ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے قصداً غوطہ لگائے، پھر انہوں نے نجاست حکمیہ والی شق کا ذکر کیا ہے اور وہاں انہوں نے یہاں کے برعکس حکم صحیح کی صراحت کی، جیسا کہ آئے گا، اور اگر یہاں جو کچھ ہے اس کو ضرورت پر محمول کرلیا جائے تو یہ بعید ہونے کے علاوہ اُن کے قول او التبرد کے مناقض ہے، مگر یہ کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے اس کو بھی اسی میں شامل کرلیا ہے، جیسا کہ آئیگا، تو اس تسامح کی بنیاد پر یہ حمل صحیح ہے لیکن محفوظ نہیں، اور اگر استطراد کو زائد کیا جائے اتنا کہ طاہر کو بھی شامل ہوجائے تو ایک تو امام ثانی کے قول کی تعمیم "سواء

[1] بدائع الصنائع فصل امابیان المقدار الذی یصیر به المحل نجسا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۴

وجه لتخصيص الحكم بالطاهر فان الكلام مسوق فى شق وان لم يكن طاهرا وقد قدم حكم الطاهر من قبل.وبالجملة فالعبارة ههنافيها وصل اليه فهى القاصر لاتخلو عن قلق وحزازة ولعلها وقع فيها من قلم الناسخين تغيير وتقديم وتاخير وكم له من نظير فليتأمل والله تعالٰى اعلم بمراد خواص عباده۔

انغمس۔۔۔الخ"اس کو قطعاً شامل نہیں، پھر اس پر یہ بھی اشکال ہے کہ شمول بے وضو کو نہیں نکالے گا تو یہ مطلق حکم کیسے لگایا جاسکتا ہے کہ تمام پانی اپنی حالت پر باقی ہیں،اور حکم کو پاک کے ساتھ مخصوص کردینے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ گفتگو اس شق سے متعلق ہے کہ اگر پاک نہ ہو حالانکہ پاک کا حکم پہلے ہی گزر چکا،اور خلاصہ یہ کہ میری ناقص فہم میں یہاں عبارت اضطراب سے خالی نہیں،اور شاید اس میں ناسخین سے کچھ تغیّر، تقدیم یا تاخیر واقع ہوئی ہے،اور اس کی بہت نظائر ہیں، غور کر اور اللہ تعالٰی زیادہ جانتا ہے اپنے خاص بندوں کے ارادوں کو۔

الخامس عشر: ثم قال(ا) قدس سرہ تحت قوله الماء وان كان على يده نجاسة حكمية فقط مانصه واما حكم المياه فالماء الاول مستعمل عند ابى حنيفة رضى الله تعالٰى عنه لوجود ازالة الحدث والبواقى على حالها لانعدام مايوجب الاستعمال اصلا(اى لان الصورة مفروضةفى الانغماس للتبرد اوطلب الدلو فلانية قربة والحدث قدزال بالاول)وعند ابى يوسف ومحمد المياه كلها على حالها اما عند محمد فظاهر لانه لم يوجد اقامة القربة بشيئ منها واما ابو يوسف فقد ترك اصله عند الضرورة على مايذكر[1] اھ۔ فقد افادان لووجدت نية القربة لصار الماء مستعملا عند الامام الربانىّ

پندرھواں، پھر انہوں نے ان کے گزرے ہوئے قول"وان كان على يده نجاسة حكمية فقط"کے تحت فرمایا بہر حال پانی، تو پہلا پانی امام ابو حنیفہ کے نزدیک مستعمل ہے کیونکہ اس میں حدث کا ازالہ پایا جاتا ہے اور باقی اپنے حال پر باقی ہیں کہ وہاں کوئی ایسا سبب موجود نہیں جس کی بنا پر ان کو مستعمل قرار دیا جائے (یعنی مفروضہ تو یہ ہے کہ ٹھنڈک حاصل کرنے یا ڈول کی طلب میں غوطہ لگایا اور قربۃ کی نیت نہیں ہے،اور حدث پہلے ہی سے زائل ہوگیا) اور ابو یوسف اور محمد کے نزدیک کل پانی اپنی حالت پر ہیں، محمد کے نزدیک تو ظاہر ہے کیونکہ ان سے قربۃ ادا نہیں کی گئی ہے اور ابو یوسف نے ضرورت کی وجہ سے اپنی اصل کو چھوڑا ہے جیسا کہ ذکر کیا جاتا ہے اھ۔ پس انہوں نے بتایا کہ اگر قربۃ کی نیت ہوگی تو پانی مستعمل ہوگا

[1] بدائع الصنائع فصل فی الطہارۃ الحقیقیۃ سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰

ایضاً بل ھو کذلک فان التحقیق انه لایقصر الاستعمال علی نیة القربة کما تقدم۔

امام ربانی کے نزدیک، بلاالکہ حقیقۃً یہی ہے کیونکہ تحقیق یہ ہے کہ مستعمل ہونا نیتِ قربۃ پر موقوف نہیں جیسا کہ گزرا۔

اقول: فهذه صرائح نصوص المسألة عن ائمة المذهب رضی الله تعالٰی عنهم اتی بها ملک العلماء فلا یعارضها ماوقع منه فی تعلیل اوجدل اما الجدل فظاھر (۱) والعلة ان صحت لزمت صحة الحکم ولاعکس لجواز ان تکون ھٰذه باطلة والحکم معللا بعلة اخری وھھنا کذلک فان القول بنجاسة المستعمل معلل بوجوه اخر ذکرت فی البدائع نفسها والهدایة والکافی والتبیین وغیرھا وھذا العلامة قاسم قدرد علی ملک العلماء استدلاله بهذا الحدیث فی رسالته ھذه وقد تقدم قوله انه لایطابق عمومه فروعهم المذکورة فی الماء الکثیر فیحمل علی الکراھة۔۔۔الخ وقال قبله حیث رد بعض کلام البدائع قولا قولا قوله وروی عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم انه قال لایبولن احدکم فی الماء الدائم ولا یغتسلن فیه من الجنابة من غیر فصل بین دائم ودائم۔۔۔الخ یقال علیه انظر ھل انت من اکبر مخالفی ھذا الحدیث حیث قلت انت ومشائخک انه یتوضؤ من الجانب الاخر فی المرئیة ویتوضؤ من ای جانب کان فی غیر المرئیة کما اذا بال فیه انسان اواغتسل جنب ام انت من العاملین

میں کہتا ہوں یہ تصریحات ہیں جو اس مسئلہ میں ائمہ مذہب سے منقول ہیں، ان کو ملک العلماء نے ذکر کیا ہے، ان کے معارض وہ عبارت نہیں ہوسکتی ہے جو انہوں نے علّت کے بیان کے وقت یا جدل کے طور پر بیان کی ہے، جدل کی بات تو ظاہر ہے اور علۃ اگر صحیح ہوئی تو حکم کی صحت کو لازم ہوگی، اور اس کا عکس نہ ہوگا، کیونکہ ممکن ہے کہ یہ علت باطلہ ہو اور حکم دراصل کسی اور علۃ کی وجہ سے ہو، اور یہاں یہی صورت حال ہے، کیونکہ مستعمل پانی کی نجاست کا قول دوسری علتوں کی وجہ سے ہے جو بدائع میں مذکور ہیں، ہدایہ، کافی اور تبیین وغیرہا میں بھی یہی ہے، اور علّامہ قاسم نے اپنے رسالہ میں ملک العلماء کے اس حدیث سے استدلال پر رَد کیا ہے اور ان کا یہ قول گزر چکا ہے کہ اس کے عموم اور ان کے مذکورہ فروع میں مطابقت نہیں پائی جاتی ہے جو ماءِ کثیر سے متعلق ہیں تو اس کو کراہت پر محمول کیا جائے گا الخ اور اس سے قبل فرمایا جہاں انہوں نے بدائع کے بعض کلام کو رد کیا ہے، اور ایک ایک بات کا رد کیا ہے کہ ان کا قول کہ روایت کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص ٹھہرے ہوئے پانی میں ہرگز پیشاب نہ کرے اور نہ ہی غسلِ جنابت کرے، اس میں کوئی تفصیل نہیں ہے ایک ٹھہرے ہوئے اور دوسرے ٹھہرے ہوئے کے درمیان۔۔۔الخ

به فانه لااعجب ممن ليستدل بحديث هو احد من خالفه اهـ وهذا مااشار اليه بقول لايطابق عمومه۔۔۔الخ۔

اس پر یہ کہا جائے گا غور کرو کیا تم اس حدیث کے بڑے مخالفین میں سے ہو۔ کیونکہ تم نے اور تمہارے مشائخ نے کہا ہے کہ اگر نجاست نظر آرہی ہو تو دوسرے کنارے سے وضو کرلے اور اگر نظر نہ آتی ہو تو جس کنارے سے چاہے وضو کرے، جیسے کسی انسان نے اس پانی میں پیشاب کیا یا جنب نے غسل کیا۔ یا تم اس حدیث پر عمل کرنے والوں میں سے ہو، اس سے زیادہ تعجب خیز بات کیا ہوگی کہ جو شخص اس حدیث کا مخالف ہے وہی اس حدیث سے استدلال بھی کرتا ہے اھ اور یہ ہے وہ بات جس کی طرف انہوں نے اپنے قول لايطابق عمومه میں اشارہ کیا تھا الخ۔

اقول: رحمكم الله جاوزتم الحد في الاخذ والرد فاولا(۱) ماقالوه انما هو في الكثير والكثير ملحق بالجاري والحديث في الدائم **ثانيا:** (۲) الكراهة ان اريد بها كراهة التحريم لم يلائم قوله وبذلك اخبر راوي الخبر قال كنا نستحب الى اخر مامر مع انها لاتفيد كم اذ لولم يتغير به الماء لم يكن وجه للنهي عنه الاترى ان الماء الكثير لعدم تغيره يجوز الاغتسال فيه اجماعا كما في البدائع وقد استدل هو على نجاسة الماء المستعمل وشيخكم المحقق على الاطلاق على انسلاب الطهورية عنه بهذا النهي المفيد كراهة التحريم وان اريد بها كراهة التنزيه فعدول عن الحقيقة من دون ضرورة ملجئة ولا يلائمها نون التأكيد في قوله صلى الله تعالى عليه وسلم لايغتسلن وقد دفع العلامة الاكمل في العناية كراهة التنزيه بان تقييده بالدائم ينافيه فان الماء الجاري

میں کہتا ہوں اللہ تم پر رحم کرے تم نے قبول کرنے اور رد کرنے دونوں میں حد سے تجاوز کیا ہے اول تو یہ کہ جو کچھ انہوں نے فرمایا ہے وہ کثیر پانی کی بابت ہے اور کثیر جاری کے حکم میں ہے اور حدیث ٹھہرے ہوئے پانی سے متعلق ہے۔

ثانیاً: اگر کراہت سے مراد کراہت تحریم ہے تو یہ ان کے قول کے موافق نہ ہوگی، اور اسی کی خبر حدیث کے راوی نے دی فرمایا "کنا نستحب الخ" پھر یہ آپ کیلئے مفید نہیں، اس لئے کہ اگر اس کی وجہ سے پانی میں تغیر نہ ہوتا تو اس سے منع کرنے کی کوئی وجہ نہ ہوتی، مثلاً کثیر پانی کہ وہ متغیر نہیں ہوتا اس سے غسل کرنا بالاجماع جائز ہے، جیسا کہ بدائع میں ہے اور اس نے خود اس سے مستعمل پانی کے نجس ہونے پر استدلال کیا ہے اور آپ کے شیخ محقق نے پانی سے طہوریت کے سلب ہوجانے پر استدلال کیا ہے، اور دلیل، یہی نہی ہے جو کراہت تحریمی کو ظاہر کرتی ہے اور اگر اس سے کراہت تنزیہی کا ارادہ کیا جائے تو یہ حقیقت سے بلا اشد ضرورت کے انحراف کرنا ہے

يشاركه فى ذلك المعنى فان البول كما انه ليس بادب فى الماء الدائم فكذلك فى الجارى فلا يكون للتقييد فائدة وكلام الشارع مصون عن ذلك[1] اھ۔ وقد قال فى المجتبى اما البول فيه(۱)فمكروه قليلا كان اوكثيرا دائما اوجاريا وسمى ابو حنيفة رضى الله تعالٰى عنه من يبول فى الماء الجارى جاهلا[2] اھ۔ كمافى ابن الشلبى على التبيين۔

اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول "لایغتسلن میں جو نُون تاکید ہے اس سے بھی اس کی مطابقت نہیں، اور علامہ اکمل نے عنایہ میں کراہت تنزیہ کو دفع کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کو "دائم" کی قید سے مقید کرنا اس کے منافی ہے کیونکہ جاری پانی بھی اس کا شریک ہے کراہۃ تنزیہ میں۔ کیونکہ پیشاب کرنا ٹھہرے ہوئے پانی میں خلافِ ادب ہے اس طرح جاری پانی میں مکروہ ہے تو مقید کرنے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا، اور شارع کا کلام اس سے محفوظ ہے اھ۔ اور مجتبی میں ہے کہ پانی میں خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر، ٹھہرا ہوا ہو یا جاری، پیشاب کرنا مکروہ ہے، اور ابو حنیفہ نے جاری پانی میں پیشاب کرنے والے کو جاہل کہا ہے اھ جیسا کہ ابن شلبی علی التبیین میں ہے۔

اقول:(۲)المقرر عندنا ان نصوص الشارع لانظر فيها الى مفهوم الخالف ويجوز ان يكون ذكر الدائم نظرا الى الحكم الثانى هو النهى عن الاغتسال۔ **وثالثا:** هب(۳)انهم لم يعملوا فى بعض الصور باطلاقه فليس من قيد اطلاقا اوخصص عموما لدليل لاح ممنوعا عن التمسك به فى شيئ اخر هذا وكذا عدم استعمال الماء بوقوع محدث فى البئر عند محمد على تسليمه لم لا تعللونه بما تقرر عندكم وصرحتم به غير مرة ان محمدا لا يقول بالاستعمال الا بنية القربة واى نية للساقط وانتم(۴)المصرحون كما تقدم ان الطاهران انغمس

ثالثا: مان لیا کہ بعض صورتوں میں انہوں نے اس کے اطلاق پر عمل نہیں کیا ہے تو جس نے کسی مطلق کو مقید کیا ہو یا عام کو خاص کیا ہو کسی دلیل کی بناء پر، اس کو یہ ممنوع نہیں ہے کہ وہ اس جگہ سے کسی اور چیز کا استدلال کرے، اور اسی طرح پانی کا مستعمل نہ ہونا کسی مُحدِث کے کنویں میں گرجانے کی وجہ سے محمد کے نزدیک، اگر اس کو تسلیم بھی کرلیا جائے، تو آپ اس کی علت وہ کیوں نہیں بتاتے ہو جو تمہارے نزدیک مقرر ہے، اور

[1] العنایۃ مع فتح القدیر باب الماء الذی یجوزبہ الوضوء نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۴
[2] شلبی علی تبیین الحقائق کتاب الطہارۃ الامیریۃ ببولاق مصر ۱/۲۱

فیھا للاغتسال صار الماء مستعملا عند اصحابنا الثلثۃ رضی اللہ تعالی عنھم فلم لم یقل محمد ثم ان غیر المستعمل اکثر فلا یخرج عن کونہ طھوراً۔

تم نے ایک سے زائد مرتبہ اس کی وضاحت کی ہے کہ محمد فرماتے ہیں کہ پانی اس وقت مستعمل ہوگا جب قربۃ کی نیت ہو،اور جو پانی میں گر جائے اس کی کیانیت ہوگی! اور تم نے تصریح کی ہے جیسا کہ گزرا کہ اگر پاک آدمی کنویں میں غوطہ لگائے نہانے کیلئے تو پانی ہمارے اصحاب ثلثہ کے نزدیک مستعمل ہوجائے گا،تو محمد نے کیوں نہیں کہا پھر غیر مستعمل اکثر ہے تو طہور ہونے سے خارج نہ ہوگا۔

السادس عشر:(۱)الروایۃ الصحیحۃ المعتمدۃ فی مسألۃ جحط رابعۃ لم تشملھا الحروف وھی طم ای ان الرجل طاھر زال حدثہ والماء طاھر غیر طھور قال فی الھدایۃ والکافی والتبیین والسراج وغیرھا انھا اوفق الروایات[1] وفی الدر انہ الاصح[2]

وفی الفتح وشرح المجمع انھا الروایۃ المصححۃ[3] وفی البحر انہ المذھب المختار وانہ الحکم علی الصحیح[4] فانقطعت الشبھۃ رأسا واستقر بحمداللہ عرش التحقیق علی ان الاستعمال یشیع فی الماء القلیل سریان النجاسۃ۔

سولھواں: صحیح روایت اور معتمد روایت مسئلہ جحط میں چوتھی ہے اس کو حروف شامل نہیں اور وہ طم ہیں یعنی انسان پاک ہے اس کا حدث زائل ہوگیا ہے اور پانی پاک تو ہے مگر طھور (پاک کرنے والا) نہیں ہے،ہدایہ،کافی، تبیین اور سراج وغیرہا میں ہے کہ یہ تمام روایتوں میں سب سے زیادہ جامع ہے،اور دُر میں اسی کو اَصَحّ کہا،اور فتح اور شرح مجمع میں کہا کہ یہی مصححہ روایت ہے اور بحر میں اسی کو مذہب مختار قرار دیا ہے اور یہ کہ صحیح قول کے مطابق حکم یہی ہے تو شبہ بالکل منقطع ہوگیا اور یہ امر محقق ہوگیا کہ مستعمل ہونا تھوڑے پانی میں اسی طرح سرایت کرتا ہے جس طرح نجاست سرایت کرتی ہے۔

السابع عشر: فرق قدس سرہ فی الحدث والنجاسۃ حیث تشیع ولا یشیع

سترھواں: قدس سرہ نے حَدَث اور نجاسۃ میں فرق کیا ہے کہ نجاست سرایت کرتی ہے اور حدث

---

[1] شلبی علی تبیین الحقائق کتاب الطہارۃ الامیریہ بولاق مصر ۱/۲۵
[2] دُرمختار باب میاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۷
[3] بحرالرائق کتاب الطھارۃ سعید کمپنی کراچی ۱/۹۷
[4] بحرالرائق کتاب الطھارۃ سعید کمپنی کراچی ۱/۹۸

بان النجس یختلط بالطاھر علی وجہ لایمکن التمییز بینھما فیحکم بنجاسۃ الکل۔

اقول: اولا(۱) الوجہ قاصر عن المدعی فرب نجس لایختلط ورب نجس یختلط ویمکن التمییز فلم یسری الحکم الی جمیع الماء القلیل ارأیتم لووقع فی الغدیر شعرۃ من خنزیر افلا یتنجس الا القدر الذی لاقاھا اذلا شیئ ھناک یختلط فلا یمکن التمییز ھذا لایقول بہ احد منا فان قلت تنجس بھا ماولیھا وھو مختلط بسائر الاجزاء بحیث لایمکن التمییز اقول فصبغ نجس القی فی غدیر یلزم ان لاینجس الامایںصبغ بہ لحصول التمییز باللون فان قلت مالم ینصبغ جاور المنصبغ فسری الحکم الی الکل۔

اقول: ھذہ طریقۃ اخری غیر ماسلک الامام ملک العلماء من ان الحکم بنجاسۃ الکل لعدم التمییز لاللسریان بالجوار وسیأتیک الرد علیھا فی المائع وقد انکرھا فی البدائع بقولہ قدس سرہ الشرع ورد بتنجیس جار النجس لابتنجیس جارجار النجس الا تری(۲) ان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم حکم بطھارۃ

سرایت نہیں کرتا ہے کیونکہ نجس پاک چیز کے ساتھ اس طرح مل جاتا ہے کہ دونوں میں امتیاز نہیں ہوسکتا ہے تو کل پر نجاست کا حکم ہوگا۔

میں کہتا ہوں اول وجہ مدعٰی سے قاصر ہے کہ بہت سے نجس مختلط نہیں ہوتے اور بہت سے نجس مختلط ہوتے ہیں اور ممتاز رہتے ہیں تو حکم قلیل پانی میں مکمل طور پر نہ ہوگا مثلاً تالاب میں خنزیر کا ایک بال گر جائے تو کیا صرف وہی نجس ہوگا جو بال سے متصل ہوا ہو کہ اس میں کوئی چیز مختلط ہونے والی نہیں پائی جاتی ہے لہٰذا امتیاز نہیں ہوسکتا ہے، یہ قول ہم سے کسی کا نہیں، اگر یہ کہا جائے کہ اس سے وہ پانی نجس ہوگا جو اُس سے متصل ہے اور وہ تمام اجزاء سے ملا ہوا ہے کہ تمیز ممکن نہیں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ تھوڑی سی نجس قے کا تالاب میں مل جانا اس امر کو مستلزم ہے کہ صرف اتنا پانی ہی نجس ہو جو اس میں ملا ہو کیونکہ یہاں رنگ کی وجہ سے امتیاز حاصل ہوجائیگا۔ اگر کہا جائے کہ جو پانی قے سے آلود ہوگیا وہ اُس پانی سے مل جائے گا جو آلودہ نہیں ہوا ہے اس طرح کل پانی نجس ہوگیا۔

میں کہتا ہوں یہ ملک العلماء کے راستے کے علاوہ ایک اور راستہ ہے، اور وہ یہ ہے کہ کل پانی کی نجاست کا حکم عدمِ تمیز کی بناء پر ہے اس لئے نہیں کہ متصل پانی میں اس نے سرایت کی ہے، اس کی تردید آپ مائع کے بیان میں پڑھ لیں گے، اور بدائع میں اس کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ شریعت نے ناپاک کے متصل کے ناپاک ہونے کا حکم دیا ہے یہ نہیں کہ متصل کے متصل کی ناپاکی کا حکم دیا ہے مثلاً یہ کہ حضور صلی اللہ

ماجاور السمن الذی جاور الفأرة وحکم بنجاسة ماجاور الفأرة وهذا لان جار جارالنجس لوحکم بنجاسة لحکم ایضا بنجاسة ماجاور جار جار النجس الی مالانهایة له فیودی الی ان قطرة من بول اوفأرة لووقعت فی بحر عظیم ان یتنجس جمیع مائه لاتصال بین اجزائه وذلک فاسد [1] اهـ وقد کان سنح لی فی الرد علی هذا ثلثة اوجه ذکرتها علی هامش نسختی البدائع **اولها**: التقریر فی(۱)الجامد فلا سرایة **وثانیها**:(۲)الشرع جعل الکثیر والجاری لایقبلان النجاسة مالم یتغیر احد اوصافهما والماء القلیل شیئ واحد فقیه جار الجار جار۔ **وثالثها**: ذکر الشیخ الامام هذا لابداء الفرق فی حکم الفأرة والهر والشاة الواقعة فی البئر بنزح عشرین واربعین والکل بان الفارة یجاورها من الماء عشرون دلو الصغر جثتها فحکم بنجاسة هذا القدر لان ماوراءه لم یجاور الفأرة بل جاور ماجاور الفأرة والشرع ورد الی اخرمامر،(۳)فکتبت علیه ان لوفرض عدم التنجیس بالفأرة الاالقدر عشرین لزم فساد الکل للاختلاط بحیث لایمتاز ثم رأیت العلامة ابن امیرالحاج ذکرفی الحلیة الوجهین الاولین بعبارات مطنبة مفیدة کما هو دابه رحمه الله تعالٰی

علیہ وسلم نے اُس پانی کے پاک ہونے کا حکم دیا جو اس گھی سے متصل ہے جو چُوہے سے متصل ہے اور جو گھی چُوہے کے متصل ہے وہ ناپاک ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نجس کے متصل کا متصل اگر اس پر نجاستہ کا حکم لگایا جائے تو جو متصل کے متصل کے ساتھ متصل ہوگا اس پر بھی نجاست کا حکم لگایا جائے گا اور یہ سلسلہ لامتناہی چلے گا، اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ اگر پیشاب کا ایک قطرہ یا چُوہیا بڑے سمندر میں گر جائے تو تمام کا تمام پانی ناپاک ہو جائے گا کیونکہ پانی کے تمام اجزاء ایک دوسرے سے متصل ہیں، اور یہ غلط ہے اھ۔ میں نے اس کی تردید تین طرح کی ہے اور یہ وجوہ میں نے اپنے بدائع کے نسخہ کے حاشیہ پر ذکر کی ہیں: (۱) گفتگو جامد چیز میں ہے تو سرایت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔) ۲) شریعت نے کثیر اور جاری پانی کے بارے میں یہ حکم دیا ہے کہ وہ اس وقت تک ناپاک نہ ہوگا جب تک اس کے اوصاف میں سے کسی ایک وصف میں تبدیلی نہ ہوجائے اور تھوڑا پانی شیئ واحد ہے، اس میں متصل کا متصل، متصل ہے۔) ۳) شیخ امام نے یہ اس لئے بیان کیا ہے کہ چُوہیا، بلّی اور بکری جو کنویں میں گر جائے ان کے حکم میں فرق ظاہر ہو جائے، بیس، چالیس ڈول اور

[1] بدائع الصنائع فصل امابیان المقدار الذی یصیر بہ المحل نجساً ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۵

فقال فی الاول معلوم ان الماء لیس بشیئ کثیف یمنع کثافته سریان النجاسة الواقعة فیه من محلها الذی حلت به الی غیرہ کما فی السمن الجامد لیقع الاقتصار فی التنجیس علی الجار المتصل دون غیرہ بل ھو مائع رقیق لطیف تعین لطافته ورقة اجزائه مع الاضطراب العارض له بواسطة الاخذ منه علی سرایة النجاسة الی سائر اجزائه ثم ذکر الثانی بعد کلام اٰخر[1]۔

کل پانی نکالا جائیگا۔ چُوہیا کے ساتھ پانی کے بیس ڈول متصل ہیں کیونکہ اس کا جسم چھوٹا ہے تو اتنی ہی مقدار پانی کی نکالی جائے گی کیونکہ اس مقدار کے علاوہ پانی چُوہیا کے متصل نہیں ہے بلکہ جو چُوہیا سے متصل ہے اس کے متصل ہے اور حکم شرعی اس کی مثل وارد ہوا ہے۔۔الخ۔ میں نے اس پر لکھا ہے کہ اگر یہ فرض کیا جائے کہ چُوہیا سے صرف بیس ڈولوں کی مقدار نجس ہو گی تو کُل کا فساد لازم آئیگا کہ اختلاط ہوا ہے اور امتیاز ختم ہوگیا۔ پھر میں نے علامہ ابن امیر الحاج کو دیکھا کہ انہوں نے حلیہ میں دو پہلی وجوہ مفصل عبارات سے لکھی ہیں، جیسا کہ ان کا اسلوب ہے، پہلی میں فرمایا یہ معلوم ہے کہ پانی کثیف شیئ نہیں کہ اس کی کثافت اس نجاست کی سرایت کو مانع ہو جو اس میں گری ہے، جیسا جامد گھی، تاکہ ناپاکی صرف متصل تک ہی محدود رہے دوسرے تک تجاوز نہ کرے، بلکہ پانی مائع ہے رقیق ہے لطیف ہے اس کی لطافت واجزاء کی رقت عارض ہونے والے اضطراب کے ساتھ، دوسرے تمام اجزاء تک نجاست کے سرایت کرنے میں معاون ہے، پھر دوسری وجہ دوسرے کلام کے بعد ذکر کی۔ (ت)

والاٰن اقول: (۱) السمن الجامد ھل یقبل التنجس بجوار النجس ام لاعلی الثانی لم امر صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم بتقویر ماحول الفأرة وسلمتم نجاسته وعلی الاول اذا فرض ان جار النجس نجس وھلم جراوجب تنجیس ما یجاور ھذا المأمور بتقویرہ لکونه مجاورا لھذا النجس وان لم یجاور الفارة فلا یجدی الفرق باللطافة والکثافة بل لقائل ان

اور اب **میں کہتا ہوں** منجمد گھی نجس کے ملنے کی وجہ سے نجس ہونے کو قبول کرے گا یا نہیں! دوسری تقدیر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چُوہیا کے ارد گرد کے گھی کو دُور کرنے کا حکم کیوں فرمایا اور تم نے اس کی نجاست تسلیم کرلی، اور پہلی تقدیر پر جب یہ فرض کیا گیا کہ نجس کا پڑوسی نجس ہے اور ھلم جرا تو جو حصہ صفائی والی جگہ سے ملا ہوا ہے اس کو نجس کر دے گا کیونکہ وہ اس نجس کے مجاور ہے اگرچہ چُوہیا کے مجاور نہیں تو لطافت وکثافت کا فرق کچھ مفید نہ ہوگا، بلکہ کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے

---

[1] حلیہ

(۱)یقول اذا تنجس السمن حولها فما یجاور هذا السمن لیس جار جار النجس بل جار النجس وهکذا الی الاخر فان فرق بان السمن متنجس لانجس وجار النجس یتنجس لاجار المتنجس لزم ان لایتنجس الماء اذا القی فیه هذا السمن بعد التقویر لانه لاقی متنجسا لانجسا وبه یظهر مافی کلام ملک العلماء ویطوی هذا البساط من اوله۔

کہ جب چُوہیا کے ارد گرد گھی نجس ہوگیا تو جو اس گھی کے مُجاور ہے وہ نجس کے متصل کا متصل نہیں ہے بلکہ نجس کا متصل ہے اور اسی طرح اخیر تک، اگر یہ فرق کیا جائے کہ گھی متنجس ہے نجس نہیں ہے اور نجس کا متصل نجس ہوتا ہے نہ کہ متنجس کا متصل، تو لازم آئے گا کہ پانی اس وقت نجس نہ ہو جب اس میں گھی نتھارنے کے بعد ملایا جائے کیونکہ اس کی ملاقات متنجس سے ہوئی نجس سے نہیں ہوئی، اس سے ملک العلماء کے کلام کی خامی ظاہر ہوجاتی ہے اور بساط ابتدا سے لپیٹ دی جاتی ہے۔

فاقول: وبالله التوفیق(۲)لیس سبب تنجس الطاهر مجاورته لنجس(۳)الا تری ان لولف ثوب نجس فی ثوب طاهر لم یتنجس الطاهر اذا کانا یابسین بل ولا اذا کانت فی النجس بقیة نداوة یظهر بهافی الطاهر مجرد اثر کمافی الدر والشامی وبیناه فی فتاوٰنا بل هو اکتساب الطاهر حکم النجاسة عند لقاء النجس وذلک یحصل فی الطاهر المائع القلیل بمجرد اللقاء وان کان النجس یابسالا بلةفیه وفی الطاهر الغیر المائع بانتقال البلة النجسة الیه فلا بد لتنجیسه من بلة تنفصل ثم یختلف الامر باختلاف جرم الطاهر لطافة وکثافة فالسرایةفی اللطیف اکثر منهافی الکثیف وکذلک قد یختلف باختلاف زمن التجاور اذا عرفت هذا فالسمن یقور ویلقی منه قدر مایظن سرایة البلة النجسة الیه ویبقی الباقی طاهرا لان التنجس لم یکن

میں کہتا ہوں وبالله التوفیق، پاک کا ناپاک ہونا اس لئے نہیں ہے کہ وہ ناپاک سے متصل ہے مثلًا یہ کہ اگر ایک نجس کپڑا پاک کپڑے میں لپیٹ دیا جائے تو پاک ناپاک نہ ہوگا، اگر وہ دونوں خشک ہیں بلکہ اس صورت میں بھی نجس نہ ہوگا جبکہ ناپاک میں تری باقی ہو جس کا محض اثر پاک پر ظاہر ہو، جیسا کہ دُر اور شامی میں ہے اور ہم نے اس کو اپنے فتاوی میں بیان کیا ہے بلکہ وہ پاک کا نجاست کے حکم کو حاصل کرنا ہے نجس کے ملنے سے اور یہ اُس پاک میں ہوتا ہے جو مائع قلیل ہو، اور یہ محض ملنے سے ہوگا اگرچہ نجس خشک ہو اور اس میں تری نہ ہو، اور طاہر غیر مائع میں نجس تری اس کی طرف منتقل ہوگی تو اس کو ناپاک کرنے کیلئے تری کا ہونا ضروری ہے جو اس سے جُدا ہو، پھر معاملہ پاک کے جرم کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ہوگا، یعنی لطافت وکثافت کے اعتبار سے، تو لطیف میں بہ نسبت کثیف کے سرایت زیادہ ہوگی، اور اسی طرح یہ اختلاف اتصال کے زمانہ کے اختلاف سے بھی پیدا

لمجاورة النجس حتی یقال ان السمن الذی بعدہ مجاور لھذا النجس بل لسرایة البلة وقد (۱) انتھت فظھران استشھاد ملک العلماء بمسألة السمن علی التفرقة بین الفأرة وما فوقھا لاوجه له وانما الاٰبار تتبع الاٰثار، وما احسن ماقال المحقق رحمه اللّٰه تعالٰی فی فتح القدیر فی مسائل البئر من الطریق ان یکون الانسان فی ید النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم واصحابه رضی اللّٰه تعالٰی عنھم کالاعمٰی فی یدالقائد [1] اھ۔ نسأل اللّٰه تعالٰی حسن التوفیق اٰمین۔ **وثانیا:** وھو(۲) الثامن عشر لیس مذھبنا ان النجس اذا وقع فی الماء القلیل لم ینجس منه الاما اتصل به عینا والباقی باق علی طھارته وانما یمتنع استعماله مخافة استعمال النجس لاختلاطه به بحیث لایمکن التمییز بل المذھب قطعا شیوع النجاسة فینجس الکل وحینئذ۔ **اقول:** ماذا(۳) یشیع من النجاسة عینھا ام حکمھا ای یکتسب الماء بمجاورتھا حکمھا الاول باطل قطعا لما علمت من انجاس لاتختلط وایضا قطرة من بول مثلا کیف تمتزج بغدیر کبیر غیر کبیر فان قسمة الاجسام

ہوتا ہے، جب تم نے یہ جان لیا تو گھی کو نتھارا جائے گا اور اس میں سے اتنی مقدار پھینک دی جائے گی جتنی اس کی طرف نجس تری کی سرایت کا گمان ہو اور باقی پاک رہے گا کیونکہ ناپاک ہونا نجس کے اتصال کی وجہ سے نہ تھا کہ یہ کہا جائے کہ اس کے بعد والا گھی اس نجس کے مجاور (متصل) ہے بلاکلہ اس کی نجاست تری کے اس کی طرف آجانے کی وجہ سے ہے اور تری ختم ہوچکی ہے، تو معلوم ہوا کہ ملک العلماء کا استشہاد گھی کے مسئلہ سے چُوہیا اور اس سے بڑے جانور کے مسئلہ میں اختلاف کو ثابت کرنے کے لئے بلاوجہ ہے اور بیشک کُنویں آثار کے تابع ہوتے ہیں، اور محقق نے فتح القدیر میں خوب فرمایا کنویں کے مسئلہ میں، صحیح راستہ یہ ہے کہ انسان حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے ہاتھ میں اس طرح ہاتھ دے دے جیسے اندھا اپنے قائد کے ہاتھ میں ہاتھ دیتا ہے، ہم اللہ تعالٰی سے احسن توفیق کے سائل ہیں۔ اور ثانیا (اور یہی اٹھارھواں ہے) ہمارا مذہب یہ نہیں ہے کہ جب نجاست تھوڑے پانی میں گر جائے تو صرف وہی پانی ناپاک ہوگا جو اس سے متصل ہے اور باقی پاک رہے گا اور اس کا استعمال اس لئے ممنوع ہوگا کہ کہیں اس میں ناپاک مل کر نہ آجائے اور پتا نہ چل سکے، بلاکلہ قطعی مذہب یہ ہے کہ نجاست تمام کو شامل ہوگی۔

اور اس صورت میں **میں کہتا ہوں** کہ نجاستہ کے عموم سے کیا راد ہے کیا عین نجاست عام ہوگی یا اس کا حکم عام ہوگا؟ یعنی قریبی پانی پر بھی اس کا حکم لاگو ہوگا، پہلی صورت تو قطعاً باطل ہے کیونکہ معلوم ہوچکا ہے کہ نجاستوں میں اختلاط نہیں پایا جاتا ہے

[1] فتح القدیر فصل فی البئر نوریہ رضویہ سکھر ۸۶/۱

متناھیة عندنافیستحیل ان یکون فی الصغیر مایساوی عدة حصص الکبیر وللثانی وجھان الانتقال التدریجی ای یکتسب الحکم مایلیھا من الماء من کل جانب ثم الاجزاء التی تلی ھذہ المیاہ تکتسب من ھذہ ثم وثم الی ان ینتھی الی جمیع الماء مالم یبلغ حد الکثرة ام الثبوت الدفعی بان ینجس الکل بوقوع النجس معامن دون توسیط وسائط الاول باطل لانا نعلم قطعا ان بوقوع قطرة من بول مثلافی ھذا الطرف من غدیر طولہ مائة ذراع وعرضہ ذراع الانصف اصبع وعمقہ الف ذراع یتنجس الطرف الاخر واخر القعرمعالاان الشرع یحکم بتأخر تنجس ذلک الطرف بزمان صالح لانتقال الحکم شیئا فشیئا فاذن ثبت ثبوت الحکم للکل معااصالة بدون توسط.ومعلوم من الشرع ان الماء لاینجسہ الاملاقاة النجس وقد افدتم انتم ھھنا ان ملاقاة النجس الطاھر توجب تنجیس الطاھر وان لم یغلب علی الطاھر فوجب ان الملاقاة حصلت لکل الماء دفعة لابالوسائط ومعلوم قطعا ان اللقاء الحسی اٗن الوقوع لیس الا لجزء خفیف والامر اظھرفی نحو الشعرة المذکورة فثبت انھا حین وقعت لاقت جمیع اجزاء الماء القلیل والا لما تنجس الکل معالعدم السبب فظھر وللہ الحمد ان الماء القلیل فی نظر

مثلاً پیشاب کا ایک قطرہ تالاب سے کیسے مختلط ہوگا، کیونکہ ہمارے نزدیک اجسام کی تقسیم متناہی ہے، تو یہ امر محال ہے کہ چھوٹی چیز بڑی چیز کے متعدد حصّوں سے مل جائے اور دُوسری شق میں بھی دو صورتیں ہیں، ایک تو تدریجی انتقال ہے، یعنی جو پانی نجاست کے متصل ہے وہ حکم کو حاصل کرلے ہر طرف سے، پھر اس سے متصل پانی کے دوسرے اجزاان سے حکم کو حاصل کرلیں اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے جب تک کہ یہ حکم تمام پانی کو عام نہ ہوجائے، جب تک حدِ کثرت کو پانی نہ پہنچے یا انتقال دفعۃً اور یکدم ہو کہ نجاست گرتے ہی سارا پانی ناپاک ہوجائے اور درمیان میں کوئی واسطہ نہ آئے، پہلا باطل ہے کیونکہ ہم قطعی طور پر جانتے ہیں کہ اگر پیشاب کا ایک قطرہ ایسے حوض میں گرجائے جس کی لمبائی سَو ہاتھ ہے اور چوڑائی ایک ہاتھ سے ایک انگلی کم اور گہرائی ایک ہزار ہاتھ ہے اب جس کنارے میں وہ قطرہ گرا ہے وہ قطعاً ناپاک ہے اور دوسرا کنارہ بھی ناپاک ہے اور گہرائی کا آخری حصہ تک ناپاک ہے اور یہ سب بیک وقت ہوگا یہ نہیں کہ شریعت دوسرے کنارے کی ناپاکی کا حکم قدرے تاخیر سے دے گی کہ آہستہ آہستہ حکم اس کی طرف منتقل ہو، اس سے معلوم ہوا کہ حکم اصالۃً تمام پانی کیلئے بیک وقت بلا توسط کے منتقل ہوگا، اور یہ بات معلوم ہے کہ شریعت پانی کو اس وقت تک نجس قرار نہیں دیتی ہے جب تک کہ نجاست اس کی طرف منتقل نہ ہو اور آپ نے یہاں فرمایا ہے کہ نجس کا پاک سے ملنا پاک کو نجس

الشرع کشیئ واحد بسیط وان ملاقاۃ جزء منہ ملاقاۃ للکل(۱)فثبت ان المحدث اذا ادخل یدہ مثلافی الغدیر الغیر الکبیر فبمجرد الادخال لاقاھا الماء کلہ فصار جمیعہ مستعملا والحمد للہ علی حسن التفھیم وتواتر الائہ

وبالجملۃ لوکان اللقاء یقتصر علی مااتصل بہ حقیقۃ لم یتنجس بوقوع الشعرۃ الاقطیرات تحیطھا لان سبب التنجیس لیس الاملاقاۃ النجس وھی مقصورۃ علی تلک القطیرات لکنہ باطل قطعا فعلم ان الکل ملاق وانہ لامساغ لان یقال ان غیر الملاقی اکثر من الملاقی وللہ الحمد دائم الباقی والصّلٰوۃ والسلام علی المولی الکریم الواقی، واٰلہ وصحبہ اجمعین الی یوم التلاقی۔

ثالثا وھو(۲)**التاسع عشر** قصر الحکم علی الملاق یحیل الاستعمال، ویسلکہ فی سلک المحال، وذلک لان الاجسام لاتتلاقی الابالسطوح لاستحالۃ تداخل الاجسام وانی یقع السطح من الجسم فماء الوضوء والغسل یجب ان یبقی طھور الان الذی لاقی منہ بدن المحدث سطح والباقی جسم فلا یسلبہ الطھوریۃ لان المستعمل

کردیتا ہے خواہ وہ پاک پر غالب نہ ہوا ہو، تو معلوم ہوا کہ ملاقاۃ تمام پانی سے دفعۃً بلاواسطوں کے ہوئی ہے، اور یہ قطعی معلوم ہے کہ یہ حسی لقاء محض ایک خفیف جزء سے ہے، یہ چیز بال کی مثال سے واضح ہے جو گزر چکی ہے، اس سے ثابت ہوا کہ جب وہ نجاست گری تو کم پانی کے تمام اجزاء سے ملی، ورنہ تو تمام پانی بیک وقت ناپاک نہ ہوتا کیونکہ اس کا سبب موجود نہیں، اس سے ثابت ہوا کہ تھوڑا پانی شارع کی نگاہ میں شیئ واحد ہے اور بسیط ہے اور اس کے ایک جزء کی اس سے ملاقاۃ کُل سے ملاقاۃ ہے تو ثابت ہوا کہ مُحدِث جب اپنا ہاتھ مثلًا چھوٹے تالاب میں ڈالے تو ہاتھ ڈالتے ہی کُل پانی اُس سے مل گیا تو سب مستعمل ہوگیا، اور خلاصہ یہ کہ اگر ملاقاۃ صرف اسی حد تک ہوتی جس سے پانی حقیقۃً ملا ہے تو بال گرنے سے صرف چند قطرات ہی نجس ہوتے جو بال کے گرداگرد ہوتے کیونکہ ناپاکی کا سبب نجس سے ملاقاۃ ہے جو اِن چند قطروں تک محدود ہے، مگر یہ چیز قطعاً باطل ہے، تو معلوم ہوا کہ سارے کا سارا مُلاقی ہے اور اس کے سوا چارہ کار نہیں کہ یہ کہا جائے کہ غیر مُلاقی، ملاقی سے زیادہ ہے۔(ت)

ثالثا، یہی (انیسواں) ہے حکم کا محض ملاقی تک محدود رکھنا استعمال کو محال کرنا ہے کیونکہ اجسام کی ملاقاۃ صرف سطوح سے ہوتی ہے، کیونکہ اجسام میں تداخل محال ہے اور سطح کو جسم سے کتنی نسبت ہے؟ تو وضو اور غسل کا پانی واجب ہے کہ طہور ہے کیونکہ پانی کے جس حصّے کو مُحدِث کا بدن ملا ہے وہ فقط سطح ہے اور باقی جسم ہے تو وہ اس کی طہوریۃ کو سلب نہ کرے گا، کیونکہ مستعمل، اپنے غیر سے

اقل بکثیرۃ من غیرہ۔

فان قلت: نعم ھو الحقیقۃ ولکن الشرع المطھر اعتبر کل الجسم المصبوب علی بدن المحدث مستعملا لانہ شیئ واحد متصل۔

قلت: فکذا کل ماء قلیل شیئ واحد حکما شرعیا متصل حسا عادیا ولم یکن ذلک فی المصبوب للصب بل لقلتہ الا تری ان ماء الغدیر یتنجس کلہ معا بوقوع قطرۃ من نجس وما ھو الا لانہ شیئ واحد لقاء جزء منہ لقاء الکل کما بینا فبا دخال المحدث یدہ فی الاناء لاقاھا کل مافی الاناء لاالسطح المتصل بھا

فقط وفیہ المقصود فان قلت المؤثر الاستعمال وھو بالصب یعد مستعملا لکل المصبوب فیصیر کلہ مستعملا۔

قلت: لادخل لفعل المکلف عندنا انما المؤثر کون الماء القلیل المعدود شرعا شیئا واحدا اسقط فرضا اواقام قربۃ وھذا حاصل فی الوجھین۔

ورابعاوھو (۱) العشرون ماء فی طست اراد المحدث ان یغسل بہ یدہ فلہ فیہ وجھان ان یصبہ علی یدہ فیرد الماء علی الحدث اویدخل یدہ فی الطست فیرد الحدث علی الماء

بہت کم ہے۔اگر کہا جائے کہ حقیقۃ تو ایسا ہی ہے لیکن شریعت نے کل پانی کو جو مُحدِث کے جسم پر بہاگیا ہے مستعمل قرار دیا ہے کیونکہ وہ شیئ واحد ہے اور متصل ہے۔

میں کہتا ہوں اسی طرح ہر تھوڑا پانی حکم شرعی کے اعتبار سے شیئ واحد ہے اور حسّی اعتبار سے متصل ہے اور یہ چیز بہائے پانی میں بہانے کی وجہ سے نہیں ہے بلاکلہ اس کی قلّت کی وجہ سے ہے،اس لئے تالاب کا کل پانی بیک وقت ناپاک ہوجاتا ہے جبکہ اس میں نجاست کا کوئی قطرہ گر جائے،اور یہ اسی لئے ہے کہ وہ شَے واحد کی طرح ہے،اُس کے ایک جُزء سے ملاقات کل سے ملاقات ہے، جیساکہ ہم نے بیان کیا تو جب مُحدِث نے اپنا ہاتھ برتن میں ڈالا تو برتن میں جو کچھ تھا اُس سے ہاتھ کی ملاقات ہوگئی،یہ نہیں کہ صرف اس کی متصل سطح سے ملاقات ہوئی اور اسی میں مقصود ہے،اگر کہا جائے کہ استعمال میں موثر بہانا ہے تو کل بہایا ہوا مستعمل شمار ہوگا تو کل مستعمل ہوگا۔

تو میں کہوں گا ہمارے نزدیک مکلّف کے فعل کا کوئی دخل نہیں، موثر تو صرف یہ ہے کہ تھوڑا پانی شرعاً ایک شَے ہے خواہ وہ فرض کو ساقط کرے یا قربۃ ادا کرے اور یہ دونوں صورتوں میں حاصل ہے۔اور رابعاً اور یہی (بیسواں) ہے،اگر ایک طشت میں پانی ہے اور مُحدِث یہ چاہتا ہے کہ اس سے اپنا ہاتھ دھوئے،تو اس کے دو طریقے ہیں ایک تو یہ کہ اس کو ہاتھ پر بہائے تو پانی حَدَث پر واقع ہوگا اور یا یہ کہ ہاتھ کو طشت میں ڈال دے

فان صبه كله على يده يصير كله مستعملا قطعاً باجماع اصحابنا وان كان يكفيه بعضه وقد اسرف لكن لامساغ لان يقال انما استعمل قدرما يكفيه والفضل بقى على طهوريته فكذا اذا ادخل يده فى كله وغسلها هناك واى فرق بينهما وبالله التوفيق۔

تو حَدَث پانی پر وارد ہو جائیگا تو اگر سب ہاتھ پر بہایا تو کل قطعاً مستعمل ہو جائیگا،اس پر ہمارے اصحاب کا اجماع ہے اگرچہ اس کو بعض کفایت کرتا،اور اس نے اسراف کیا مگر یہ کہنے کا جواز نہیں کہ صرف اتنی مقدار مستعمل ہوئی جو اس کو کفایت کرتی اور باقیماندہ اپنی طہوریت پر رہا تو اسی طرح جب اس نے اپنا ہاتھ سب پانی میں داخل کیا اور اس کو وہاں دھویا،اور ان دونوں میں کیا فرق ہے؟ وبالله التوفيق۔

وخامسا اقول: وبالله التوفيق(۱)وهوالحادى والعشرون: الاستعمال مبنيا للمفعول اى صيرورة الماء مستعملا لايمكن ثبوته لا يلاقى بدن المحدث وهو سطح الماء الباطن لان الاستعمال انسلاب الطهورية فلا يثبت الافيما كان طهورا كما ان الموت لايلحق الاما كان حيا ومعلوم ان الطهوريه صفة جرم الماء قال الله عزوجل "۰اَ۰۰۰ا۰۰۰۰ا۰۰۰۰"[1] وقال تبارک وتعالى ۰يُنَزِّ۰۰مِّنَ ا۰مَآءً۰۰۰[2] لاصفة احدا اطرافه التى لاوجود لها الا بالانتزاع على فرض اتصال الاجسام ولافى الغسل صفة طرف لا يتجزى لانه اسالة ولا اسالة الا بالجسم والا ففيم يمتاز عن المسح،وبعبارة اخرى هل استعمال الماء عدم صلوحه للتوضى به ام سقوط

اور **خامسا میں کہتا ہوں**،وبالله التوفيق،اور یہ (اکیسواں) ہے،استعمال مبنی للمفعول ہے یعنی پانی کے مستعمل ہونے کا ثبوت ممکن نہیں ہے اس چیز کیلئے جو بدن محدث کو ملاقی ہو اور وُہ باطنی پانی کی سطح ہے اس لئے کہ استعمال کے بعد طہوریت کا سلب ہو جانا ہے تو یہ اسی چیز میں ثابت ہوگا جو طہور ہو، جیسے موت اُسی چیز پر طاری ہوتی ہے جو زندہ ہو اور یہ معلوم ہے کہ طہوریت پانی کے جسم کی صفت ہے،اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے

۰اَ۰۰۰ا۰۰۰۰ (ہم نے آسمان سے پاک پانی برسایا) نیز فرمایا ۰يُنَزِّ۰۰مِّنَ ا۰مَآءً۰۰۰ (وہ آسمان سے تم پر پانی برساتا ہے تاکہ تم کو اسی سے پاک کرے) یہ اس کی کسی طرف کی صفت نہیں ہے جس کا وجود محض انتزاعی ہے جبکہ اجسام کا اتصال فرض کیا جائے،اور نہ ہی غسل میں کسی طرف کی صفت ہے جس میں تجزی نہ ہو،اس لئے کہ غسل کا معنی

[1] القرآن ۴۸/۲۵
[2] القرآن ۱۱/۸

الصلوح بعد ثبوته علی الاول کان الملاقی مستعملا قبل ان یلاقی لان السطح لایمکن التوضی به وعلی الثانی لایصیر الملاقی مستعملا ابدا لانه لم یکن صالحا له قط،وبه ظهر ولله الحمد(۱)ان فی مسائل انغماس المحدث والفروع الکثیرة الناطقة بصیر ورة الماء مستعملا بدخول بعض عضو المحدث من دون ضرورة صرف الکل الی معنی ان القدر الملاقی للبدن یصیر مستعملا لابقیة ماء البئر او الزیر،(الغدیر)کما فعله فی الحلیة محتجا بما وقع فی البدائع وتبعه البحرفی البحر صرف ضائع لامساغ له اصلا وفیه(۲)ابطال صرائح النصوص الدائرة السائرةفی الروایات الظاھرة عن جمیع ائمة المذھب رضی الله تعالٰی عنھم حیث حکموا بالاستعمال وحصل بالصرف ان لااستعمال فان صح تاویل الاثبات بالنفی والنقیض بالنقیض صح(۳)ھذا ورحم الله البحر حیث صدر منه فی البحر الاعتراف بالحق ان ھذا التاویل لیس بتاویل بل تبدیل للحکم وتحویل حیث عبر عنه تحت جحط بقوله ان ماء البئر لایصیر مستعملا مطلقا[1]۔۔۔الخ۔ فھذا ھو معنی ذلک التاویل حقیقة ولا مساغ لما انصرف الیه ان المستعمل ماتساقط عن الاعضاء وھو مغلوب فان ما تساقط لم یلاق ایضا انما الملاقی سطح وھو لایقبل الاستعمال۔

بہانا ہے اور بہانا جسم پر ہی ہوگا ورنہ غسل مسح سے کیونکر ممتاز ہوگا؟اور بالفاظِ دیگر،آیا پانی کے مستعمل ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس میں اس بات کی صلاحیت ہی نہیں ہے کہ اس سے وضو کیا جاسکے؟ یا صلاحیت ثابت ہونے کے بعد ساقط ہوئی؟ پہلی صورت میں ملاقی مستعمل ہوگا قبل اس کے کہ ملاقات کرے کیونکہ سطح سے وضو ممکن نہیں اور دوسری تقدیر پر مُلاقی کبھی مستعمل نہ ہوگا کیونکہ اس میں اس کی صلاحیت کبھی نہ تھی،اوراس سے معلوم ہوا کہ مُحدث کا غوطہ لگانا،اور بہت سی فروع جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر ضرورت محدث کے کسی بھی عضو کے پانی میں داخل ہوجانے سے پانی مستعمل ہوجاتا ہے بغیر اس معنی کی طرف پھیرنے کی ضرورت کے کہ جس قدر پانی بدن سے ملا ہے وہ مستعمل ہوگا نہ کہ کنویں کا باقی پانی یا تالاب کا باقی پانی،جیسا کہ حلیہ میں کیا ہے،انہوں نے بدائع کی عبارت سے استدلال کیا ہے،اور محقق نے بحر میں اس کی متابعت کی ہے۔ مگر اس کا کوئی جواز نہیں،اوراس میں صریح نصوص جو تمام ائمہ مذہب سے ظواہر روایت میں ہیں،کاابطال ہے کہ ان سب نے استعمال کا حکم لگایا ہے اور یہ معنی کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ پانی مستعمل نہیں،اگر اثبات کی تاویل نفی سے اور نقیض کی نقیض سے ہوسکتی ہے تو یہ بھی صحیح ہے،علامہ محقق نے بحر میں منصفانہ بات کہی ہے اور فرمایا ہے کہ یہ تاویل نہیں بلاکلہ حکم کی تبدیلی ہے، کیونکہ

[1] بحر الرائق کتاب الطھارت مسئلۃ البئر جحط ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۹۸/۱

وسادسا:(۱)وھو الثانی والعشرون: ماذکر قدس سرہ علی مذھب الامام رضی اللہ تعالٰی عنہ ومن وجوب نزح الماء کلہ یھدم اساس الفرق بین النجاسة العینیة والحدث اذلیس فی بدن المحدث مایختلط بالطاھر علی وجہ لایمکن التمییز وانما یتنجس مایلاقی وقد قصرتموہ علی ماا تصل ببدنہ فکان یجب ان لایتنجس الا ھو واختلاط ماجاورہ من الماء بسائرہ یدفعہ ماذکرتم فی الفرق بین الفأر والھر ولایسری لما افدتم من ان النجس ھو جار النجس لاجار الجار لکن الامام اوجب نزح الکل فوجب القول بان الملاقی کل الماء واذن کما یتنجس کلہ عند الامام فیما یروی عنہ کذلک تنسلب الطھوریة عن کلہ علی مذھبہ المعتمد المفتی بہ لحصول السبب فی الکل،

وبعبارة اخری کما قال قدس سرہ علی روایة الحسن الفرق بین المحدث والجنب کذلک نقول ھنا ان بوقوع المحدث فی البئر ھل ثبت اللقاء للماء کلہ اولا علی الثانی لم وجب نزح الجمیع فقد افدتم ان الجوار لایتعدی وعلی الاول حصل المقصود وبالجملة ھنا

جحط کے تحت انہوں نے فرمایا کہ "کنویں کا پانی مستعمل نہ ہوگا مطلّقا۔۔۔الخ" یہ ہیں اُس تاویل کے حقیقی معنی،اور جو انہوں نے فرمایا ہے اس کا کوئی جواز نہیں۔ وہ فرماتے ہیں مستعمل وہ ہے جو اعضاء سے گرا اور وہ مغلوب تھا کیونکہ جو گرا اس کی ملاقات نہ ہوئی تھی ملاقی تو صرف سطح ہے اور وہ استعمال کو قبول نہیں کرتی ہے۔اور **سادساً**(اور وہ بائیسواں ہے)جو قدس سرہ نے مذہب امام پر ذکر کیا ہے کہ کل پانی نکالا جائے گا وہ نجاست عینیہ اور حَدَث کے فرق کی اساس کو منہدم کرتا ہے کہ بدن محدث میں کوئی ایسی چیز نہیں جو طاہر سے اس طور پر مل جائے کہ تمیز ممکن نہ ہو،اور نجس صرف وہ ہوتا ہے جو اُس سے ملاقی ہو اور تم نے اس کو صرف اُس پر منحصر رکھا ہے جو اُس کے بدن سے ملتا ہے تو چاہئے کہ صرف وہی نجس ہو اور اس پانی کا اختلاط جو باقی بدن سے لگا ہے اس کو وہ فرق دفع کرتا ہے جو تم نے بلّی اور چُوہے میں بیان کیا ہے،اور وہ سرایت نہ کرے گا،کیونکہ آپ نے کہا ہے کہ نجس وہ ہے جو نجس کا پڑوسی ہے نہ کہ پڑوسی کا پڑوسی،لیکن امام نے کل پانی کے نکالنے جانے کو ضروری قرار دیا ہے تو یہ قول لازم ہوا کہ ملاقی کل پانی ہے،اور اس صورت میں جیسے کل پانی امام کے نزدیک نجس ہوتا ہے جیسا کہ اُن سے مروی ہے اسی طرح طہوریت کل پانی سے سلب ہوجائے گی جیسا کہ اُن کا مذہبِ معتمد مفتی بہ ہے کیونکہ سبب کل میں موجود ہے،اور بالفاظِ دیگر جیسا کہ قدس سرہ نے فرمایا حسن کی روایت کے مطابق فرق محدث اور جنب کے درمیان میں۔ اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ محدث کے کنویں میں گرنے سے کیا کل پانی سے لِقاء ثابت ہوگی یا نہیں؟اور بر تقدیر ثانی کنویں کا کل پانی نکالنا کیوں

شیئاًان السبب والحکم اما السبب فمتفق علیه وھو اللقاء وانما الخلف فی الحکم انه التنجس اوانسلاب الطھوریة فان اقتصر السبب علی ما اتصل وجب قصر الحکم علیه ای حکم کان وان شمل احد الحکمین جمیع الماء ثبت ثبوت السبب فی الکل فوجب شمول الحکمین للکل وباللّٰه التوفیق۔

لازم ہوا کیونکہ آپ نے کہا ہے کہ جواز متعدی نہیں ہوتا ہے اور پہلی تقدیر پر مقصود حاصل ہوگیا۔ اور خلاصہ یہ کہ یہاں دو چیزیں ہیں، سبب اور حکم۔ سبب تو متفق علیہ ہے اور وہ ملاقاۃ ہے اور اختلاف صرف حکم میں ہے اور وہ ناپاک ہونا ہے یا طہوریت کا سلب ہونا ہے، اگر سبب متصل پر موقوف ہو تو حکم کا بھی اس پر مقصود کرنا واجب ہوگا، جو بھی حکم ہو، اور اگر ایک حکم تمام پانی کو شامل ہو تو سبب کل میں ہونا ثابت ہوجائے گا تو دونوں حکموں کا کل کو شامل ہونا لازم ہوگا، وباللّٰه التوفیق۔

وسابعاً:(۱)**وھو الثالث والعشرون:** افدتم ان الفأرة یجاورھا من الماء عشرون دلو الصغر جثتھا وفی الدجاجة والسنور المجاورة اکثر لزیادة ضخامةفی جثتھا والادمی یجاور جمیع الماءفی العادة لعظم جثته[1]اھ۔ وذکرتم انه الفقه الخفی فھذا تصریح منکم بان المحدث الواقع فی البئر قد جاور جمیع الماءفیجب ان یصیر جمیعه مستعملا وطاح القول بان المستعمل ما یلاقیه وھو اقل من غیره وایضاً ماء الطست وکثیر من الاجانات لایبلغ عشرین دلوا ولا عشرا وکف الانسان لیس باصغر من فأرة فاذا ادخل محدث یده فی اجانة وجب ان یصیر کله مستعملا ولا مساغ ھھنا للفرق بین النجاستین العینیة والحکمیة فان الجوار

سابعاً(اور وہ تئیسواں ہے) آپ نے کہا ہے کہ چُوہیا سے متصل بیس ڈول پانی ہوتا ہے کیونکہ اس کا جسم چھوٹا ہے اور مُرغی اور بلّی میں ان کی ضخامت کی وجہ سے زائد پانی متصل ہوتا ہے اور آدمی اپنے جُثّہ کے بڑے ہونے کی وجہ سے کل پانی کے متصل ہوتا ہے اھ اور تم نے ذکر کیا ہے کہ یہ فقہ خفی ہے، یہ تمہاری طرف سے اس امر کی صراحت ہے کہ جو محدث کنویں میں گرتا ہے وہ تمام پانی کے مجاور ہوتا ہے تو لازم ہے کہ وہ تمام مستعمل ہو، اور یہ قول غلط ہوا کہ مستعمل وہ ہے جو اس سے ملا ہوا ہے اور وہ اس کے غیر سے اقل ہے اور طشت کا پانی اور بہت سے مٹکوں کا پانی بیس ڈول بلاالکہ دس ڈول کی مقدار تک نہیں ہوتا اور انسان کی ہتھیلی چوہیا سے چھوٹی نہیں ہوتی، تو جب محدث نے اپنا ہاتھ مٹکے میں ڈالا تو واجب ہے کہ اس کا کل مستعمل ہو، اور یہاں کوئی فرق نہیں دو نجاستوں کے درمیان عینیہ

[1] بدائع الصنائع المقدار الذی یصیر بہ المحل نجساً ۱/۷۵

یحصل بین الجسمین لذا تھما ولامدخل فیه لوصف قام باحدھما حتی یختلف باختلافه۔

فان قیل: حقیقة المجاورة لیست الالما اتصل بالجسم وانما سری الی عشرین فی الفأرة واربعین فی الھر والکل فی الادمی لان المیت تنفصل منه بلات وتتفاوت بتفاوت الجثث قال ملک العلماء وجب تنجیس جمیع الماء اذا تفسخ شیئ من ھذہ الواقعات اوانتفخ لان عند ذلک تخرج البلة منھا لرخاوۃفیھا فتجاور جمیع اجزاء الماء وقبل ذلک لایجاور الاقدر ماذکرنا لصلابةفیھا [1]اھ۔ فالمراد بمجاورة عشرین واربعین والکل مجاورة البلة دون الجثة وانما لاقت الجثة مالاقت۔

اقول: فاذن ینتقض ماذکرتم فی وقوع محدث فی البئرعلی قول الامام بنجاسة الماء المستعمل لعدم بلة ھناک تنفصل والحق علی مایظھر للعبد الضعیف غفرله ان الماء ان کان شیئا واحدا متصلا حقیقة کما تزعمه الفلاسفة فلا شک ان لقاء بعضه لقاء کله بل لابعض ھناک لعدم

اور حکمیہ میں، کیونکہ جوار دو جسموں کی ذاتوں کو حاصل ہوتا ہے اور اس میں کسی ایسے وصف کو دخل نہیں جو ان میں سے کسی ایک کے ساتھ قائم ہوتا کہ اس کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ہوجائے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حقیقی مجاورۃ تو اسی چیز کیلئے ہے جو جسم سے متصل ہو، اور یہ بیس ڈول تک چوہیا میں سرایت کرتی ہے اور چالیس تک بلّی میں، اور کل پانی میں آدمی کے گرنے کی صورت میں کیونکہ میت سے تریاں جُدا ہوتی ہیں اور ان میں جُثّوں کے اعتبار سے فرق ہوتا ہے۔ ملک العلماء نے فرمایا کہ ان اشیاء میں سے اگر کوئی چیز پھُول جائے یا پھَٹ جائے تو کل پانی کا نجس قرار دینا ضروری ہے، کیونکہ اس صورت میں ان اشیاء سے تری خارج ہوگی کیونکہ ان میں نرمی ہے اور پانی کے تمام اجزاء سے متصل ہوجائے گی، اور اس سے قبل صرف اس مقدار کے متصل تھی جس کا ہم نے ذکر کیا کیونکہ اس صورت میں یہ اشیاء سخت تھیں اھ۔ تو بیس، چالیس یا کل کی مجاورۃ سے مراد تری کی مجاورۃ ہے نہ کہ جُثّہ کی، جُثّہ تو جس سے ملا ہے سو ملا ہے۔

میں کہتا ہوں جو آپ نے کہا ہے اس پر یہ نقض وارد ہوتا ہے کہ اگر محدث کنویں میں گر جائے تو امام کے قول پر مستعمل پانی نجس ہوجائے گا کیونکہ وہاں کوئی تری موجود نہیں جو محدث سے الگ ہوئی ہو، اور جو حق مجھ پر ظاہر ہوا ہے وہ یہ ہے کہ پانی اگر متصل واحد ہے حقیقۃً جیسا کہ فلاسفہ کا خیال ہے تو اس میں شک نہیں کہ اس کے بعض سے ملاقاۃ کل سے ملاقات

[1] بدائع الصنائع المقدار الذی یصیر به المحل نجساً سعید کمپنی کراچی ۱/۷۵

التجزی بالفعل وان کاناجزاء متفرقة کما ھو عندنا ان تألف الاجسام من جواھر فردة تتجاور ولا تتلاصق لاستحالة اتصال جزئین۔

اقول: وکل ماتجشمه الفلاسفة وخدمھم من اقامة براھین ھندسیة وغیرھا علی استحالة الجزء وقد اوصلھا الشیرازی فی شرح الغوایة المسماة ھدایة الحکمة الی اثنی عشرو سماھا حججا انما تدل علی استحالة الاتصال دون امتناع نفس وجود الاجزاء ومبنی الھندسة علی توھم خطوط متصلة ولا حاجة لھا الی وجودھا عینا فضلا عن اتصالھا کالھیأة تبتنی علی توھم مناطق ومحاور واقطاب ودوائر وان لم یکن لھا وجود عینی بل اولی فان الھندسة تستغنی عن وجودھا بوجود المناشی ایضا فلا یرد علینا شیئ من ذلک وللہ الحمد(۲)وقد اغفل ذلک کثیر من المتکلمین فاحتاروا فی دفع شبه المتفلسفین و باللہ التوفیق، بل الجسم عـــه

متصور ہوگی، بلالکہ یہاں بعض کا تصوّر ہی نہیں کیونکہ بالفعل تجزی نہیں ہے اور اگر متفرق اجزاء ہوں جیسا کہ ہمارے نزدیک ہے کیونکہ ہمارے نزدیک اجسام جواہر منفردہ سے مرکب ہیں تو اس صورت میں اجزاء مجاور ہوں گے لیکن متصل نہیں ہونگے، کیونکہ دواجزاء کا اتصال محال ہے۔

میں کہتا ہوں فلاسفہ نے جوتگ ودَو کی ہے کہ براہین ہندسیہ سے جزء کا ابطال کیا ہے، اور شیرازی نے شرح الغوایہ جس کا نام "ہدایۃ الحکمۃ" ہے ایسے بارہ دلائل قائم کئے ہیں اور ان کا نام حجۃ رکھا ہے، اُن سے صرف اجزاء کا اتصال محال ثابت ہوتا ہے نفس جزء کا استحالہ ثابت نہیں ہوتا ہے اور ہندسہ کی بنیاد خطوط متصلہ کے توہم پر ہے، اور ان کا موجود ہونا خارج میں کچھ ضروری نہیں چہ جائیکہ ان کا اتصال، جیسے علم ھیأۃ کا دارومدار، منطقوں، محوروں، قطبوں اور دوائر کے توہم پر مبنی ہے اگرچہ ان کا خارجی وجود نہ ہو، بلکہ اس سے بھی اولیٰ ہے کیونکہ علمِ ہندسہ ان کے وجود سے ان کے منشاء کے وجود سے بھی مستغنی ہے، توان میں سے کوئی چیز ہم پر وارد نہیں ہوتی وللہ الحمد، اس سے بہت متکلمین غافل رہے اور متفلسفین کے

عـــه **تنبیه:**(۳)فان قلت کیف یری الجسم و الجزء لایری اقول اولا جرت السنة فی بصر البشر ان شیئا بالغ النھایة فی الدقة اذا کان منفردا لم یحط به البصر واذا اجتمع امثالھا وکثرت ظھرت کما اذا کان فی جلد ثورا بیض نقطة سوداء کرأس الابرة لاتحس وان کثرت

تنبیہ اگر تو کہے کہ جسم کیسے دکھائی دیتا ہے جبکہ جزء تو نظر نہیں آتی **اوّلاً** میں کہتا ہوں کہ نگاہ انسانی فطری طور پر انتہائی باریک چیز کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے جبکہ وہ چیز منفرد ہو۔ لیکن اگر اس چیز کے ساتھ اس کی متعدد امثال مجتمع ہوں تو وہ ظاہر ہوجاتی ہے، جیسے (باقی برصفحہ آیندہ)

عندنا اجزاء متفرقة حقيقة متصلة حسا کما	اعتراضات کے رد میں حیران رہ گئے،

(باقی حاشیہ صفحہ گزشتہ) امثالها متجاورات ابصرت بل قدلا یری من البعد الا لونها وهو السواد وهذا ظاهر فی الهباء فان فیه ذرات قلائل تری کریة الشکل وعامته لایحس البصر اشکالها بل لونا سحابیا ککواکب المجرة والنثرة ولو تفرد شیئ منها ماامکن عادة ان یبصرو بتکاثرها وتراکمها تری کعمود بنیک وبین الکوة مثل السحاب بل السحاب نفسه من ذلک فان البخار اجزاء متفرقة ولا تبصر واحد منها وبتراکمها تری سحبا کالجبال ولعل الوجه فیه ان المنفرد یقتضی خصوص النظر الیه فاذا کان علی هذا القدر من الدقة انطبق الخطان الشعاعیان الواصلان الیه و انعدمت زاویة الرؤیة کما هو السبب فی انتفاء زاویة اختلاف المنظر لما فوق الشمس فاتحد تقویماه المرئی والحقیقی واذا کثرت وانبسطت وقعت بین ساقی مثلث ذی زاویة مبصرة فابصرت **وثانیًا**: هذا علی طریقتهم فان سلموا والا فانما اصلنا الایمانی ان الابصار وکل شیئ بارادة الله تعالٰی وحده لاغیر فان شاء رأی الاعمی فی لیلة ظلماء عین نملة سوداء وان لم یشاء عمیت الزرقاء فی رابعة النهار عن جبل بالغ افق السماء فاذا اراد ان لاتری

سفید بیل کی جلد پر سُوئی کے سرے کے برابر سیاہ نقطہ دکھائی نہیں دیتا لیکن اگر متعدد سیاہ نقطے مجتمع ہوجائیں تو نظر آنے لگتے ہیں، بلاکہ دُور سے تو محض ان کا سیاہ رنگ ہی دکھائی دیتا ہے۔ یہ بات غبار میں ظاہر ہے کیونکہ اس میں چھوٹے چھوٹے کروی الشکل ذرات ہوتے ہیں جن میں سے اکثر کی شکلوں کو آنکھ محسوس نہیں کرتی بلکہ بادلوں کی مانند ان کا رنگ دکھائی دیتا ہے جیسے کہکشاں اور بکھرے ہوئے ستارے، ان میں سے کوئی بھی اگر منفرد ہو تو عادتاً اس کا دکھائی دینا ناممکن ہے۔ البتہ کثرت واجتماعیت کی وجہ سے نظر آجاتے ہیں، جیسے تیرے اور روشندان کے درمیان روشنی کا ستون بادل کی مثل دکھائی دیتا ہے، بلکہ خود بادل بھی اسی قبیل سے ہے کیونکہ بخارات متفرق اجزاء ہوتے ہیں جن میں سے کوئی ایک دکھائی نہیں دیتا مگر مجتمع ہو کر پہاڑوں جیسے بادل نظر آتے ہیں، شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ منفرد چیز خصوصی نظر کا تقاضا کرتی ہے جب وہ نہایت باریک ہو تو دونوں آنکھوں سے نکلنے والی شعاعیں اس تک پہنچ کر باہم منطبق ہوجاتی ہیں اور زاویہ نظر معدوم ہوجاتا ہے جیسا کہ مافوق الشمس اختلافِ منظر کے زاویہ کے منتفی ہونے کا یہی سبب ہے۔ پس اس کی حقیقی اور مرئی تقویمیں متحد ہوجاتی ہے اور جب یہ اجزاء کثیر اور پھیلے ہوئے ہوں تو بصری زاویہ والی مثلث کے دو خطوں کے درمیان واقع ہونے پر دکھائی دینے لگتے ہیں۔ **ثانیاً** مذکورہ بالا (باقی بر صفحہ آیندہ)

تری فی الھباء عند دخول الشمس من کوۃ بل وفی الدخان والبخار والغبار فح لااتصال حقیقۃ لشیئ من الماء بشیئ من البدن فلو اعتبرت الحقیقۃ لم یتنجس الماء بوقوع شیئ من الخبث فظھر ان الشرع المطھر قد اعتبر ھھنا الحس ولا شک ان کلہ فی الحس شیئ واحد کما ھو فی الحقیقۃ عند المتفلسفۃ ولیس ثم حاجز ینتھی الجوار الحسی بالبلوغ الیہ فوجب ان یکون علی ھذا ایضا لقاء بعضہ لقاء کلہ بل لابعض لعدم التجزی حسا اما الکثیر فجعلہ الشرع لایحتمل الخبث فلا یضرہ الجوار الحسی وبہ(۱) استقر عرش التحقیق علی ان الماء الکثیر لایتنجس شیئ منہ بوقوع النجاسۃ ولو مرئیۃ حتی ماحولھا مما یلیھا ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق وھنا تم الکلام مع الامام الھمام، ملک العلماء الکرام، نفعنا اللہ تعالٰی ببرکاتہ علی الدوام، فی دار السلام، امین۔	ہمارے نزدیک جسم اجزائے متفرقہ حقیقۃً متصلہ حِسّاً سے عبارت ہے جیسے کمرہ کے سوراخ سے روشنی کی کرن جب اندر داخل ہوتی ہے تو اس میں ذرات نظر آتے ہیں، بلالکہ دھوئیں، بخارات اور غبار میں بھی نظر آتے ہیں، لہٰذا پانی حقیقی طور پر بدن سے متصل نہیں ہے، تو اگر حقیقت کا اعتبار کیا جائے تو پانی کسی بھی گندی چیز کے گرنے سے نجس نہ ہو، پس معلوم ہوا کہ شریعت مطہرہ نے یہاں حِسّ کا اعتبار کیا ہے، اور اس میں شک نہیں کہ حِسّ کے نزدیک کل ایک چیز ہے جیسا کہ متفلسفہ کے نزدیک حقیقت یہی ہے اور وہاں کوئی ایسی روک بھی موجود نہیں جہاں پہنچ کر جوار حسی رک جائے تو اس بنا پر لازم ہوا کہ بعض کی ملاقات کل کی ملاقات قرار پائے، بلالکہ وہاں بعض ہے ہی نہیں کیونکہ تجزّی نہیں ہے حِسّاً، اور رہا کثیر تو شرع نے فرمایا ہے کہ اس میں نجاست اثر نہیں کرے گی تو اس کو جوار حسّی کچھ مضر نہ ہوگا، اس تحقیق عرش نشیں سے معلوم ہوا کہ کثیر پانی نجاست کے گرنے سے نجس نہ ہوگا خواہ وہ نظر آنے والی ہو، یہاں تک کہ نجاست کا گردوپیش بھی نجس نہ ہوگا، اسی طرح تحقیق ہونی چاہئے یہاں تک کہ امام ہمام ملک العلماء کے ساتھ گفتگو مکمل ہوئی، اللہ تعالٰی ان کی برکات سے ہم کو ہمیشہ جنت تک مستفید فرمائے۔ آمین

(باقی حاشیہ صفحہ گزشتہ) الاجزاء علی الانفراد واذا تجسمت اُبصرت یکون کما اراد اھ منہ حفظہ ربہ تبارک وتعالٰی (م)

دلیل فلاسفہ کے مذہب کے مطابق ہے اگر مان لیں تو فبہا و گرنہ ہماری ایمانی دلیل یہ ہے کہ نگاہیں اور تمام چیزیں اللہ تبارک وتعالٰی کے ارادے کے تابع ہیں۔ اگر وہ چاہے تو ایک اندھا تاریک رات میں سیاہ چیونٹی کی آنکھ کو دیکھ سکتا ہے اور اگر وہ نہ چاہے تو دن کی روشنی میں فلک بوس پہاڑ سے نیلگوں آسمان کو بھی نہیں دیکھا جاسکتا چونکہ اس نے چاہا کہ اجزاء انفرادی طور پر نظر نہ آئیں اور جب وہ مجتمع ہو جائیں تو نظر آنے لگیں لہٰذا جیسا اس نے چاہا ویسا ہی واقع ہوا۔ (ت)

الرابع والعشرون: یمکن الجواب عن الاستناد الیٰ کلام البدائع بما عــہ اوردہ فی البحر ولم یردّہ وان لم یردہ اذ نقل عن اسرار القاضی الامام الدبوسی ما تقدم ان محمدا یقول لما اغتسل فی الماء القلیل صار الکل مستعملا حکما ثم قال فھذہ العبارۃ کشفت اللبس واوضحت کل تخمین وحدس فانھا افادت ان مقتضی مذھب محمد ان الماء لایصیر مستعملا باختلاط القلیل من الماء المستعمل الا ان محمدا حکم بان الکل صار مستعملا حکما لاحقیقۃ فما فی البدائع محمول علی ان مقتضی مذھب محمد عدم الاستعمال الا انه یقول بخلافه[2]اھ۔ قال فی منحۃ الخالق یعنی ان صاحب البدائع نسب الی محمد عدم الاستعمال بناء علی مااقتضاہ مذھبه من ان المستعمل لایفسد الماء مالم یغلبه اویساوہ لکن محمد ا ما قال بذلک الذی	چوبیسواں، صاحب بدائع کے کلام کی طرف جو منسوب ہے اس کا بیان صاحبِ بحر کے بیان سے ممکن ہے جس کو انہوں نے رَد نہیں کیا اگرچہ صاحب بحر نے یہ ارادہ نہیں کیونکہ انہوں نے قاضی امام دبّوسی کی اسرار سے نقل کیا ہے جو گزرا کہ امام محمد فرماتے ہیں تھوڑا پانی ہو اور اس میں کوئی غسل کرے تو کل حکما مستعمل ہوگا، تواس عبارت نے التباس کو ختم کردیا ہے، اس عبارت سے معلوم ہوا کہ محمد کے مذہب کا مقتضٰی یہ ہے کہ تھوڑے سے مستعمل پانی کے مل جانے سے پانی مستعمل نہ ہوگا، مگر محمد نے حکم کیا ہے کہ کل حکماً مستعمل ہوگا نہ کہ حقیقۃً، تو جو کچھ بدائع میں ہے وہ یہ ہے کہ محمد کے مذہب کا مقتضٰی یہ ہے کہ پانی مستعمل نہ ہوگا، مگر وہ کہتے اس کے خلاف ہیں اھ منحۃ الخالق میں فرمایا یعنی صاحبِ بدائع نے محمد کی طرف عدمِ استعمال کی طرف منسوب کیا، جیسا کہ ان کے مذہب کا مقتضٰی ہے کہ مستعمل پانی، پانی کو فاسد نہ کرے گا تاوقتیکہ اس پر غالب ہوجائے، یا اس کے برابر ہوجائے، لیکن محمد نے یہ نہیں فرمایا ہے حالانکہ یہ اُن کے مذہب کا مقتضٰی ہے بلاالکہ اس صورت میں

عــہ ذکرہ رحمه اللہ تعالٰی فی ضمن سؤال وعدل فی الجواب الی حمل الروایات المتواترۃ الظاھرۃ علی الضعیفۃ النادرۃ وغیر ذلک مما یأتیک الجواب عنه ان شاء اللہ اھ منه غفرلہ۔(م)	انہوں نے اس کو سوال کے ضمن میں ذکر کیا ہے اور جواب میں روایت متواترہ ظاہرہ کو روایت ضعیفہ نادرہ وغیرہ پر محمول کرنے کی طرف عدول کیا ہے جس کا جواب ان شاء اللہ تعالٰی آپ کو دیا جائے گا اھ منہ غفرلہ (ت)

[1] بحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۱

[2] بحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۲

اقتضاہ مذھبہ بل قال فی ھذہ الصورۃ انہ صار مستعملا حکما کما صرحت بہ عبارۃ الدبوسی [1] اھ۔	انہوں نے فرمایا کہ یہ حکماً مستعمل ہوگیا جیسا کہ دبّوسی کی عبارت سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے۔
اقول: ثبوت الاستعمال باللقاء، وحقیقۃ عــہ اللقاء لتلک الاجزاء، والحکم ثبت لجمیع الماء، لان القلیل شیئ واحد فی اعتبار الشریعۃ الغراء، کما اسلفنا تحقیقہ، ونورنا لک طریقہ، لان الحکم منتف حقیقۃ، فیکون اثباتہ مجازفۃ سحیقۃ۔	**میں کہتا ہوں** استعمال کا ثبوت ملاقاۃ سے ہوتا ہے، اور حقیقۃ ملاقاۃ ان اجزاء سے ہوتی ہے اور حکم تمام پانی کے لئے ثابت ہوتا ہے کیونکہ شریعت میں قلیل شے واحد ہے، جیسا کہ ہم اس کی تحقیق اور نورانی طریقہ بیان کر آئے ہیں، کیونکہ حکم حقیقی طور پر منتفی ہے تو اس حکم کو ثابت کرنا اندازاً ہوگا۔
المطبق علیھا سلف المذھب وخلفہ الی روایۃ نجاسۃ الماء المستعمل شیئ عجیب من مثلہ المحقق۔ **الخامس والعشرون:** محاولۃ العلامۃ رحمہ اللہ تعالٰی رد جمیع تلک الفروع المتواترۃ الدائرۃ فی عامۃ کتب المذھب المنصوص علیھا عن جمیع ائمۃ المذھب	**پچیسواں** ـــــــ وہ تمام فروع جو تواتر کے ساتھ عام کتبِ مذہب میں مذکور ہیں اور ائمہ شراح نے ان کو ذکر کیا ہے، اور تمام ائمہ مذہب سے منصوص ہیں جن پر سلف مذہب اور خلف مذہب متفق ہیں ان سب کو انہوں نے مستعمل پانی کے نجس ہونے والی روایت کی طرف راجع کیا ہے، علامہ جیسے محقق سے یہ بات بعید ہے۔
فاقول اولا: (۱) کیف یسوغ ان ترد بھذہ الکثرۃ وتدور فی جمیع کتب المذھب وتتداولھا الائمۃ والشراح ولا ینبہ احد انھا تبتنی علی روایۃ ضعیفۃ متروکۃ بل یذکرونھا ویقرونھا ویفرعون علیھا وعند الحجاج والحاج یفزعون الیھا فرد جمیع ذلک بعید	میں کہتا ہوں اوّلا یہ کیسے ممکن ہے کہ یہ فروع اس کثرت سے تمام کتب مذہب میں ذکر کی جائیں اور ائمہ وشُرّاح ان کو قبول کریں اور کسی کو یہ خبر نہ ہو کہ یہ ضعیف ومتروک روایت پر مبنی ہیں، بلاکہ وہ حضرات ان کو مسلسل ذکر کرتے چلے جائیں اور ان پر مزید تفریعات کرتے چلے جائیں اور مناظروں میں ان کو پیش کرتے رہیں

عــہ ای الحسیۃ العرفیۃ اھ منہ غفرلہ (م)

یعنی حقیقۃ حسی عرفی۔ (ت)

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۲/۱

کل البعد۔**وثانیا**: ھو منصوص علیہ فی الروایۃ الظاھرۃ وما روایۃ التنجیس الانادرۃ روی ھذہ الحسن ونص علی ذلک محمد فی الاصل وثالثا: تظافرت علیہ التصحیحات کما قدمنا عن البحر عن الخبازی عن القدوری عن الجرجانی وعن الحلیۃ عن ابی الحسین عن ابی عبداللہ وعن خزانۃ المفتین ومتن الملتقی وعن البحرانہ المذھب المختار فکیف یبتنی علی روایۃ متروکۃ، **ورابعا**: توافرت فیہ نقول الاتفاق علیہ وانہ مذھب اصحابنا جمیعا کما سبق عن النھایۃ والعنایۃ والھندیۃ ومجمع الانھر والدر المختار وغیرھا وعن البحر عن البدائع وعنہ عن العنایۃ والدرایۃ وغیرھا وعن الحلیۃ وعن البحر عن الخبازی کلاھما عن ابی الحسین عن الجرجانی وعن شیخکم المحقق انہ قولنا جمیعا فکیف یجوز رجعہ الی روایۃ متروکۃ، **وخامسا**: اکثروا من عزوہ لمحمد کمامر عن الفوائد الظھیریۃ عن شیخ الاسلام خواھر زادہ وابی بکر الرازی وشمس الائمۃ السرخسی وعن الزیلعی وشیخکم المحقق حیث اطلق وعن البحر عن الاسبیجابی والولوالجی وحیث حکم محمد بسقوط حکم الاستعمال عللوہ با لضرورۃ کما سلف عن البحروالنھر والفتح و التبیین والکافی والبرھان

توان سب کو روایت نجاست کی طرف لوٹانا سخت بعید ہے۔
اور **ثانیاً** یہ ظاہر روایت میں نص ہے اور تنجیس کی روایت نادرہ ہے،اس کو حسن نے روایت کیا،اصل میں محمد نے اس پر نص کی۔اور **ثالثاً** اس پر پے در پے تصحیحات موجود ہیں جیسا کہ ہم نے بحر،خبازی،قدوری،جرجانی،حلیہ،ابی الحسین،ابی عبداللہ،خزانۃ المفتین،اور متن ملتقی کے حوالوں سے نقل کیا،اور بحر سے نقل کیا کہ یہی مذہب مختار ہے تو پھر یہ متروک روایت پر کس طرح مبنی ہوسکتا ہے۔
اور **رابعاً** متفقہ نقول کثرت سے ہیں یہی ہمارے تمام اصحاب کا مذہب ہے جیسا کہ گزرا نہایہ،عنایہ،ہندیہ،مجمع الانہر،درمختار وغیرہ سے اور بحر نے بدائع،عنایہ ودرایہ اور حلیہ سے اور بحر وخبازی دونوں نے ابو الحسن،جرجانی اور شیخ محقق سے یہ تمام کا قول ہے تو متروکہ روایت کی طرف اس کو راجع کرنا کیسے جائز ہوسکتا ہےاور **خامساً** اکثر نے اس کو محمد کی طرف منسوب کیا ہے جیسا کہ فوائد ظہیریہ،شیخ الاسلام،خواہر زادہ،ابو بکر رازی،شمس الائمہ سرخسی،زیلعی اور تمہارے شیخ محقق،بحر،اسیجابی،ولوالجی سے گزرا،اور جہاں محمد نے استعمال کا حکم ساقط ہونے کی بات کی اس کو انہوں نے ضرورت پر محمول کیا جیسا کہ بحر،نہر، فتح، تبیین،کافی،برہان،حلیہ،فوائد،صغری،خبازی،قدوری،جرجانی،شمس الائمہ حلوانی سے گزرااور بحر سے سرخسی سے اصل میں امام محمد کی نص سے گزرا اور بحر سے دبوسی سے گزرا کہ محمد فرماتے ہیں کُل حکماً مستعمل ہوگااور بحر میں

والحلیۃ والفوائد والصغری والخبازی والقدوری والجرجانی وشمس الائمۃ الحلوانی و عن البحر عن السرخسی عن نص محمد فی الاصل وعن البحر عن الدبوسی ان محمدا یقول صار الکل مستعملا حکما وقد قال عـہ فی البحر ان ھذہ العبارۃ کشفت اللبس واوضحت کل تخمین وحدس [1] ومعلوم ان محمدا لم یقل قط بالتنجیس فکیف تحمل علیہ وبہ(۱)ظھر الجواب عما اراد بہ البحر فی البحر والرسالۃ دفع الاستبعاد عن ھذا الحمل بان المحقق فی الفتح حمل فرعا فی الخانیۃ علی نجاسۃ المستعمل وقال لایفتی بمثل ھذہ الفروع [2] اھ۔ زاد فی الرسالۃ ان تلمیذہ فی الحلیۃ حمل علیھا فرعی الاجمۃ والطحلب وحمل فروعا کثیرۃ علی ھذا النحو [3] اھ **فھل** بعض فروع وردت متفرقۃ فی غضون بعض الفتاوٰی کھذہ الفروع الوافرۃ، المتکاثرۃ المتواترۃ، الثابتۃ الدائرۃ، فی عامۃ الشروح والفتاوی مع عدۃ من	فرمایا ہے کہ اس عبارت سے مشکل حل ہو گئی ہے، اور یہ معلوم ہے کہ محمد نے پانی کے نجس ہونے کا قطعاً قول نہیں کیا ہے تو اس کو اس پر کیسے محمول کیا جائے گا، اور اس سے بحر اور رسالہ کا جواب بھی ظاہر ہوگیا، انہوں نے اس حمل کو بعید گردانا تھا، اور کہا تھا کہ محقق نے فتح میں مستعمل پانی پر ایک فرع خانیہ کی اس پانی کی نجاست پر محمول کی ہے، اور کہا ہے کہ اس قسم کی فروع پر فتوی نہ دیا جائے اھ رسالہ میں یہ اضافہ ہے کہ ان کے شاگرد نے حلیہ میں اس پر اجمہ اور طحلب کی دو فروع کو محمول کیا، یہ خلاصہ اور منیہ میں مذکور ہیں اور فرمایا کہ اسی نہج پر انہوں نے بہت سی فروع اخذ کی ہیں، اھ تو کیا ان فروع کی طرح کچھ اور ایسی فروع ہیں جو متفرق فتاوی میں اس کثرت کے ساتھ مذکور ہوں، کیا شروح اور کیا متون اور ان پر کیسے کوئی نکیر نہیں کی؟ یا ان کی طرح کتب ظاہر روایت میں ہوں؟ یا ان کی اتنی تصحیحات ہوں؟ یا تمام مذہب حنفی کی کتب میں منصوص ہوں؟۔ یا ان پر اتفاق کیا گیا ہو کہ یہ ہم سب کا قول ہے یہ ہمارے اصحاب کا مذہب ہے؟ یا ان کا کوئی اور محمل ہے کہ ان کی طرف روشن

عـہ ای اوردہ علی نفسہ ولم یجب عنہ۔ منہ غفرلہ(م)	یعنی انہوں نے اسکو اپنے اوپر وارد کیا ہے اور اس کا جواب نہیں دیا۔ (ت)

[1] بحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۱

[2] بحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۳

[3] جواز الوضوء من الفساقی رسالۃ من رسائل ابن نجیم ادارۃ القرآن کراچی ۸۲۱/۸/۲

المتون، من دون نکیر ولا مجال ظنون، ام ھی کھذہ فی الکتب الظاھرۃ، ام ھی مذیلات بالتصحیحات المتظافرۃ، ام ھی منصوص علیھا من جمیع ائمۃ المذھب الحنفی، ام ھی مزینۃ بطراز الاتفاق وبانھا قولنا جمیعا وبانھا مذھب اصحابنا فاین ذی من اتی، ام ھل لھا محمل غیر ھذا فکیف یقاس علی المتعین، ماله سبیل واضح متبین۔

راستہ ہو۔

السادس والعشرون: کلام العلامۃ علی حدیث لایبولن احدکم فی الماء الدائم قدمنا الکلام علیه واشرنا الی کلام شیخه المحقق علی الاطلاق حیث یقول اما قوله صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم (وذکر الحدیث) فغایه مایفید نھی الاغتسال کراھۃ التحریم ویجوز کونھا لکیلا تسلب الطھوریۃ فیستعمله من لاعلم به بذلک فی رفع الحدث ویصلی ولافرق بین ھذا وبین کونه یتنجس فیستعمله من لاعلم له بحاله فی لزوم المحذور وھو الصلاۃ مع المنافی فیصلح کون کل منھما مثیرا للنھی المذکور [1] اھـ (ا) ودفع البحر ایاہ ببحث البدائع المذکور دفع للصحیح بمالیس به کما علمت اماحدیث

چھبیسواں علّامہ نے لایبولن احدکم فی الماء الدائم (ٹھہرے پانی میں پیشاب نہ کرے) پر جو کلام کیا ہے اس پر ہم پہلے ہی بحث کرچکے ہیں، اور اُن کے شیخ محقق علی الاطلاق کے کلام کی طرف اشارہ کرآئے ہیں، وہ فرماتے ہیں "بہرحال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان (پھر انہوں نے مذکور حدیث بیان کی) میں جو غسل کرنے کی نہی ہے اس سے زیادہ جو ثابت ہوتا ہے وہ نہی تحریم ہے تاکہ ایسا نہ ہو کہ طہوریت سلب ہوجائے، اور اس کو کوئی شخص لاعلمی میں رفعِ حَدَث کیلئے استعمال کر بیٹھے اور نماز پڑھ لے اور اس میں اور اس مضمون میں کہ پانی نجس ہوجاتا ہے تو ایسا نہ ہو کہ اس کو کوئی شخص لاعلمی میں استعمال کرے، دونوں صورتوں میں محذور لازم ہے، یعنی منافی کے ہوتے ہوئے نماز پڑھنا، پس جائز ہے کہ ان میں سے ہر ایک

[1] فتح القدیر الماء الذی یجوزبہ الوضوء ومالا یجوز نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۵

المستیقظ .**فأقول:** لیس من حجتنا فی ھذا الباب لاحتمال انه لاحتمال النجاسة العینیة بل ھو الظاھر من قوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فانه لایدری این باتت یدہ والعلامة عدل عن ھذا الجواب الواضح الی ثلثة (۱)لا یستقیم منھا شیئ فاوّلا: دعوی الخصوص لادلیل علیه وثانیا: کیف یجعل تعبدیا غیر معقول المعنی مع الارشاد الی المعنی فی نفس الحدیث فانه لایدری این باتت یدہ وثالثا: ماعن اصحاب عبدالله رضی الله تعالٰی عنھم یجوز ان یکون لان اباھریرة رضی الله تعالٰی عنه کان یرسله ارسالا فاشاروا الی تخصیص مواضع الضرورة کما ھو الحکم المصرح به عندنا اذا کان الماء فی جب ولا اٰنیة یغترف بھا۔

السابع والعشرون: قوله رحمه الله تعالٰی فی تکرار الاستعمال الظاھر عدم اعتبار ھذا المعنی فی النجس فکیف بالطاھر (۲)غیر مُظھر ولا ظاھر الاتری ان النجاسة تصیب الثوب او البدن فی مواضع متفرقة تجمع فان بلغت حد المنع منعت وما یترآای من عدم جمع الواقعة فی الماء الکثیر فان الوقوع فی عشرة مواضع منه

مذکور نہی کا باعث ہوا اھ۔

بحر کا اس کو بدائع کی مذکور بحث سے دفع کرنا صحیح کو غیر صحیح سے دفع کرنا ہے جیسا کہ آپ نے جان لیا اور رہی مستیقظ والی حدیث، تو **میں کہتا ہوں** اس سلسلہ میں ہماری دلیل یہ نہیں ہے کیونکہ یہ احتمال ہے کہ یہ نجاست عینیہ کی وجہ سے ہو بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "**فانه لایدری این باتت یدہ**" (وہ نہیں جانتا کہ اس کا ہاتھ رات کو کہاں رہا) سے یہی ظاہر ہے، اور علّامہ نے اس جواب سے عدول کرکے تین جوابات دیے جن میں سے کوئی ٹھیک نہیں، پہلا دعوائے خصوص، جس پر کوئی دلیل نہیں۔ دوسرے یہ کہ کس طرح اس کو تعبدی اور غیر معقول المعنی قرار دیا جاسکتا ہے جبکہ خود حدیث میں معنی کی طرف رہنمائی ہے اور وہ یہ ہے کہ **فانه لایدری این باتت یدہ**۔ تیسرے عبداللہ کے اصحاب سے جو مروی ہے ممکن ہے وہ اس لئے ہو کہ ابو ہریرہ اس کا ارسال کرتے ہوں تو انہوں نے ضرورت کے مقامات کے ساتھ اس کو مختص کرنے کی طرف اشارہ کیا ہو، جیسا کہ ہمارے یہاں یہ واضح حکم موجود ہے کہ جب پانی تالاب میں ہو اور کوئی برتن پانی نکالنے کیلئے نہ ہو۔

ستائیسواں: ان کا قول تکرار استعمال کی بابت، ظاہر یہی ہے کہ یہ معنی نجس میں اعتبار نہ کیا جائے تو پھر طاہر کا کیا حال ہوگا۔ یہ نہ ظاہر کرنے والا ہے اور نہ بذاتِ خود ظاہر ہے، مثلاً نجاست جو بدن یا کپڑے کو متفرق مقامات پر لگ جائے تو اس کو جمع کیا جائے گا۔ اب اگر منع کی حد کو پہنچ جائے تو منع کرے گی۔ اگر کثیر پانی میں نجاست گر جائے تو اس کو بظاہر جمع نہیں کیا جاسکتا ہے، کیونکہ پانی میں

کالوقوع فی موضع فلیس لعدم الجمع بل لعدم البلوغ الی حدالمنع حتی لوبلغت بأن غیر المجموع احد اوصافه وما کانت الافراد لتغیرہ فلا شک فی الجمع واللہ تعالٰی اعلم ھذا تمام الکلام مع العلامۃ قاسم رحمه اللہ تعالٰی وقد ظھر به الحق السدید، بحیث لاحاجۃ الی المزید، والحمدللہ الحمید المجید۔

اگر دس جگہ نجاست گر جائے تو وہ ایسی ہے جیسے ایک جگہ گری ہو، تو یہ چیز عدم جمع کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ وہ حدِ منع تک نہیں پہنچی ہے اور اگر حدِ منع تک پہنچ جائے مثلاً یہ کہ نجاست کا مجموعہ اس کے اوصاف میں سے کسی وصف کو بدل دے، اور ہر فرد نہ بدلے تو جمع کرنے میں شک نہیں۔ یہ مکمل گفتگو تھی علّامہ قاسم کے ساتھ، اس سے حق ظاہر ہوگیا، اس سے زیادہ کی حاجت نہیں، والحمدللہ الحمید المجید۔

الفصل الثانی: فی کلام العلامۃ زین فی البحر والرسالۃ

دوسری فصل علامہ زین کے کلام میں جو بحر اور رسالہ میں ہے:

کانت قضیۃ ترتیب الزمان ان نقدم علیه کلام العلامۃ ابن الشحنۃ رحمھما اللہ تعالٰی لکن اردنا الحاق الموافق بموافقه لم یات رحمه اللہ تعالٰی فی رسالته ولا فی بحرہ بشیئ یزید علی ماأورد العلامۃ قاسم الا مالا مساس له بمحل النزاع افاض اولا فی تحدید الماء الکثیر وان المذھب تفویضه الی رأی المبتلی وان التقدیر بعشرفی عشر انما اختارہ المتأخرون تیسیرا علی من لارأی له وانه لایرجع الی اصل شرعی یعتمد علیه ثم تکلم علی صفۃ الماء المستعمل وان المفتی به انه طاھر غیر طھور ثم اتی علی المسألۃ فقال وقد قالوا ان الماء المستعمل اذا اختلط بالطھور تعتبر فیه الغلبۃ فان کان الماء

زمانی ترتیب کا تقاضا یہ تھا کہ ہم ابن الشحنہ کا کلام اس پر مقدم کرتے، لیکن ہم نے ایک موافق کو دوسرے موافق سے لاحق کرنا چاہا ہے انہوں نے اپنے رسالہ میں یا بحر میں علامہ قاسم کے کلام سے کچھ مزید اضافہ نہیں کیا ہے، صرف وہی بات مذکور ہے جس کا محلِ نزاع سے کچھ تعلق نہیں، پہلے تو انہوں نے کثیر پانی کی تحدید کی ہے اور کہا کہ مذہب میں یہ معاملہ صاحبِ معاملہ کے سپرد ہے، اور دَہ در دَہ کے اندازہ کو متأخرین نے اُن لوگوں کی آسانی کیلئے وضع کیا ہے جن کی اپنی کوئی رائے نہ ہو اور اس کی کوئی قابلِ اعتماد شرعی دلیل نہیں، پھر انہوں نے مستعمل پانی پر کلام کیا ہے اور بتایا ہے کہ مفتی بہ قول یہ ہے کہ یہ طاہر تو ہے مگر پاک کرنے والا نہیں ہے، پھر اصل مسئلہ بیان کیا ہے اور فرمایا ہے کہ مشائخ فرماتے ہیں کہ مستعمل پانی جب پاک کرنے والے پانی کے

الطهور غالبا يجوز الوضوء بالكل والا لايجوز وممن نص عليه الامام الزيلعی فی شرح الكنز والعلامة سراج الدين الهندی فی شرح الهداية والمحقق فی فتح القدير قال وهی باطلاقة تشمل ماإذا استعمل الماء خارجا ثم القی الماء المستعمل واختلط بالطهور اوانغمس فی الماء الطهور اوتوضأ فيه[1] اھ۔

ساتھ مل جائے تو اس میں غلبہ کا اعتبار ہوگا اگر پاک کرنے والا پانی زیادہ ہو تو سب پانی سے وضو جائز ہوگا ورنہ ناجائز ہوگا۔ اس کی تصریح زیلعی نے شرح کنز میں، علّامہ سراج الدین الہندی نے شرح ہدایہ میں اور محقق نے فتح القدیر میں کی ہے، اور فرمایا ہے کہ اُس صورت کو بھی شامل ہے کہ جب پانی خارجی طور پر استعمال کیا جائے پھر مستعمل پانی ڈالا جائے اور وہ پاک کرنے والے پانی سے مل جائے یا آدمی پاک کرنے والے پانی میں غوطہ کھائے یا اس سے وضو کرے اھ۔ (ت)

اقول: (۱) مبنی علی جعل المستعمل هی الاجزاء المتصلة بالبدن فما وراء ها طهور اختلط به الماء المستعمل وليس هكذا بل كله ملاق فكله مستعمل فكيف يشمله الاطلاق قال: ويدل عليه ايضا مافی البدائع وذكر عبارات الثلاث قال فهذا صريح فيما قلنا[2]

میں کہتا ہوں یہ قول اس پر مبنی ہے کہ مستعمل پانی اُن اجزاء کو قرار دیا جائے جو بدن سے متصل ہوں اور اس کے علاوہ پاک کرنے والا ہے جس کے ساتھ مستعمل پانی مل گیا ہے، حالانکہ بات یہ نہیں ہے بلاکہ کل پانی اس سے ملنے والا ہے لہذا کل مستعمل ہوگا، اس کو اطلاق کیسے شامل ہے؟ فرمایا اس پر بدائع کی عبارت بھی دلالت کرتی ہے اور پھر انہوں نے تینوں عبارات ذکر کی ہیں، فرمایا یہ ہمارے قول کی صریح دلیل ہے۔

اقول: لامحل (۲) لايضا فان تلك الدلالة مبتنية علی ما فی البدائع والا فلادلالة كما علمت وما فی البدائع قدفرغنا عنه بابدع وجه ولله الحمد! قال: ويدل عليه ايضا مافی خلاصة الفتاوی جنب اغتسل فانتضح من غسله شيئ فی انائه لم يفسد عليه الماء اما اذا كان يسيل فيه سيلانا افسده وكذا حوض الحمام علی هذا وعلی

میں کہتا ہوں "ایضا" کا یہاں کوئی مقام نہیں، کیونکہ یہ دلالت مفہوم بدائع پر مبنی ہے ورنہ کوئی دلالت نہیں جیسا کہ تم نے جانا، اور جو کچھ بدائع میں ہے اس پر اچھی طرح ہم بحث کر چکے ہیں ولله الحمد، فرمایا اس پر خلاصۃ الفتاوی کی عبارت بھی دلالت کرتی ہے وہ یہ ہے کہ ایک ناپاک شخص نے غسل

---

[1] الرسالۃ فی جواز الوضوء مع الاشباہ من رسائل ابن نجیم ادارۃ القرآن کراچی ۲/۸۱۹/۶

[2] الرسالۃ فی جواز الوضوء مع الاشباہ من رسائل ابن نجیم ادارۃ القرآن کراچی ۲/۸۱۹/۶

قولہ محمد رحمہ اللہ تعالٰی لایفسد مالم یغلب علیہ یعنی لایخرجہ عن الطھوریۃ[1] اھ بلفظہ۔

کیا؟ اس سے کچھ چھینٹے اُڑ کر اس کے برتن میں پڑے تو اس کا پانی فاسد نہ ہوگا، اگر مستعمل بہہ کر اس میں گیا تو فاسد کردے گا اسی طرح حمام کا حوض، اور امام محمد کے قول پر فاسد نہ کرے گا جب تک غالب نہ ہوجائے، یعنی اس کو پاک کرنے کے وصف سے خارج نہ کریگا الّا یہ کہ وہ پاک پر غالب ہوجائے اھ بلفظہ۔ (ت)

اقول: (۱) رحمک اللہ ھذا ملقی والکلام فی الملاقی ثم اورد علی نفسہ سؤالا من قبل فروع کثیرۃ فی کتب مشھورۃ تخالف ماجنح الیہ اورد منھا (۱) فرع الخانیۃ لوصب الوضوء فی بئرولم یکن استنجی بہ علی قول محمد لایکون نجسا لکن ینزح منھا عشرون لیصیر الماء طھور[2] اھ۔

وفرع[عہ] الخلاصۃ نحوہ غیر ان فیہ ینزح الاکثر من عشرین دلوا ومن ماء صب فیہ عند محمد[3] اھ۔ قال فھذا ظاھر فی استعمالہ الماء بوقوع قلیل من الماء المستعمل فیہ علی قول محمد رحمہ اللہ تعالٰی[4] واجاب بانہ مبنی علی روایۃ ضعیفۃ عن محمد

میں کہتا ہوں خدا آپ پر رحم کرے یہ مُلقیٰ ہے جبکہ گفتگو ملاقی میں ہے، پھر انہوں نے خود ہی اپنے اوپر ان فروع کثیرہ سے سوال وارد کیا جو کتب کثیرہ میں وارد ہیں، یہ سب ان کے نظریہ کے مخالف ہیں۔ خانیہ کی فرع (۱): اگر وضو کا بچا ہوا پانی کنویں میں بہا دیا مگر اس سے استنجا نہیں کیا تھا تو یہ محمد کے قول پر نجس نہ ہوگا، تاہم اس سے بیس ڈول نکالے جائیں گے تاکہ پانی طہور ہوجائے اھ۔ خلاصہ کی فرع (۲): یہ بھی اُسی طرح ہے مگر اس میں بیس ڈول سے زیادہ نکالے جانے کا ذکر ہے اور اُس پانی سے جو اس میں بہایا گیا ہے محمد کے نزدیک اھ۔ فرمایا اس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر تھوڑا مستعمل پانی، پانی

عــہ اوردہ بعد عدۃ فروع والحقناہ بفرع الخانیۃ لاتحاد صورتھما اھ منہ غفرلہ (م)

انہوں نے اس فرع کو متعدد فروع کے بعد ذکر کیا ہے اور ہم نے اسے خانیہ کی فرع سے ملحق کیا ہے کیونکہ دونوں کی صورت ایک جیسی ہے اھ (ت)

---

[1] رسالہ فی جواز الوضوء مع الاشباہ من رسائل ابن نجیم ادارۃ القرآن ۲/۸۱۹/۶

[2] رسالہ فی جواز الوضوء مع الاشباہ من رسائل ابن نجیم ادارۃ القرآن ۲/۸۱۹/۶

[3] رسالۃ فی جواز الوضوء مع الاشباہ من رسائل ابن نجیم ادارۃ القرآن ۲/۸۲۰/۷

[4] رسالہ فی جواز الوضوء مع الاشباہ من رسائل ابن نجیم ادارۃ القرآن ۲/۸۱۹/۶

ان الماء یصیر مستعملا بوقوع قلیل من الماء المستعمل لاعلی الصحیح من مذھبه انه لایصیر مستعملا مالم یغلب علیه [1] اھ۔ونقل تصحیحه عن المحیط وعن شرح الھدایة للعلامة سراج الدین الھندی ونقل عنه عن التحفة انه المذھب المختار [2]۔**اقول:** ھو(۱)کما قال والفرعان فی الملقی فلا یمسان مورد النزاع والاستعمال لایتوقف علی غلبة المستعمل بل عدمه علی غلبة المطھر فان تساویا صار الکل مستعملا کما نصوا علیه منھم ھو فی البحر۔

میں گر جائے تو وہ پانی مستعمل ہو جائیگا، یہ محمد کا قول ہے اھ اس کا یہ جواب دیا کہ محمد کا یہ قول ایک ضعیف روایت پر مبنی ہے کہ پانی تھوڑے مستعمل پانی کے گرنے کی وجہ سے مستعمل ہو جائیگا،ان کا صحیح مذہب یہ ہے کہ پانی صرف اسی وقت مستعمل ہوگا جب اس پر مستعمل پانی کا غلبہ ہو جائے اھ اور اس کی تصحیح کو محیط، سراج الدین ہندی کی شرح ہدایہ سے نقل کیا اور اُن سے تحفہ سے نقل کیا کہ وہی مذہب مختار ہے۔(ت)

میں کہتا ہوں یہ ویسا ہی ہے جیسا کہ انہوں نے فرمایا اور یہ دونوں فرعیں مُلقٰی میں ہیں لہٰذا محلِ نزاع سے ان کا کوئی تعلق نہیں بنتا ہے اور استعمال مستعمل کے غلبہ پر موقوف نہیں بلاالکہ اس کا عدم غلبہ مطہّر پر مبنی ہے، تو اگر دونوں برابر ہوں تو کل مستعمل ہو جائے گا، جیسا کہ مشائخ نے اس کی تنصیص کی، بحر میں بھی یہی ہے۔(ت)

اقول:واقتصار المحیط والسراج والتحفة و الخلاصة وغیرھا علی ذکر الغلبة لان المساواة الحقیقة نادرة جدا(۲)کما قالوہ فی انفھام افضلیة زید من قول القائل لاافضل منه(۳)وفرع جحط المذکور فی المتون والشروح وصورتھا رجل نزل لطلب الدلو ولیس علی بدنه نجاسة فعند محمد الماء طاھر غیر طھور والرجل طاھر مع ان الماء الذی لاقی بدنه فی البئر اقل من غیرہ وقد جعله محمد مستعملا لانعدام

میں کہتا ہوں محیط، سراج، تحفہ اور خلاصہ وغیرہ میں غلبہ کے ذکر پر اقتصار کیا ہے، کیونکہ حقیقی مساوات نادر ہے، مشائخ نے اس کو اس مثال سے واضح کیا ہے کہ اگر کوئی لاافضل من زید، کہے تو اس سے زید کی افضلیت سمجھ میں آتی ہے۔جحط (۳) کی فرع جو متون وشروح میں مذکور ہے،اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کُنویں میں ڈول نکالنے کیلئے اُترا اور اس کے بدن پر نجاست نہیں ہے تو محمد کے یہاں پانی طاہر ہے طہور نہیں اور آدمی طاہر ہے حالانکہ وہ پانی جو کنویں میں سے اس کے

[1] رسالۃ فی جواز الوضوء مع الاشباہ من رسائل ابن نجیم ادارۃ القرآن ۲/۸۲۰/۷

[2] رسالۃ فی جواز الوضوء مع الاشباہ من رسائل ابن نجیم ادارۃ القرآن ۲/۸۲۰/۷

الضرورۃ[1] اھ واجاب بما مر۔ **اقول:**(۱) رحمکم اللہ ورحمنا بکم اذا ارید بطاء جحط طاھر غیر طھور فکیف تجعلونہ مبنیا علی روایۃ ضعیفۃ عن محمد وانتم القائلون فی بحرکم علم بما قررناہ ان المذھب المختار فی ھذہ المسألۃ ان الرجل طاھر والماء طاھر غیر طھور علی الصحیح[2] اھ۔ نعم المشھور ان طاءہ للطاھر الطھور کما ذکرتم فی البحر وحینئذ یرد الفرع من قبل ان سقوط حکم الاستعمال لاجل الضرورۃ قلتم فی البحر عند محمد الرجل طاھر والماء طاھر طھور وجہ قول محمد علی ماھو الصحیح ؏ عنہ ان الصب لیس بشرط عندہ فکان الرجل طاھرا ولا یصیر الماء مستعملا وان ازیل بہ حدث للضرورۃ واما علی ما اخرجہ ابو بکر الرازی	بدن پر لگا ہے دوسرے سے کم ہے، اور محمد نے اس کو مستعمل قرار دیا ہے کیونکہ ضرورت نہیں اھ اس کا جواب وہ دیا جو گزرا۔(ت) **میں کہتا ہوں** اللہ تم پر اور ہم پر رحم فرمائے اگر جحط کی "طا" سے طاہر غیر طہور مراد ہو تو آپ اس کو محمد کی روایت ضعیفہ پر کیونکر مبنی کرتے ہیں حالانکہ آپ بحر میں کہتے ہیں کہ ہماری تقریر سے معلوم ہوا کہ مذہب مختار اس مسئلہ میں یہ ہے کہ آدمی پاک ہے اور پانی طاہر غیر طہور ہے صحیح مذہب پر اھ ہاں مشہور یہی ہے کہ اس کی "طا" طاہر کیلئے ہے اور طہور کیلئے، جیسا کہ تم نے بحر میں ذکر کیا، اور اس وقت فرع اس جانب سے وارد ہوگی کہ استعمال کا حکم ضرورت کی وجہ سے ساقط ہوتا ہے تم نے بحر میں کہا ہے کہ محمد کے نزدیک مرد پاک ہے اور پانی طاہر طہور ہے امام محمد کے قول کی وجہ (صحیح روایت کے بموجب) یہ ہے کہ ان کے نزدیک بہانا شرط نہیں، تو آدمی پاک ہوا اور پانی مستعمل نہ ہوگا خواہ اس سے حدث زائل کیا گیا ہو،

؏ **اقول:** والمراد بہ استعمال الماء بازالۃ حدث وان لم ینوقربۃ خلافا لتخریج الامام الرازی ولذا قال واما علی ما اخرج الخ فلیس تصحیحا لھذہ الروایۃ بل الصحیح ما تقدم انہ طاھر غیر طھور اھ منہ غفرلہ(م)

میں کہتا ہوں اس سے مراد یہ ہے کہ ازالہ حدث سے پانی مستعمل ہوجائے گا اگرچہ قربت کی نیت نہ ہو بخلاف امام رازی کی تخریج کے، اسی وجہ سے انہوں نے اما علی ما اخرج الخ فرمایا لہٰذا صحیح روایت یہ نہیں بلالکہ وہ ہے جو گزری کہ پانی طاہر غیر طہور ہے اھ۔(ت)

[1] الرسالۃ فی جواز الوضوء مع الاشباہ والنظائر ادارۃ القرآن کراچی ۲/۸۱۹/۶

[2] بحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۹۸/۱

لایصیر مستعملا لفقد نیة القربة [1] اھ فان ابیتموھا لانها روایة غیر مختارة کما قدمنا کانت المختارة اشد فی الرد۔(۴) **وفرع** الاسرار وھو کلامه علی حدیث لایبولن اذیقول من قال ان الماء المستعمل طاھر طھور لایجعل الاغتسال فیه حراما وکذا من قال طاھر غیر طھور لان المذھب عندہ ان الماء المستعمل اذا وقع فی ماء اٰخر لم یفسدہ حتی یغلب علیه وقدرما یلاقی بدن المستعمل یصیر مستعملا وذلک القدر من جملة مایغتسل فیه عادة یکون اقل من ماء فضل عن ملاقاة بدنه فلا یفسدہ ویبقی طھورا ولا یحرم فیه الاغتسال الا ان محمدا یقول بصیر ورته مستعملا بالاغتسال فیه [2] اھ ونقله فی البحر بلفظ ان محمدا یقول لما اغتسل فی الماء القلیل صار الکل مستعملا حکما [3] اھ۔ واجاب عنه ایضا بما مر۔

اقول: (۱) سبحٰن اللّٰه صریح منطوق الاسرار ان المذھب اعتبار الغلبة وان

ضرورت کی وجہ سے، اور ابو بکر الرازی کی تخریج کے مطابق پانی مستعمل نہ ہوگا کیونکہ اس میں قربت کی نیت نہیں اھ تو اگر آپ اس روایت کا انکار کریں کہ یہ غیر مختار روایت ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا تو مختار روایت تردید میں زائد ہوگی۔ اسرار (۴) کی فرع حدیث "لایبولن" پر انکی گفتگو یہ ہے کہ جو یہ کہتا ہے مستعمل پانی طہور وطاہر ہے تو وہ اس میں غسل کو حرام قرار نہیں دیتا ہے اور اسی طرح جو اس پانی کو طاہر غیر طہور کہتے ہیں کیونکہ ان کا مذہب یہ ہے کہ جب مستعمل پانی دوسرے پانی میں مل جائے تو جب تک اس پر غالب نہ ہو اس کو فاسد نہیں کرتا اور صرف اسی قدر مستعمل ہوتا ہے جو بدن سے متصل ہوتا ہے اور یہ مقدار اُس مجموعی پانی کی مقدار سے جس سے کہ غسل کیا جاتا ہے عادۃً اس پانی سے کم ہوا کرتی ہے جو ملاقاۃ بدن سے بچ رہا ہوتا ہے، تو یہ اس کو فاسد نہیں کرے گا اور طہور ہی رہے گا اور اُس سے غسل حرام نہ ہوگا، تاہم محمد فرماتے ہیں کہ اس میں غسل کرنے سے یہ مستعمل ہو جائیگا اھ اور بحر میں اس کو ان الفاظ سے نقل کیا ہے کہ محمد فرماتے ہیں کہ جب کوئی تھوڑے پانی میں غسل کرے گا تو سب کا سب حکماً مستعمل ہو جائے گا اھ اور اس کا جواب بھی وہ دیا جو گزرا۔ **میں کہتا ہوں** سبحان اللہ، اسرار کا صریح منطوق یہ ہے کہ مذہب یہ ہے کہ اعتبار غلبہ کو ہے، اگرچہ اس کا

---

[1] بحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۹۷

[2] الرسالة فی جواز الوضوء من رسائل ابن نجیم مع الاشباہ، ادارۃ القرآن کراچی ۲/۸۱۹/۶

[3] بحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۱

قضیته ان لایصیر الکل مستعملا لان الملاق حقیقة اقل من غیرہ الا ان محمدا جعل الکل مستعملا حکما فکیف یتوھم انه مبنی علی روایة ضعیفة خلاف ذلک المذھب وانما ھو تخصیص لقضیته وتخصیص الحکم انما یبتنی علی الحکم لاعلی خلافه وھذا واضح جدا وسرکلام الاسرار قد بیناہ ۔(۵)**وفرع المبتغی** بالغین لو ادخل الکف صار مستعملا [1] وزاد فی البحر(۶)فرع العنایة والدرایة وغیرھما ان الجنب اذا نزل فی البئر بقصد الاغتسال یفسد الماء عند الکل [2] (۷)**وفرع** الخانیة لوادخل یدہ اورجله فی الاناء للتبرد یصیر الماء مستعملا لانعدام الضرورة(۸)**وفرع** الاسبیجابی والولوالجی فیمن اغتسل فی بئر الی العشرة ولا نجاسة علیه قال محمد صارت المیاہ کلھا مستعملا [3] وزاد قوله الی اخر الفروع ارشادا الی الکثیر الباقی قال وھذا صریح فی استعمال جمیع الماء عند محمد بالاغتسال فیه [4] اھ۔ **واجاب** عن الکل بانه مبنی علی روایة ضعیفة عن	تقاضا یہ ہے کہ کل مستعمل نہ ہوگا کیونکہ ملاقی حقیقۃً غیر ملاقی سے کم ہے مگر یہ کہ محمد نے کل کو حکما مستعمل قرار دیا ہے، تو یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ یہ کسی ضعیف روایت پر مبنی ہے جو اُس مذہب کے خلاف ہے، یہ اس کے مقتضٰی کی تخصیص ہے اور حکم کی تخصیص حکم پر ہی مبنی ہوتی ہے نہ کہ خلافِ حکم پر، اور یہ بہت واضح ہے، اور اسرار کے کلام کا راز ہم نے بیان کردیا۔ مبتغٰی(۵) کی فرع: اگر ہتھیلی ڈالی تو پانی مستعمل ہوگیا اھ، اور بحر میں اضافہ کیا ہے عنایہ اور درایہ(۶) وغیرہما کی فرع کا: جنب اگر کنویں میں غسل کی نیت سے اُترے گا تو سب ہی کے نزدیک پانی فاسد ہوجائیگا۔ "خانیہ(۷) کی فرع: اگر کسی نے اپنا پیر یا ہاتھ برتن میں ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے ڈالا تو پانی مستعمل ہوجائے گا کہ ضرورت موجود نہیں ہے۔ اسبیجابی(۸) اور ولوالجی کی فرع: جو کنویں میں دس ہاتھ تک نہایا اور اس پر کوئی نجاست بھی نہیں ہے تو محمد نے فرمایا کل پانی مستعمل ہوجائیگا، اور اپنے قول الی آخر الفروع کا اضافہ کیا، باقی کثیر فروع کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے فرمایا یہ صریح ہے امام محمد کے

[1] الرسالۃ فی جواز الوضوء مع الاشباہ من رسائل ان نجیم ادارۃ القرآن کراچی ۲/۸۱۹/۶
[2] بحرالرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۷۱
بحرالرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۷۱
[3] بحرالرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۷۱
[4] بحرالرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۷۱

محمد قائلة بنجاسة الماء المستعمل[1] ثم استشهد بحمل الفتح فرعا فی الخانیة علیها وقد مرما فیه من ستة اوجه۔(۹)وفرع منیة المصلی عن الفقیه(۱)ابی جعفر توضأ فی أجمة القصب فان کان لایخلص بعضه الی بعض یجوز وفی الخلاصة توضأ فی أجمة القصب اوارض فیها زرع متصل بعضها ببعض ان کان عشرا فی عشر یجوز قال فمفهومه انه اذا کان اقل لایجوز التوضی فیه والاجمة محرکة الشجر الکثیر الملتف[2]۔(۱۰)وفرع الکتابین الخلاصة والمنیة(۲)توضأ فی حوض وعلی جمیع وجه الماء الطحلب ان کان بحال لوحرک یتحرک یجوز قال ومفهومه انه لوکان لایتحرک الطحلب بتحریک الماء لایجوز فان عدم تحرکه بتحریک الماء یدل علی انه بحالة من التکاثف والاستمساک لسطح الماء بحیث یمنع انتقال الماء المستعمل الواقع فیه الی محل اخر فیقع الوضوء بماء مستعمل والطحلب

نزدیک تمام پانی کے مستعمل ہونے میں اس میں غسل کرنے کی وجہ ہے،اور سب کا جواب یہ دیا کہ یہ ضعیف روایۃ پر مبنی ہے، یعنی محمد کی اس روایت پر کہ مستعمل پانی نجس ہوجاتا ہے، پھر یہ استشہاد کیا کہ فتح نے خانیہ کی ایک فرع کو اسی پر محمول کیا ہے،اور جو اس پر اعتراض ہے وہ چھ وجوہ سے گزر چکا ہے۔(۹)منیۃ المصلی کی فرع: یہ فقیہ ابو جعفر سے ہے کسی نے بانسوں کے جُھنڈ میں وضو کیا اگر وہ اتنے گھنے ہیں کہ پانی کے حصّے ایک دوسرے سے جُدا رہتے ہیں تو جائز ہے اور خلاصہ میں ہے کہ بانسوں کے جُھنڈ میں یا ایسی زمین میں جس میں پودے ایک دوسرے سے متصل ہوں، اگر وہ دَہ در دَہ ہو تو وضو جائز ہے،اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر اس سے کم ہو تو جائز نہیں،اور اِجَمَہ محرّکہ، گھنے درختوں کو کہتے ہیں۔خلاصہ اور منیہ کی فرع (۱۰): حوض میں وضو کیا اور طحلب پانی کی تمام سطح پر ہو اگر وہ ایسا ہے کہ اس کو حرکت دی جائے تو سب ہل جائے تو جائز ہے،فرمایا اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر حرکت نہ کرے طحلب پانی کے حرکت دینے سے تو جائز نہیں کیونکہ پانی کے حرکت دینے سے اس کا متحرک نہ ہونا اس امر پر دلالت ہے کہ وہ اتنا کثیف ہے کہ مستعمل پانی کا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا مشکل ہے،تو وضو مستعمل پانی سے ہوگا،اور طحلب سبز رنگ کی گھاس ہے جو پانی پر تیرتی رہتی ہے اھ اور یہ حلیہ سے ماخوذ ہے،فرمایا یہ سب

[1] الرسالۃ جواز الوضوء مع الاشباہ من رسائل ابن نجیم ادارۃ القرآن کراچی ۲/۸۲۰/۷

[2] الرسالۃ جواز الوضوء مع الاشباہ من رسائل ابن نجیم ادارۃ القرآن کراچی ۲/۸۲۰/۷

نبت اخضر یعلو الماء بعضه علی بعض اھ وھو ماخوذ عن الحلیة قال وھذا کله یدل ان الماء یصیر مستعملا بالوضو فیه مطلقا[1] اھ۔

واجاب: عنھا بحملھما علی نجاسة الماء المستعمل صرح به شارح المنیة العلامة ابن امیر الحاج فقال وانما قید الجواز بعدم الخلوص لانه لوکان یخلص بعضه الی بعض لایجوز لکن علی القول بنجاسة الماء المستعمل اما علی القول بطھارته فیجوز مالم یغلب علی ظنه ان القدر الذی یغترفه منه لاسقاط فرض من مسح اوغسل ماء مستعمل اویمازجه مستعمل مساو اوغالب اھ۔ قال فھذا صریح فیما قلناه من جواز الوضوء فی الفساقی،

واما مسألة الطحلب فقال شارح المنیة ایضا ھذا ایضا بناء علی نجاسة الماء المستعمل اومساواته اھ۔ وکذا صرح فی مسألة(ا)توضأ فی حوض انجمد ماؤہ قالوا ان کان الجمد رقیقا ینکسر بالتحریک یجوز اما اذا کان کبیرا قطعا قطعا لایتحرک بالتحریک لایجوز فقال ھذا ایضا بناء علی نجاسة الماء المستعمل اما علی طھارته فالجواب ماذکرنا فی السابقات[2] اھ وانت تعلم انه رحمه اللہ تعالٰی

اس امر پر دلیل ہے کہ پانی اس میں وضو کرنے سے مطلقًا مستعمل ہوجاتا ہے اھ۔

اور ان دونوں سوالوں کا جواب انہوں نے یہ دیا ہے کہ ان دونوں کو مستعمل پانی کی نجاست پر محمول کیا ہے، اس کی تصریح شارح منیہ علامہ ابن امیر الحاج نے کی ہے، اور فرمایا کہ جواز کو عدم خلوص کے ساتھ مقید کیا کیونکہ اگر پانی کا کچھ حصّہ دوسرے حصہ کی طرف چلا گیا تو جائز نہیں، لیکن یہ تب ہے کہ جب مستعمل پانی کو نجس قرار دیا جائے، لیکن اگر اس کو پاک قرار دیا جائے تو جائز ہے تاوقتیکہ اس کو اس بات کا ظن غالب نہ ہوجائے کہ وہ مقدار جو اس پانی سے وہ چُلّو بھر کرلے رہا ہے مسح یا دھونے کے فرض کو ساقط کرنے کیلئے کہ وہ مستعمل پانی ہے یا اس میں مستعمل پانی ملا ہوا ہے جو اس کے برابر ہے یا غالب ہے اھ فرمایا یہ اس بارے میں صریح ہے جو ہم نے کہا ہے کہ وضو فساقی میں جائز ہے،

اور گھاس کا مسئلہ، تو منیہ کے شارح نے بھی فرمایا یہ بھی مستعمل پانی کی نجاست پر مبنی ہے یا وہ مستعمل پانی کے مساوی ہو، اھ اور اسی طرح انہوں نے اس مسئلہ میں تصریح کی کہ کسی شخص نے ایسے حوض میں وضو کیا جس کا پانی منجمد ہوچکا تھا فرمایا اگر منجمد پانی ایسا ہے کہ ہلانے سے بآسانی ٹوٹ جاتا ہے تو جائز ہے اور اگر اس کے بڑے بڑے ٹکڑے ہوں کہ ہلانے سے نہ ہلیں تو جائز نہیں، فرمایا یہ بھی اسی پر مبنی ہے کہ مستعمل پانی نجس ہے، اور اس کی پاکی کی

[1] الرسالۃ جواز الوضوء من رسائل ابن نجیم مع الاشباہ ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۸۲۰/ ۷

[2] الرسالۃ جواز الوضوء من رسائل ابن نجیم مع الاشباہ ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۸۲۱/ ۸

سلک بفرعی الاجمة والطحلب مسلکین وذلک ان کلامنهما حکم بعدم جواز الوضوء ان کان ماء الاجمة دون عشر فی عشر اولا یتحرک الطحلب بتحریک الماء فجعله واردا علیه حیث افاد صیرورة کل الماء مستعملا بالتوضی فیه اذا کان قلیلا واجاب بحمله علی روایة النجاسة وحکم الحلیة بالجواز وان کان قلیلا مادام اکثر بناء علی الطهارة فجعله دلیلا له حیث افادان الوضوء فی الماء القلیل لایفسده مادام الطهور غالبا علی المستعمل واضاف الیهما فرع الجمد فی الاحتجاج وان کان یصلح ایضا للایراد واقتصر فی البحر علی ایراد الفروع الثلثة تصریحا بالاول وتلویحا بالباقیین فیما هو له لافیما هو علیه فقال ثم رأیت العلامة ابن امیر الحاج قال(فذکر قوله المار)قال ثم قال ایضا وا تصال الزرع بالزرع لایمنع اتصال الماء بالماء وان کان مما یخلص فیجوز علی الروایة المختارة فی طهارة المستعمل بالشرط الذی سلف(ای غلبة الطهور علی غیره)ثم ذکرای الحلبی مسائل علی هذا المنوال وهو صریح فیما قدمناه من جواز الوضوء بالماء الذی اختلط به ماء مستعمل قلیل [1] اهـ (ا) **وقوله** فی الرسالة هذا صریح فیما قلناه من جواز الوضوء فی الفساق

صورت میں تو جواب وہی ہے جو ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں اھ۔ اور تمہیں معلوم ہے کہ انہوں نے جُھنڈ اور کائی کے مسئلہ میں دو را ہیں اختیار کی ہیں، اور یہ اس لئے ہے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک نے حکم عدمِ جواز کا لگایا، اگر جھُنڈ کا پانی دَہ در دَہ سے کم ہو یا پانی کو حرکت دینے سے کائی میں حرکت پیدا نہ ہو، انہوں نے قلیل پانی میں وضو پر تمام پانی کو مستعمل قرار دینے کو اعتراض قرار دیا اور اس کا جواب یہ دیا کہ یہ نجاست والی روایت پر محمول ہے اور حلیہ نے قلیل پانی میں وضو کو جائز کہا ہے بشرطیکہ وہ مستعمل پانی سے زیادہ ہو کیونکہ وہ پاک ہے، اس کو انہوں نے اپنی دلیل بنایا جہاں انہوں نے کہا کہ قلیل پانی میں وضو پانی کو فاسد نہیں کرتا جب تک پاک پانی غالب رہے، ان دونوں صورتوں کے ساتھ انہوں نے استدلال میں انجماد کی فرع کا اضافہ کیا اگرچہ یہ بھی اعتراض کی صورت بن سکتی ہے اور بحر میں تینوں فروع کا ذکر پر اکتفا کیا ہے پہلی کی تصریح کی ہے اور باقی میں تلویح کی ہے، ماھولہ کا بیان کیا ہے نہ کہ ماھو علیہ کا۔ پھر فرمایا کہ میں نے علّامہ ابن امیر الحاج کو دیکھا انہوں نے فرمایا (پھر ان کا گزشتہ قول نقل کیا) کہا نیز انہوں نے فرمایا کہ کھیتی کا کھیتی سے متصل ہونا پانی کے پانی سے متصل ہونے کو نہیں روکتا ہے اگرچہ یہ اس قبیلہ سے ہے کہ پہنچ سکتا ہے، تو مختار روایت کے مطابق جو مستعمل پانی سے طہارۃ جائز ہوگی مگر شرط وہی رہے گی جو گزری، (یعنی طہور کا غلبہ غیر پر) پھر حلبی نے چند مسائل

---
[1] بحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۴

اوفق بمقصوده اذلا نزاع فی مسألة الاختلاط غير انه رحمه الله تعالٰی لما حكم بعدم الفرق بين الملقى والملاقی طفق لايفرق بينهما فی الحجاج ثمّ انهى كلامه فی البحر بايراد حجة له اخرى عن فتاوى العلامة قارئ الهداية جمع تلميذه المحقق علی الاطلاق سئل عن فسقية صغيرة يتوضؤ فيها الناس وينزل فيها الماء المستعمل فی كل يوم ينزل فيها ماء جديد هل يجوز الوضوء فيها اجاب اذا لم يقع فيها غير الماء المذكور لايضر اه يعنی اذا وقعت فيها نجاسة تنجست لصغرها[1] اه عــہ اه

اقول: وبالله التوفيق (۱) الايرادان والحجج الاربع كلها مبنية علی الذهول عن محل النزاع لان تلك الفروع طرافی الملقى لاالملاقی اما فرع قارئ الهداية فظاهر لقول السؤال ينزل فيها الماء المستعمل و

اسی قسم کے ذکر کیے، اور وہ اُس میں صریح ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے، یعنی اگر غیر مستعمل پانی میں تھوڑا سا مستعمل مل جائے تو اس سے وضو جائز ہے اھ اور ان کا قول "رسالہ "میں" یہ صریح ہے اس امر میں کہ فساقی سے وضو جائز ہے" ان کے مقصود سے زیادہ موافق ہے، کیونکہ اختلاط کے مسئلہ میں تو کوئی نزاع ہی نہیں، البتہ صرف یہ ہے کہ چونکہ انہوں نے ملقی اور ملاقی میں فرق نہیں کیا ہے تو قریب تھا کہ وہ ان دونوں سے استدلال میں بھی فرق نہ کرتے، پھر انہوں نے اپنا کلام بحر میں اس پر ختم کیا کہ اپنی ایک مزید دلیل فتاوی علامہ قارئ ہدایہ سے دی، اس کو ان کے شاگرد محقق علی الاطلاق نے جمع کیا ہے اُن سے ایک چھوٹے گڑھے کے بارے میں دریافت کیا گیا جس میں لوگ وضو کریں اس میں مستعمل پانی گرے اور ہر روز نیا پانی بھی آئے، اس سے وضو جائز ہے یا نہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اس میں مذکورہ پانی کے علاوہ اور پانی نہ گرتا ہو تو کچھ حرج نہیں اھ یعنی اس میں اگر کوئی نجاست گرے گی تو یہ نجس ہوجائے گا کیونکہ یہ چھوٹا ہے۔ اھ (ت) میں بتوفیقِ الٰہی کہتا ہوں دونوں اعتراض اور چاروں استدلال اس پر مبنی ہیں کہ محلِ نزاع پر نظر نہیں رکھی گئی کیونکہ یہ تمام فروع ملقی میں ہیں نہ کہ ملاقی میں، قارئ الہدایہ کی فرع تو ظاہر ہے، کیونکہ سوال میں ہے کہ اس میں مستعمل پانی روز آتا ہے اور جواب میں ہے

عــہ: اه السابق علی هذين لكلام العلامة قارئ الهداية وهو قول الامام ابن الهمام والاول من هذين لكلام ابن الهمام من كلام البحر والاخير لكلام البحر من كلام المصنف (م)

ان دونوں سے پہلے "اھ "علامہ قاری الہدایہ کے کلام کی انتہا ہے جس کو ابن ہمام نے ذکر کیا اور ان دونوں میں سے پہلی "اھ "ابن ہمام کے کلام کی انتہا ہے جس کو بحر نے بیان کیا اور آخری بحر کے کلام کی انتہا ہے جس کو مصنف نے ذکر کیا ہے ۱۲ (ت)

[1] بحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۷۴

قولہ فی الجواب اذالم یقع فیھا غیرہ واما فروع الحلیۃ الثلثۃ فلان مستندالجوابین والاحتجاجات کلام العلامۃ الحلبی وھو مصرح بانھا جمیعا فی الملقی دون الملاقی الا تری الی قولہ فی الاول ان کان لایخلص بعضہ الی بعض جازلان الماء حینئذ کثیر ولوکان الماء المستعمل الواقع فیہ نجاسۃ لم یمنع فکیف وھو طاھر وانما قید الجواز الی اٰخر مانقلتم وقال فی الثانی یمنع انتقال الماء المستعمل الواقع فیہ وقد نقلتموہ وان لم تعزوہ وقال فی الثالث ان کون الجمد ینکسر بتحریک الماء لایمنع من انتقال الماء المتصل منہ فی الحوض من ذلک المحل الواقع فیہ ۔۔۔الخ وکذلک قال فی نظائرہ بل ھذا علی طریق الحلیۃ مستفاد من نفس الفروع فانھا فی الوضوء فی حوض اوغدیر،وقد افاد فی الحلیۃ قبل الفرع الاول بصفحۃ فی الفرق بین التوضی من حوض وفیہ ان التوضی منہ لایستلزم البتۃ وقوع الغسالۃ فیہ بخلاف التوضی فیہ قال وکون وضوء المتوضئین من موضع وقوع غسالا تھم فیہ ھو مقصود الافادۃ من التفریع بخلاف کون وضوء المتوضی منہ بحیث تقع غسالاتھم خارجہ جائزا فان ذلک مجمع علیہ لایتفرع علی قول قوم دون اٰخرین[1] اھ۔ ھذا کلہ علی

کہ جبکہ اس میں اس پانی کے علاوہ کوئی اور چیز نہ گرتی ہو،اور حلیہ کی تینوں فروع اس لئے کہ دونوں جوابوں کی سند اور استدلالات علّامہ حلبی کا کلام ہیں،اور انہوں نے تصریح کردی ہے یہ تمام ملقیٰ میں ہیں نہ کہ ملاقی میں۔ چنانچہ ان کا پہلا قول دیکھا جائے کہ اس کا بعض دوسرے بعض کی طرف نہ جاتا ہو تو جائز ہے، کیونکہ اس صورت میں پانی کثیر ہوگا،اور اگر وہ ماءِ مستعمل جس میں نجاست گر گئی ہو مانع نہیں ہے تو جو طاہر ہے وہ کیسے ہوگا،اور بیشک جواز کو مقید کیا الی آخر مانقلتم اور دوسرے میں فرمایا منع کرتا ہے مستعمل پانی کا منتقل ہونا جس میں وہ واقع ہے حالانکہ تم نے اس کو نقل کیا ہے اگرچہ اس کے قائل کا نام نہیں لیا ہے،اور تیسرے میں فرمایا کہ برف کا پانی کو حرکت دینے سے ٹوٹ جانا حوض میں جو پانی اس سے متصل ہے اس کے منتقل ہونے کو مانع نہیں ہے الخ اور اسی طرح اس کی نظیروں میں فرمایا بلاالکہ حلیہ کے طریق کے مطابق یہ نفس فروع سے مستفاد ہے کیونکہ یہ بظاہر حوض یا تالاب سے وضو سے متعلق ہیں،اور حلیہ میں فرع اول سے ایک صفحہ قبل فرمایا: حوض سے وضو اور حوض میں وضو کے اندر فرق ہے،اور اسی میں ہے کہ حوض سے وضو کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دھوون حوض میں گرے، لیکن اگر حوض میں وضو کیا جائے تو دھوون لازمی طور پر اس میں گرے گا،فرمایا لوگوں کا اس جگہ سے وضو کرنا جہاں اُن کے دھوون کا پانی پڑتا ہے یہی تفریع کا اصل مقصود ہے اور ایسی جگہ وضو کرنا جہاں دھوون باہر گرتا ہو تو اس میں کسی کا

[1] حلیہ

طریق الحلیة وانا **اقول**:(۱)وبه استعین الوضوء فی الحوض یحتمل معنیین احدھما ان یغترف منه بید اواناء ویتوضأ خارجه بحیث تقع غسالته فیه کقولک توضأت فی الطست وھو الذی اقتصر علیه المحقق الحلبی والاخر ان یغسل اعضاء ہ بغمسھا فیه کما یفعل کثیر من الناس فی الرجلین کقولک غسلت الثوب فی الاجانة وھذا اقرب الی ظرفیة الحوض للوضوء بالضم وان اطلق علی الاول لصیرورة الحوض ظرف الوضوء بالفتح(۲)فلاوجه للقصر علی الاول والماء فی الاول ملق ای استعمل فی الخارج ثم القی فی الماء المطلق وفی الثانی ملاق ای ماء مطلق لاقی بدنا ذاحدث فاسقط فرضا اوبدن عــه متقرب فاقام قربة،وانت(۳)تعلم ان العبارة فی الفروع الثلثة تحتمل الوجھین بیدانا لوحملناھا علی الثانی وجب ردھا الی روایة ضعیفة وھو نجاسة المستعمل اوصیرورة المطلق مستعملا بوقوع المستعمل ولوقلیلا الا ماترشش کالطل فانه عفو دفعا للحرج وکلتاھما ضعیفة مھجورة والصحیح المعتمد طھارته وعدم تاثیرہ فی المطلق

اختلاف نہیں، یہ ایسا نہیں کہ کچھ لوگوں کے قول پر متفرع ہو اور کچھ کے قول پر متفرع نہ ہو اھ۔یہ تمام بحث حلیہ کے نہج پر ہے۔میں کہتا ہوں حوض سے وضو کے دو ۲ معنی ہیں ایک تو یہ کہ حوض سے چُلّو سے پانی لیا جائے یا برتن سے لیا جائے اور حوض کے باہر وضو کیا جائے اور اس کا دھوون حوض میں گرتا رہے، جیسے کہا جاتا ہے، میں نے طشت سے وضو کیا۔ محقق حلبی نے اس پر اکتفاء کیا ہے،اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ حوض میں اپنے اعضاء ڈبو کر وضو کرے جیسے عام طور پر لوگ پیر دھوتے ہیں، جیسے کہا جاتا ہے "میں نے ٹب میں کپڑے دھوئے،اور یہ حوض سے وُضو بالضم کا ظرف ہونے کے اقرب ہے،اگرچہ اس کا اطلاق پہلے پر اس تاویل سے ہوتا ہے کہ وہ وضوء بالفتح کا ظرف ہے،تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کو پہلے تک ہی مقصور رکھا جائے اور پہلے میں پانی ملقی ہے یعنی پہلے باہر استعمال کیا گیا پھر مطلق پانی میں ڈالا گیا اور دوسرے میں ملاقی ہے، یعنی مطلق پانی جو حدث والے بدن کو ملا اور ایک فرض کو ساقط کیا یا متقرب کے بدن کو ملا اور ایک قربۃ اس سے ادا ہوئی،اور آپ جانتے ہیں کہ تینوں فروع کی عبارت دونوں وجہوں کا احتمال رکھتی ہے، صرف اتنا ہے کہ اگر ہم اس کو دُوسرے پر

عــه ادخله فی البحر فی المحدث حکما تبعا للدرایة وتقدم الرد علیه فی الطرس المعدل اھ(م)

بحر نے اس کو حکماً محدث میں داخل کیا درایہ کی پیروی کرتے ہوئے طرس معدل میں اس کا رد پہلے گزرا اھ (ت)

مطلقا مالم یساوہ اویغلب علیہ والروایات تصان عن مثلہ مہما امکن فظہر ان المراد فی الثلاثۃ معنی الثانی لامافہم المحقق واضطر الی حملہا علی ضعیف واذن صارت الثلاثۃ حجۃ لنا ولا دلیل ناطق علی صرفہا الی ضعیف ومن (ا)یفعلہ ینقلب مدعیا بعد ان کان سائلا فلینور دعواہ ببرہان واین البرہان وذلک لان الاصل فی روایات الائمۃ الاعتماد فمن استند بہا فقد قضی ماعلیہ،ومن یرید ردہا الی مایردہا فلیأت بدلیل یلجیئ الیہ،ودعوای ہذہ قداعترف بہا العلامۃ فی البحر والرسالۃ معا اذحکم بابتناء تلک الفروع علی روایۃ ضعیفۃ فقال وسیظہرلک صدق ہذہ الدعوی الصادقۃ بالبینۃ العادلۃ فقد اقرانہ رحمہ اللہ تعالٰی عاد بہذا مدعیا فکیف تسلم بلا دلیل اماما ذکر فی البینۃ وہو قول المحیط والعلامۃ السراج الہندی والتحفۃ اذا وقع الماء المستعمل فی البئر عند محمد یجوز التوضؤ بہ مالم یغلب علی الماء وہو الصحیح ولفظ التحفۃ علی المذہب المختار [1]۔

محمول کریں تو اس کو ایک ضعیف روایت کی طرف راجع کرنا پڑے گا اور وہ مستعمل پانی کا نجس ہوتا ہے یا مطلق پانی کا تھوڑے مستعمل پانی سے مل جانے کی وجہ سے مستعمل ہو جانا، ہاں شبنم جیسے قطرے معاف ہیں حرج کو دفع کرنے کیلئے۔ یہ دونوں روایتیں متروک اور ضعیف ہیں، اور صحیح اور قابلِ اعتماد اس کی پاکی ہے اور اس کا مطلق پانی پر اثر انداز نہ ہونا ہے تاوقتیکہ اس کے برابر یا اس پر غالب نہ ہو جائے اور روایتیں اس قسم کی چیز سے حتی الامکان محفوظ رکھی جاتی ہیں، تو معلوم ہوا کہ تینوں فروع میں دوسرے معنی ہی مراد ہیں، وہ معنی نہیں ہیں جو محقق نے لئے ہیں اور پھر ان کو ضعیف روایت پر حمل کرنا پڑا اور اس طرح تینوں فروع ہماری دلیل بن گئی ہیں اور ان کو ضعیف روایت پر محمول کرنے کیلئے کوئی دلیل ناطق موجود نہیں، اور جو ایسا کرتا ہے وہ سائل کے بجائے اپنے آپ کو مدعی بناتا ہے اور ایسی صورت میں اس کو برہان لانا چاہئے، اور برہان کہاں سے ملے گا کیونکہ ائمہ کی روایات میں اصل اعتماد ہے تو جو ان سے استناد کرے گا اس نے اپنی ذمہ داری پُوری کر دی، اور جو ان کو کسی اور طرف رد کرنا چاہتا ہے تو اُسے اس کی دلیل پیش کرنا ہو گی، اور میرے اس دعوی کا اعتراف علامہ نے بحر اور رسالہ دونوں میں کیا ہے کیونکہ انہوں نے ان کی بنیاد کو ضعیف روایت پر مبنی قرار دیا ہے اور فرمایا کہ تم پر اس دعوی کی صداقت بینہ عادلہ سے ظاہر ہو جائیگی۔

[1] الرسالہ فی جواز الوضوء مع الاشباہ والنظائر ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۸۲۰/۷

فاقول: (۱) رحم الله الشيخ العلامة ماذكروه فهو فى الملقى فكيف يدل على ابتناء مافى الاسرار والعناية والدراية وغيرها من شروح الهداية وشرح الاسبيجابى وفتاوى الولو الجى وغيرها على رواية ضعيفة مع كونها فى الملاقى والى هنا تم الكلام مع البحر والرسالة معا ولم يبق فيها شيئ غير حرف واحد فى البحر وهو قوله رحمه الله تعالٰى لايعقل [عہ] فرق بين الصورتين من جهة الحكم يعنى الملقى والملاقى۔

اقول: (۲) اى لعمرك فرق واى فرق لان الاستعمال انما يثبت بازالة الماء حدثا اواسقاطه فرضا اواقامته قربة وذلك بملاقاته

انہوں نے اس میں اعتراف کرلیا کہ وہ اس طرح مدعی بن گئے ہیں، تو اب یہ دعوی بلا دلیل کس طرح قبول کیا جائیگا، اور بینہ میں جو انہوں نے ذکر کیا ہے وہ محیط علامہ سراج ہندی اور تحفہ کا قول ہے کہ اگر مستعمل پانی کنویں میں گر جائے تو محمد کے نزدیک اس سے وضو جائز ہے تاوقتیکہ وہ پانی پر غالب نہ ہو جائے اور یہی صحیح ہے اور تحفہ میں صراحت ہے کہ یہی مذہب مختار ہے۔ (ت)

میں کہتا ہوں اللہ تعالٰی شیخ علامہ پر رحم فرمائے، جو کچھ انہوں نے ذکر کیا ہے وہ ملقٰی میں ہے تو یہ اسرار، عنایہ، درایہ (شروح ہدایہ)، شرح اسبیجابی اور فتاوٰی ولواجی وغیرہ کی عبارات کے ضعیف روایت پر مبنی ہونے پر کیونکر دلیل بن سکتا ہے کیونکہ وہ ملاقی کے بارے میں ہیں۔ یہاں تک بحر اور رسالہ سے جو گفتگو تھی پُوری ہوئی البتہ بحر نے ایک لفظ کہا ہے وہ یہ کہ ملقی اور ملاقی دونوں صورتوں میں حکم کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں۔ (ت)

میں کہتا ہوں دونوں صورتوں میں بہت بڑا فرق ہے کیونکہ پانی کا مستعمل ہونا یا تو حَدَث کے ازالہ کی وجہ سے ہوتا ہے یا اسقاط فرض کی وجہ سے یا کسی

[عہ] ذكر ههنا عن بعض معاصريه الفرق بان فى الوضوء يشيع الاستعمال فى الجميع بخلافه فى الصب اھ۔ ثم رده وهى عبارة مدخولة فتحت على نفسها باب الرد فكان لما ذكر فى البحر مساغ فلذا طوينا ذكره وسنعود اليه ان شاء الله تعالٰى فى الفصل الرابع اھ منه غفرله۔

یہاں انہوں نے اپنے بعض معاصرین سے یہ فرق نقل کیا ہے کہ وضو سے استعمال تمام پانی میں ہوتا ہے اور بہانے میں یہ نہیں ہے، پھر خود ہی انہوں نے اس کا رد کیا اور یہ عبارت مدخولہ ہے، اس نے اپنے اوپر رد کا دروازہ کھول دیا ہے، تو جو بحر میں اس کا جواز تھا اس لئے ہم نے اس کو ذکر نہ کیا اور چوتھی فصل میں ہم اس کو ذکر کریں گے اِن شاء اللہ تعالٰی اھ منہ (ت)

بدن المحدث اوالمتقرب لاملاقاتہ ملاقاہ والموجود فی الملاق الاول وفی الملقی فیہ الثانی ھذا کل ماذکرہ فی الرسالۃ وھھنا اعنی فی بحث الماء المطلق فی البحر اماما ذکر فی مسألۃ البئر جحط مفرعا علی قول الحلیۃ الماء المستعمل ھو الذی لاقی الرجل بقولہ فعلی ھذا قولھم(ای فیمن نزل البئر للاغتسال)صار الماء مستعملا معناہ صار الماء الملاقی للبدن مستعملا لاجمیع ماء البئر[1] اھ ۔فقدمنا الکلام علیہ کافیا شافیا بتوفیق اللہ تعالٰی تحت الحادی والعشرین من الکلام مع العلامۃ قاسم وثلثۃ حجج قبلہ من التاسع عشر فھذہ اربعۃ۔

واقول: خامسا(۱)لوصح ھذا لما احتجتم الی حمل تلک الروایات الظاھرۃ الکاثرۃ الوافرۃ علی روایۃ ضعیفۃ مرجوحۃ نادرۃ وکان یکفیکم ان تقولو انعم صار مستعملا لکن مالاقی البدن اوالکف وھو مستھلک مغلوب فلا یضر۔

وسادسا:(۲)حیث حکموا بسقوط الاستعمال فی ادخال الکف والانغماس

قربت کی ادائیگی کے باعث ہوتا ہے اور یہ اسی وقت ہوگا جبکہ وہ مُحدِث یا متقرب کے بدن سے لگے نہ کہ اُس چیز کو لگے جو بدن کو لگی ہے، اور جو چیز مُلَاقِی میں موجود ہے وہ اوّل ہے اور مُلقیٰ میں دوسری چیز ہے یہ رسالہ میں ہے، اور بحر کی مطلق پانی کی بحث میں ہے، اور بحر نے مسئلہ جحط میں حلیہ کے اس قول پر تفریع کی ہے "**الماء المستعمل ھو الذی لاقی الرجل**" (مستعمل پانی وہ ہے جو آدمی کے جسم سے متصل ہو) تفریع کے لفظ یہ ہیں، تو اس بنا پر ان کا قول (یعنی جو شخص کنویں میں نہانے کو اُترا) پانی مستعمل ہوگیا، اس کا مفہوم یہ ہے کہ بدن کو لگنے والا پانی مستعمل ہوگیا، یہ نہیں کہ کنویں کا سارا پانی مستعمل ہوجائے، اھ ہم نے اس پر مکمل بحث علامہ قاسم کے کلام پر گفتگو کرتے ہوئے اکیسویں نمبر کے تحت کردی ہے اور اس سے قبل انیسویں نمبر میں تین دلائل بیان کیے ہیں تو یہ چار ہوئے۔

خامسا: میں کہتا ہوں اگر یہ بات درست ہوتی تو آپ ان کثیر ظاہر روایات کو ایک ضعیف روایت پر محمول نہ کرتے بلاالکہ صرف اتنا کہتے کہ ہاں وہ پانی مستعمل ہوگیا ہے، لیکن جو پانی بدن اور ہاتھوں کو لگا ہے وہ تھوڑا سا ہے اور مغلوب ہے تو نقصان دہ نہ ہوگا۔**سادساً** مشائخ نے سقوط استعمال کا حکم لگایا ہے ہاتھ ڈالنے اور غوطہ کھانے کی صورت میں،

---

[1] بحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۹۸/۱

اطبقوا سلفاً وخلفاً وانتم معھم علی تعلیلہ بالضرورۃ کما قدمنا عن الفتح والخلاصۃ والتبیین والبزازیۃ والکافی والخانیۃ والغنیۃ والحلیۃ والنھر والقدوری والجرجانی والبرھان والصغری والفوائد الظھیریۃ والشمس الائمۃ الحلوانی وعن بحرکم وعنکم عن شمس الائمۃ السرخسی وشارح الھدایۃ الخبازی والمحقق حیث اطلق والزیلعی وابی الحسن وابی عبداللہ رحمھم اللہ تعالٰی وقدمناہ عن الخلاصۃ عن نص محرر المذھب محمد فی کتاب الاصل وعن الفتح عن کتاب الحسن عن صاحب المذھب الامام الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنھم ولو کان لایستعمل الاما لصق بالبدن فای حرج یلحق وای ضرورۃ تمس فان الماء مع ثبوت الاستعمال یبقی طاھرا مطھرا کما کان۔

سلف سے خلف تک اسی پر چلے آرہے ہیں اور آپ بھی اُن کے ہمنوا ہیں اور اس کیلئے علت ضرورت بتائی ہے جیسا کہ ہم فتح، خلاصہ، تبیین، بزازیہ، کافی، خانیہ، غنیہ، حلیہ، نہر، قدوری، جرجانی، برہان، صغری، فوائد ظہیریہ، شمس الائمہ حلوانی، بحر اور آپ کی سند سے شمس الائمہ سرخسی سے، شارح ہدایہ خبازی، محقق (انہوں نے اطلاق سے کام لیا) ابو الحسن وابو عبداللہ سے روایت کر آئے ہیں اور اس کو ہم نے خلاصہ سے محرر المذہب امام محمد کا قول ان کی اصل سے نقل کیا ہے اور فتح سے حسن کی کتاب سے صاحب المذہب امام اعظم سے نقل کیا ہے، اگر صرف اتنا ہی مستعمل ہوتا ہے جو بدن سے لگا ہو تو کیا حرج لاحق ہوتا ہے؟ اور کونسی ضرورت درپیش ہوتی ہے؟ کیونکہ پانی باوجود ثبوت استعمال کے طاہر مطہر ہی رہے گا جیسا کہ پہلے تھا۔

وسابعا: (۱) قدمنا عن الامام شمس الائمۃ الکردری ان ادخال المحدث یدہ فی الماء لالضرورۃ یفسدہ[1] وعنکم عن المبتغی انہ یفسد الماء[2] وعنکم عن المبسوط عن نص محمد فی الاصل اغتسل الطاھر فی البئر افسدہ[3] وعن مجمع الانھر فسد عندالکل[4] وعن

سابعاً ہم امام شمس الائمہ کردری سے نقل کر آئے ہیں کہ محدث کا اپنے ہاتھ کو پانی میں بلا ضرورت ڈالنا پانی کو فاسد کر دیتا ہے اور تم سے مبتغٰی سے روایت کی ہے کہ وہ پانی کو فاسد کر دیتا ہے، اور تم سے مبسوط سے، محمد کی اصل میں نص سے روایت کی ہے کہ اگر پاک آدمی کُنویں میں غسل کرے تو اس کو فاسد

[1] الہندیۃ بالمعنی فصل فیما لایجوز بہ الوضوء نورانی کتب خانہ پشاور ۲۲/۱
[2] الہندیۃ بالمعنی فصل فیما لایجوز بہ الوضوء نورانی کتب خانہ پشاور ۲۳/۱
[3] بحر الرائق کتاب الطھارت سعید کمپنی کراچی ۹۶/۱
[4] مجمع الانہر فصل فی الماء بیروت ۳۱/۱

الھندیة عن النھایة یفسد بالاتفاق [1] ولفظ العنایة فسد الماء عند الکل [2] وعنکم عن الدرایة والعنایة وغیرھما یفسد عندالکل [3] فھذ اصریح نص محمد فی الروایة الظاھرة وصرائح لقول الاجماع فی الکتب المعتمدة منھا بحرکم علی ان الماء کله یصیر مستعملا حتی لایبقی صالحا لان یتوضأ به اذلیس الفساد الاخروج الشیئ عما یصلح له ولوکان یجوزبه الوضوء فایش فسد وکیف فسد۔

کردے گا،اور مجمع الانہر میں ہے کہ سب کے نزدیک فاسد ہوگیا،اور ہندیہ سے نہایہ سے منقول ہے کہ بالاتفاق فاسد ہوجائے گا،اور عنایہ کے الفاظ یہ ہیں کہ سب کے نزدیک پانی فاسد ہوگیا اور تم سے درایہ وعنایہ وغیرہما سے روایت کی ہے سب کے نزدیک فاسد ہوگیا تو یہ ظاہر روایت میں محمد کی صریح نص ہے،اور اجماع کی صریح نقول کتب معتمدہ میں موجود ہیں،بحر میں ہے علاوہ ازیں تمام پانی مستعمل ہوجاتا ہے حتّٰی کہ اس سے وضو بھی نہیں کیا جاسکتا ہے کیونکہ فساد کے معنی ہی یہ ہیں کہ جو چیز جس کام کی صلاحیت رکھتی تھی اب اس کے لائق نہ رہی اور اگر اس سے وضو جائز رہے تو پھر اس میں فساد کیوں اور کیسے ہوا؟(ت)

وثامنا:(ا)قدمنا عن الفتح عن کتاب الحسن عن صاحب المذھب الامام رضی الله تعالٰی عنه التصریح بابین لفظ لایقبل تاویلا ولا یرضی تحویلا وھو قوله رضی الله تعالٰی عنه لم یجز الوضوء منه فثبت قطعا ان لامساغ لھذا التاویل وانه مضاد لصریح نص امام المذھب وجلی نص محمد فی ظاھر الروایة بل ومصادم لاجماع ائمة المذھب المنقول فی المعتمدات کبحرکم فالحق الناصع ھو المذھب المنصوص علیه من ائمة المذھب فی الکتب الظاھرة المطبق علیه فی الروایات المتواترة

ثامناً: ہم نے فتح کے حوالہ سے حسن کی کتاب سے صاحب مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قول نقل کیا ہے،اور یہ اتنا واضح اور صریح قول ہے کہ کسی قسم کی تاویل کو قبول نہیں کرتا ہے،اور وہ یہ ہے کہ اس سے وضوء جائز نہیں،تو قطعی طور پر ثابت ہوگیا کہ اس تاویل کی کوئی گنجائش نہیں اور یہ امام مذہب کے نص صریح کے مخالف ہے اور امام محمد کے واضح نص کے بھی خلاف ہے بلکہ کتب معتمدہ میں ائمہ مذہب کا جو اجماع منقول ہے اس کے بھی مخالف ہے،مثلاً آپ ہی کی بحر میں حکایت اجماع موجود ہے تو حق وہی ہے جو ظاہر روایت کی کتب میں ائمہ مذہب سے

---

[1] ہندیۃ الفصل الثانی من المیاہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۳

[2] عنایۃ مع فتح القدیر ماء الذی یجوزبہ الوضوء نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۹

[3] حاشیۃ الہدایۃ ماء الذی یجوزبہ الوضوء المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/۲۳

اعنی ثبوت الاستعمال لجمیع الماء القلیل قلیلا کان اوکثیرا بدخول جزء من بدن محدث فیه لم یروما یخالفه ولم یرفی کلام احدما ینازعه الالفظة وقعت فی کلام البدائع فی تعلیل وجدل مع وفاقه فی المروی وما قدر بحث مع نصوص صاحب المذهب وتصریح محرره فی کتاب ظاهر الروایة بل مع اجماع ائمة المذهب لا جرم ان بقیت تلک الکلمة لم یعرج علیها احد فیما نعلم الی عصر الامام المحقق علی الاطلاق حتی اتی تلمیذاه العلامتان القاسم والحلبی فاثراها،واُثراها واثاراها،وجعلها العلامة قاسم نصا مرویا،وحکما مرضیا،رد به نصوص المذهب المشهورة،والفروع المتواترة فی الکتب المنشورة،الی روایة ضعیفة مهجورة،ولم یات علیها بروایة منقولة ماثورة،ولا درایة مقبولة منصورة،فالمذهب هو المتبع،والحق احق ان یتبع،والله المستعان،وعلیه التکلان، وصلی الله تعالٰی علی سید الانس والجان، واٰله وصحبه وابنه وحزبه ماتعاقب الملوان، وبارک وسلم ابدا اٰمین،والحمدلله رب العٰلمین۔

منقول ہے اور جس پر متواتر روایات منطبق ہیں یعنی تمام قلیل پانی پر مستعمل ہونے کا حکم لگایا جانا خواہ قلیل ہو یا کثیر جبکہ محدث کے بدن کا کوئی حصہ بھی اس میں داخل ہو جائے اس پر یہی حکم ہوگا،اس کے خلاف کسی کے کلام میں منقول نہیں صرف ایک لفظ بدائع میں تعلیل وجدل کے طور پر آیا ہے حالانکہ روایت کردہ پر وہ متفق ہیں،لیکن نصوص مذہب کی موجودگی میں محض ایک بحث کی کیا قدر وقیمت ہو سکتی ہے،پھر محرر مذہب کی تصریح ظاہر الروایۃ کی کتاب میں ہے اور ائمہ مذہب کا اجماع ہے،پھر ایک اس کلمہ پر محقق علی الاطلاق کے زمانہ تک کسی نے غور نہ کیا یہاں تک کہ ان کے شاگرد علامہ قاسم اور حلبی آئے تو انہوں نے اس بات کو بڑھایا اور ترجیح دی اور پھیلایا اور علامہ قاسم نے تو اس کو اپنی پسندیدہ نص قرار دیا جس سے نصوص مذہب اور فروع متواترہ تک کو رد کر دیا اور اس کی تائید میں صرف ایک ضعیف روایت لاسکے اور کوئی قابل عقلی یا نقلی دلیل پیش نہ کرسکے،تو مذہب حق وہی ہے جس کی پیروی کی گئی ہے اور حق ہی اس کا مستحق ہے کہ اس کا اتباع کیا جائے واللہ المستعان،اسی پر بھروسا ہے،انس وجن کے سردار پر درود اور ان کی آل واصحاب،اولاد اور باقی جماعت پر تاقیامت برکتیں اور سلام نازل ہو،آمین والحمدللہ رب العالمین۔

الفصل الثالث فی کلام العلّامة ابن الشحنة

تیسری فصل علامہ ابن الشحنہ کے کلام میں:

رسالته رحمه الله تعالٰی اکثر من نصف کراسة سلک فیها مسلکا یخالف ماسلکه شیخه العلامة

ان کا رسالہ آدھی کاپی سے زیادہ ہے اس میں انہوں نے اپنے شیخ علّامہ قاسم کے سراسر خلاف راہ اپنائی ہے کیونکہ

قاسم خلافا کلیا فانه کان ادعی تسویة الملقی والملاقی فی جواز الوضوء وادعی ھذا تسویتھما فی عدم الجواز ذکر رحمه الله تعالٰی مخاطبا لسائله سألت ارشدنی الله وایاک عن حوض دون ثلثة اذرع فی مثلھا ھل یجوز الوضوء فیه ام لاوھل یصیر مستعملا بالتوضی فیه وذکرت ان المفتی به قول محمد رضی الله تعالٰی عنه انه طاھر غیر طھور وان المتقاطر من الوضوء قلیل لاقی طھورا اکثر منه فلا یسلبه وصف الطھوریة واجبتک انه یجوز الاغتراف منه والتوضی خارجه لافیه[1] اھ۔

اقول: فھذا(۱) ظاھر فی الملقی وان المراد التوضی فیه بالمعنی الاول ای بحیث تقع الغسالة فیه وقد کان السائل نبه علی الحکم الصحیح فیه ان المتقاطر طاھر مغلوب لکن اجابه بالمنع وھو خلاف الصحیح کما علمت **والعجب** ان الشیخ سینقل ان الصحیح خلافه ثم مشی علیه وکان حریا بنا ان نحمل کلامه علی التوضی فیه بالمعنی الثانی ای بغمس الاعضاء فیه ومعنی قوله التوضی خارجه ان تکون اعضاء المتوضی خارج الحوض کی یوافق الصحیح ولا یناقض کلام نفسه فیما ینقل من التصحیح وکان تخطئة السائل حیث سأل عن الوضوء فیه بغمس

وہ تو جوازِ وضو میں ملقٰی اور ملاقی کی برابری کے قائل تھے اور انہوں نے عدمِ جواز میں دونوں کی برابری کا قول کیا ہے وہ بصیغہ خطاب فرماتے ہیں تُونے مجھ سے سوال کیا خدا تجھ کو اور مجھے ہدایت دے ایک حوض کے بارے میں جو تین ہاتھ سے کم ہے، اس میں وضو جائز ہے یا نہیں؟ اور اس میں وضو کرنے سے پانی مستعمل ہوگا یا نہیں؟ اور تُونے ذکر کیا مفتی بہ محمد کا قول ہے کہ وہ پاک ہے پاک کرنے والا نہیں ہے اور وضو سے جو ٹپکا ہے وہ کم ہے اور جس پانی سے ملا ہے وہ زیادہ ہے تو وہ اس کی طہوریت کے وصف کو سلب نہیں کرسکتا ہے، میں نے تجھ کو یہ جواب دیا ہے کہ اس سے چلّو بھر کر پانی لے کر وضو باہر کرنا جائز ہے اس کے بیچ وضو کرنا جائز نہیں اھ۔

میں کہتا ہوں یہ ملقٰی میں ظاہر ہے اور یہ کہ اس سے مراد پہلے معنی کے اعتبار سے وضو کرنا ہے یعنی دھوون اس میں گرے اور سائل نے اس میں صحیح حکم پر خبردار کیا تھا کہ ٹپکنے والا پانی طاہر مغلوب ہے مگر انہوں نے اس کا جواب منع کے ساتھ دیا اور جیسا کہ آپ جانتے ہیں یہ صحیح کے خلاف ہے، اور تعجب خیز بات یہ ہے کہ خود شیخ عنقریب یہ نقل کریں گے کہ صحیح اس کے خلاف ہے اور پھر خود اسی پر چلے ہیں، اور ہمارے لائق بات تو یہ تھی کہ ہم اس کو دوسرے معنی میں لیتے وہ یہ کہ اس میں وضو کرنے پر محمول کرتے یعنی اس میں اعضاء کا ڈبو دینا، اور ان کے اس قول کے معنی کہ وضو حوض کے باہر، یہ ہیں کہ وضو کرنے والے کے اعضاء حوض کے باہر ہوں تاکہ صحیح کے موافق ہو اور خود

[1] رسالہ ابن الشحنۃ

الاعضاء ولم یکن بعدہ محل لذکر قلۃ المتقاطر ایسر علینا من تطرق امثال الخلل الی کلام العلامۃ ولکنہ رحمہ اللہ سیصرح بھذا الظاھر فانسد باب التاویل ثم قدم مقدمۃ فی بیان الماء الذی یظھر فیہ اثر الاستعمال والذی لایظھر فیہ قاصدا اثبات ان الحوض المسئول عنہ اعنی الصغیر مما یتأثر بالاستعمال تأثرہ بالنجس فقال اعلم ان الماء الذی یظھر فیہ اثر الاستعمال ھو الذی[عہ] یظھر فیہ اثر النجاسۃ وکل مالایظھر فیہ اثر النجاسۃ لایظھر فیہ اثر الاستعمال ولا فرق ثم جعل یسرد الاقوال فی حد القلیل واطال الی ان قال فثبت ح ظھور اثرالاستعمال وھو سلب الطھوریۃ عن ماء الحوض الذی سألت عنہ وکان حکمہ کالاناء والجب والبئر اھ۔	کلام آپس میں متناقض نہ ہو یعنی اُس تصحیح کے جو نقل کی جائے گی، اور انہوں نے سائل کو غلط اس لئے ٹھہرایا کیونکہ اس نے یہ سوال کیا تھا کہ وہ اپنے اعضاء کو حوض میں داخل کرکے وضو کرنا چاہتا ہے اس کے بعد اس کا محل نہ تھا کہ ٹپکنے والا کم ہے یہ ہم پر بہ نسبت اس کے آسان ہے کہ علّامہ کے کلام میں خلل کو مان لیں مگر وہ خود اس ظاہر کی تصریح کریں گے تو تاویل کا باب بند ہوگیا، پھر ایک مقدمہ اُس پانی کے بارے میں بیان کیا جس میں اثرِ استعمال ظاہر ہوتا ہے اور جس میں نہیں ہوتا ہے، اس سے ان کا ارادہ یہ بتانا کہ وہ چھوٹا حوض جس کے بارے میں دریافت کیا جارہا ہے مستعمل پانی سے اسی طرح متاثر ہوتا ہے جس طرح نجس پانی سے، اور فرمایا جاننا چاہئے کہ وہ پانی جس میں استعمال کا اثر ظاہر ہوتا ہے وہی ہے جس میں نجاست کا اثر ظاہر ہوتا ہے اور جس میں نجاست کا اثر ظاہر نہ ہو اس میں استعمال کا اثر بھی ظاہر نہ ہوگا اور کوئی فرق نہیں، پھر انہوں نے قلیل کے حد میں کئی اقوال پیش کیے اور کافی طوالت اختیار کی اور آخر میں کہا، تو ثابت ہوگیا کہ استعمال کے اثر ظاہر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تم نے جس حوض کی بابت دریافت کیا ہے اس کے پانی سے طھوریت سلب

عہ تعقیب المسند الیہ بضمیر الفصل یفید قصر المسند علی المسند الیہ فمفاد القضیۃ الاولی ان تأثیر النجاسۃ مقصور علی مایؤثر فیہ الاستعمال ای کل مالا یظھر فیہ اثر الاستعمال لایظھر فیہ اثر النجاسۃ ثم ذکر عکسہ کلیا فافاد انھما شیئ واحد وانہ لاانفکاک لتأثیر عن اٰخر اھ منہ غفرلہ۔(م)	مسند الیہ کے بعد ضمیر فصل لانا مسند کے مسند الیہ پر حصر کا فائدہ دیتا ہے تو پہلے قضیہ کا فائدہ یہ ہے کہ نجاست کا مؤثر ہونا اس چیز پر منحصر ہے جس میں استعمال مؤثر ہو یعنی جس میں استعمال کا اثر ظاہر نہ ہو اس میں نجاست کا اثر بھی ظاہر نہ ہوگا پھر انہوں نے اس کا عکس کلی ذکر کیا جس کا مفاد یہ ہے کہ دونوں شیئ واحد ہیں اور یہ کہ ایک کی تاثیر دوسرے سے جُدا نہ ہوگی اھ منہ غفرلہ۔(ت)

اقول: رحمکم الله کل(۱)ماأتیتم به الی هنا انما بین ان القلیل الذی تؤثر فیه النجاسة کذا وکذا ولیس فی شیئ منه مایدل علی ان کل قلیل یتأثر بالاستعمال کالنجاسة وانما کان المقصود فیه ولم تذکر وافیة غیر قولکم ان کل ما تأثر بها تأثر به ولافرق وهی القضیة الاولی فی کلامکم اما الاخری القائلة ان کل ماتأثر به تأثر بها فلا کلام فیها ولا تمس المقصود اصلا ثم ذکر تکمیلا لتوضیحه وسرد فیه(۱)**فرع** الخلاصة ان الحوض الصغیر قیاس الاوانی والجباب لایجوز التوضی فیه ولو وقعت فیه قطرة خمر تنجس[1] (۲)**وفرع** البزازیة والتنجیس والخانیة اذا نقص الحوض من عشر فی عشر لایتوضؤ فیه بل یغترف منه ویتوضؤ خارجه[2] ولفظ الخانیة لایجوز فیه الوضوء[3] ولفظ التجنیس(۲)اعلاه عشر فی عشر واسفله اقل وهو ممتل یجوز التوضی فیه والاغتسال فیه وان نقص لاولکن یغترف منه ویتوضأ[4] اھ۔**قلت:** وفی عکسه عکسه(۳)ای اذا کان اسفله عشرا فی عشر واعلاه

ہو گئی اور اس کا حکم برتن، گڑھے اور کنویں کی مانند ہو گیا۔

میں کہتا ہوں یہاں تک آپ نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ قلیل پانی وُہ ہے جس میں نجاست اثر کرے وہ پانی فلاں فلاں ہے، اس میں یہ کہیں نہیں ہے کہ ہر قلیل پانی استعمال سے متاثر ہوتا ہے جس طرح کہ نجاست سے متاثر ہوتا ہے اور اس سے وہ مقصود تھا جس کا آپ نے ذکر نہیں کیا صرف یہ ذکر کیا ہے کہ ہر پانی جو نجاست سے متاثر ہوگا وہ استعمال سے بھی متاثر ہوگا بغیر کسی فرق کے، یہ ہوا پہلا قضیہ تمہارے کلام میں اور دوسرا قضیہ یہ ہے کہ جو پانی استعمال سے متاثر ہوگا وہ نجاست سے بھی متاثر ہوگا، تو اس میں کلام نہیں، اور اس کا مقصود سے کوئی تعلق نہیں، پھر اپنی وضاحت کی تکمیل کی اور یہ فروع ذکر کیں، فرع (۱) خلاصہ کہ چھوٹا حوض جو برتنوں اور گڑھوں کی مانند ہو اس میں وضو جائز نہیں ہے اور اس میں اگر ایک قطرہ شراب کا گر جائے تو وہ نجس ہو جائے گا۔ (۲) بزازیہ، تجنیس اور خانیہ میں ہے کہ جب حوض دَہ در دَہ سے کم ہو تو اس میں وضو نہ کرے گا بلاکہ اس میں سے چُلّو کے ذریعہ لے گا اور وضو حوض سے باہر کرے گا، اور خانیہ کے الفاظ یہ ہیں اس میں وضو جائز نہیں، اور تجنیس کے الفاظ یہ ہیں کہ اس کا بالائی حصہ دہ در دہ ہے اور نچلا

---

[1] خلاصۃ الفتاوی الجنس الاول فی الحیاض نولکشور لکھنؤ ۱/۵

[2] بزازیہ مع الھندیہ نوع فی الحیض نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۵

[3] قاضی خان فصل فی الماء الراکد نولکشور لکھنؤ ۱/۴

[4] بحر الرائق کتاب الطھارۃ سعید کمپنی کراچی ۱/۷۷

اقل لم یجز الوضوء فیه ممتلئا فاذا نقص وبلغ الکثرة(۱)جاز وبه یلغزای ماء لایجوز الاغتسال فیه مادام کثیرا واذا قل جاز(۳)**وفرع الخانیة** خندق طوله مائة ذراع او اکثر فی عرض ذراعین قال عامة المشائخ لایجوز فیه الوضوء ثم حکی عن بعضهم الجواز ان کان ماؤه لوانبسط یصیر عشرا فی عشر[143] اھ۔

قلت:(۲)وهو المختار درر عن عیون المذاهب والظهیریة وصححه فی المحیط والاختیار وغیرهما واختار فی الفتح القول الاخر وصححه تلمیذه الشیخ قاسم لان مدار الکثرة علی عدم خلوص النجاسة الی الجانب ولا شك فی غلبة الخلوص من جهة العرض[144] اھ ش۔

اقول:(۱)هذا غیر مسلم اذلو کان علیه المدار لما جاز الوضوء فی الماء الکثیر من الجانب الذی فیه النجاسة ولیس کذلك فعلم ان المدار هو المقدار اعنی المساحة فلا حاجة الی العرض وقد قال المحقق نفسه قالوا فی غیر المرئیة یتوضؤ من جانب الوقوع وفی المرئیة لا وعن

کم ہے اور وہ بھرا ہوا ہو تو اس سے وضو بھی جائز ہے اور غسل بھی، اور کم ہو تو جائز نہیں البتہ اسے چُلّو بھر کر پانی لے کر وضو کر سکتا ہے۔

میں کہتا ہوں اس کے برعکس میں حکم برعکس ہے یعنی جب اس کا نچلا حصّہ دہ در دہ ہو اور اوپر والا کم ہو تو اس میں وضو جائز نہیں جبکہ بھرا ہوا ہو، پس جب کم ہو جائے اور کثرت کو پہنچ جائے تو جائز ہے، اسی لئے ایک فقہی پہیلی مشہور ہے "وہ کون سا پانی ہے کہ جب کثیر ہو تو اُس سے غسل جائز نہیں اور جب کم ہو تو جائز ہے۔ خانیہ (۳) کی فرع، ایک خندق ہے جس کی لمبائی سَو ہاتھ یا اُس سے زیادہ ہے اور چوڑائی دو ہاتھ ہے تو عام مشائخ فرماتے ہیں اُس سے وضو جائز نہیں، اور بعض مشائخ سے جواز منقول ہے، بشرطیکہ وہ حوض ایسا ہو کہ اگر اس کے پانی کو پھیلا دیا جائے تو وہ دَہ در دَہ ہو جائے اھ۔ **میں کہتا ہوں** یہی مختار ہے اس کو درر نے عیون المذاہب سے اور ظہیریہ سے نقل کیا اور محیط واختیار وغیرہما نے اس کی تصحیح کی، اور فتح میں دوسرے قول کو اختیار کیا اور اس کی تصحیح ان کے شاگرد شیخ قاسم نے کی کیونکہ کثرت کا دارومدار نجاست کے دوسری جانب نہ پہنچنے پر ہے، اور اس میں شک نہیں کہ خلوص کا غلبہ چوڑائی کی طرف سے ہے اھ ش۔

میں کہتا ہوں یہ مسلّمہ بات نہیں ہے کیونکہ اگر اسی پر مدار ہوتا تو کثیر پانی میں اس جانب سے وضو جائز نہیں ہوتا جس میں کہ نجاست ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ اصل چیز مقدار ہے یعنی پیمایش، تو چوڑائی کی کوئی حاجت نہیں، اور خود محقق نے فرمایا ہے "مشائخ کا غیر مرئی نجاست میں

---

143 قاضی خان فصل فی الماء الراکد نولکشور لکھنؤ ۱/۴

144 ردالمحتار باب المیاہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۱۴۲

ابی یوسف انہ کالجاری لایتنجس الا بالتغیر وھو الذی ینبغی تصحیحہ لان الدلیل انما یقتضی عندالکثرۃ عدم التنجس الا بالتغیر من غیر فصل وھو ایضا الحکم المجمع علیہ علی ماقدمناہ من نقل شیخ الاسلام ویوافقہ مافی المبتغی ان ماء الحوض فی حکم ماء جار[145]اھ۔ والعلامۃ نفسہ اطال فیہ الکلام فی رسالتہ تلك واحتج بالاحادیث والاٰثار وقال فی اٰخرہ فثبت ان ماء الغدر لایتنجس الا بالتغیر سواء کان الواقع فیہ مرئیا اوغیر مرئی فالجاری اولی[146]اھ۔ وقال قبلہ علی قول صاحب الاختیار ان کانت النجاسۃ مرئیۃ لایتوضؤ من موضع الوقوع۔۔۔ الخ مانصہ یقال لہ اذا کان الحکم ھذا فاین الاصل الذی ادعیتہ وھو ان الکثیر لاینجس وکیف خرج ھذا عن دلیل الاصل الذی اوردتہ وھو الحدیث[147]الخ وقال علی قول البدائع ان کانت مرئیۃ لایتوضؤ من الجانب الذی فیہ الجیفۃ مانصہ کلہ مخالف للاصل المذکور والحدیث[148]اھ۔

کہنا ہے کہ جہاں نجاست گری ہے وہاں سے وضو کرسکتا ہے اور مرئیہ میں نہیں، اور ابویوسف سے مروی ہے کہ یہ جاری پانی کی طرح ہے جب تک تغیر نہ ہوگا نجس نہ ہوگا اسی کی تصحیح ہونی چاہئے، کیونکہ دلیل کا تقاضا تو یہ ہے کہ کثرت کی صورت میں صرف اسی وقت ناپاک ہو جبکہ تغیر آجائے اور اس میں کوئی قید نہ ہو، یہ بھی اجماعی حکم ہے ہم اس پر شیخ الاسلام کی نقل بیان کر آئے ہیں، اور مبتغٰی میں اس کے موافق ہے کہ حوض کا پانی جاری پانی کے حکم میں ہے اھ اور علّامہ نے خود اپنے اس رسالہ میں اس پر طویل بحث کی ہے اور احادیث وآثار سے استدلال کیا ہے اور اس کے آخر میں فرمایا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ تالابوں کا پانی تغیر سے ناپاک ہوتا ہے خواہ گرنے والی چیز مرئی ہو یا غیر مرئی، تو جاری میں یہ حکم بطریق اولٰی ہوگا اھ۔ اور اس سے قبل صاحبِ اختیار پر کلام کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر نجاست مرئیہ ہو تو گرنے کی جگہ سے وضو نہیں کرے گا۔۔۔الخ ان کی عبارت اس طرح ہے "اُس سے کہا جائے گا کہ جب حکم یہ ہے تو اس اصل کا کیا ہوا جو آپ نے بیان کی تھی کہ کثیر پانی ناپاک نہیں ہوتا اور یہ اُس دلیل اصل سے کیسے خارج ہوگیا جس کو آپ نے بیان کیا تھا اور وہ حدیث ہے۔۔۔الخ اور بدائع کے قول پر فرمایا کہ اگر نجاست مرئیہ ہو تو جہاں مردار گرا ہے وہاں سے وضو نہیں کرے گا، ان کی یہ تمام عبارت اصل مذکور اور حدیث کے مخالف ہے اھ

ثم اقول:(۱)بل ادارۃ الامر علیہ یبطل اعتبار العرض فان المناط ح ان یکون بین النجاسۃ والماء یرید ان یأخذہ عشرۃ اذرع فاذا وقع النجس فی

پھر میں کہتا ہوں کہ اس پر دارومدار کرنا عرض کے اعتبار کو

[145] فتح القدیر باب الماء الذی یجوزبہ الوضوء ومالایجوز نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۲
[146] زہر الروض فی مسئلۃ الحوض
[147] زہر الروض فی مسئلۃ الحوض
[148] زہر الروض فی مسئلۃ الحوض

احد اطراف ذلك الخندق لم يخلص الى الطرف الأخر طولا وان خلص عرضاً فيجوز الاخذ من الطول بعد عشرة اذرع وان لم يجز من العرض (٢)**بل هي** تبطل اعتبار المساحة رأسا اذ المدار على هذا على الفصل فلوان خندقاً طوله عشرة اذرع وعرضه شبر وقع في طرف منه نجس جاز الوضوء من الطرف الأخر لوجود الفصل المانع للخلوص وهذا لايقول به احد منا(٣)**ولو** وقع النجس في الوسط والغدير عشر في عشر بل عشرون في العشرين الا اصبعاً في الجانبين تنجس كله لان الفصل في كل جانب اقل من عشر وكذا(٤)اذا كان مائة في مائة بل الفا في الفعـــه وقع بفصل عشر في الاطراف ثم كل عشرين في الاوساط قطرة نجس وجب تنجس الكل من دون تغير وصف، مع كونه عشرة ألاف	باطل کر دیتا ہے کیونکہ اس وقت علت حکم یہ ہے کہ اس کے اور نجاست کے درمیان دس ہاتھ کا فاصلہ ہو تو اگر اس خندق کے ایک کنارے میں نجاست گر گئی تو وہ لمبائی میں دوسرے کنارے تک نہیں آسکتی اگرچہ چوڑائی میں دوسری طرف پہنچ جائے، تو لمبائی میں دس ہاتھ کے بُعد سے اس پانی کا استعمال جائز ہوگا اگرچہ چوڑائی سے جائز نہیں، بلالکہ یہ مساحت کے اعتبار کو باطل کرتا ہے کیونکہ اس صورت میں دارومدار فصل پر ہے اب اگر کسی خندق کی لمبائی دس ہاتھ ہے مگر چوڑائی ایک بالشت ہے اور اس کے ایک کنارہ میں نجاست گر جائے تو دوسرے کنارے سے وضو جائز ہے کیونکہ خلوص کے لئے مانع موجود ہے، اور ہم میں سے یہ قول کسی کا نہیں۔ اور اگر نجاست تالاب کے بیچوں بیچ گر گئی اور تالاب دہ در دہ بلکہ بست در بست ہے مگر دونوں طرف سے ایک ایک انگل کم ہے تو پورے کا پورا ناپاک ہو جائے گا، کیونکہ فصل ہر جہت میں دس سے کم ہے، اسی طرح اگر وہ سَو در سَو ہو بلالکہ ہزار در ہزار ہو، اور نجاست دس ہاتھ

عـــه فتكفي لتنجيس عشرة ألاف ذراع خمس وعشرون قطيرة كحبة الجاورس مثلا ولتنجيس ماء منبسط في الف الف ذراع الفان وخمسمائة۔ اھ منه غفرله۔(م)	دس ہزار گز کو نجس کرنے کیلئے نجاست کے پچیس قطرے باجرہ کے دانہ برابر کافی ہیں اور ایک لاکھ گز میں پھیلنے والے پانی کو نجس کرنے کیلئے دو ہزار پانچ سو قطرے کافی ہیں اھ منہ غفرلہ (ت)

ذراع بل الف الف.فالحق ان المدار هو المقدار، والماء بعده کماء جار،والله تعالٰی اعلم۔ **اقول:** ویظهر للعبد الضعیف انه کان ینبغی ان یجعل هذا هو المقصود بظاهر الروایة ان الکثیر مالا یخلص بعضه الی بعض واعتبروه بالارتفاع والانخفاض بتحریك الوضوء من ساعته او الغسل اوالاغتراف اوالتکدر اوسرایة الصبغ والاول هو الصحیح ویقرران المقصود به لیس الا تحصیل جامع بینه وبین الجاری قال الامام ملك العلماء فی البدائع عن ابی حنیفة رضی الله تعالٰی عنه فی جاهل بال فی الماء الجاری ورجل اسفل منه یتوضؤ به قال لا بأس به وهذا لان الماء الجاری مما لایخلص بعضه الی بعض فالماء الذی یتوضؤ به یحتمل انه نجس ویحتمل انه طاهر والماء طاهر فی الاصل فلا نحکم بنجاسته بالشك[149] اھ۔ **اقول:** معناه ان البول یستهلك فی الماء فیصیر کجزء منه لکن لایطهر لنجاسة عینا فهذا ماء بعضه نجس غیران الماء الجاری لایتأثر بقیته بهذا البعض وهذا معنی قوله لایخلص	کہ فاصلہ سے اطراف میں واقع ہو اور پھر ہر بیس کے درمیان میں ایک نجس قطرہ ہو تو کل نجس ہو جائیگا خواہ وصف میں تغیر نہ ہوا ہو دس ہزار گز ہونے کے باوجود بلاکہ لاکھ گز ہونے کے باوجود حق یہ ہے کہ دار ومدار مقدار پر ہے اور پانی اس کے بعد ماءِ جاری کی طرح ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ **میں کہتا ہوں** اس عبدِ ضعیف پر یہ ظاہر ہوا کہ مناسب یہ تھا کہ اسی کو ظاہر الروایۃ کا مقصود بنایا جاتا یعنی کثیر وہ ہے کہ بعض بعض میں شامل نہ ہو اور اس میں انہوں نے پانی کے زیر وبم کا لحاظ کیا ہے، وضو، غسل، چُلّو سے پانی لینے، گدلا ہونے یا رنگ کے سرایت کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے، اور اول ہی صحیح ہے، اور یہ مقرر ہے کہ مقصود اس پانی اور جاری پانی میں کوئی جہت جامعہ تلاش کرنا ہے، ملک العلماء نے بدائع میں ابو حنیفہ سے نقل کی ہے کہ اگر کوئی جاہل جاری پانی میں پیشاب کردے اور اس کے نچلے حصّے میں کوئی شخص وضو کر رہا ہو تو فرمایا کچھ مضائقہ نہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جاری پانی کے اجزا ایک دوسرے میں شامل نہیں ہوتے ہیں، تو جس پانی سے وہ وضو کر رہا ہے اس کے بارے میں احتمال ہے کہ پاک ہو اور احتمال ہے کہ ناپاک ہو، اور پانی اصل کے اعتبار سے پاک ہے تو شک کی بنا پر اس پر ناپاکی کا حکم نہیں کیا جائے گا اھ۔ **میں کہتا ہوں** اس کے معنی یہ ہیں کہ پیشاب پانی میں گُم ہو جاتا ہے اور اس کے ایک جزء کی طرح ہو جاتا ہے لیکن وہ پاک نہیں کرتا ہے کہ اس کی ذات نجس ہے تو یہ ایسا پانی ہے جس کا بعض نجس ہے مگر جاری پانی

[149] بدائع الصنائع المقدار الذی یصیر المحل نجسا سعید کمپنی کراچی ۱/۷۳

بعضه الی بعض(۱)فاندفع مارد علیه العلامة قاسم فی الرسالة بقوله هذا مما لایکاد یفهم ومن نظر تدافع امواج الانهار جزم بخلاف مقتضی هذه العبارات[150] اھ۔ وکانه ظن ان المراد لایصل بعضه الی بعض(۲)ولو ارید هذا لم یکن فی تدافع الامواج مایدفعه فان التموج حین یوصل الماء الاول مکان الثانی ینقل الثانی الی مکان الثالث فلا یثبت وصول الاول الی الثانی بل الی مکانه الاول وبالجملة المقصود حصول هذا المعنی الملحق ایاه بالجاری فاذا حصل لحق وصار لایقبل النجاسة اصلا لاانه یتنجس من موضع النجاسة الی حیث یخلص بعضه الی بعض ویبقی الباقی علی طهارته حتی یجب ان یترك من موضع النجاسة قدر حوض صغیر کما هی روایة الاملاء(۳)وذلك لان الماء یتنجس بالمتنجس تنجسه بالنجس فان صار قدر مایخلص الیه نجسا کیف یبقی مابعده طاهرا مع اتصاله به والله تعالٰی اعلم هذا۔ وذکر المسألة فی البدائع فجعل الجواز احکم وعدمه احوط حیث قال اذا کان الماء الراکد له طول بلا عرض کالانهار التی فیها میاه راکدة لم یذکر فی ظاهر الروایة وعن ابی نصر محمد بن محمد بن سلام	کے بقیہ اجزاء اس سے متاثر نہیں ہوتے ہیں،اور یہی مفہوم اس عبارت کا ہے کہ اس کا بعض حصہ دوسرے بعض کی طرف نہیں پہنچتا ہے،تو وہ اعتراض جو علامہ قاسم نے اپنے رسالہ میں کیا وہ ختم ہوا،اعتراض یہ ہے"یہ ایک ناقابلِ فہم چیز ہے اور جو شخص بھی نہروں کی ٹکراتی ہوئی موجوں کا مشاہدہ کرے گا اس کو معلوم ہوجائیگا کہ ان عبارات میں جو لکھا ہے وہ غلط ہے"اور غالباً انہوں نے اس کا مطلب یہ سمجھ لیا کہ پانی کا بعض حصّہ دوسرے بعض تک نہیں پہنچتا ہے،اگر بات یہی ہوتی تو موجوں کے ٹکراؤ سے اس کی تردید نہ ہوئی،کیونکہ موج جب پہلے کو دوسرے کی جگہ لے جائے گی تو دوسرے کو تیسرے کی جگہ لے جائے گی تو پہلا پانی دوسرے پانی کی جگہ تک نہیں پہنچے گا بلکہ اس کی پہلی جگہ تک پہنچے گا،خلاصہ یہ کہ اس میں اس وصف کا حاصل ہونا ہے جو اس کو جاری پانی سے ملاتا ہے،اگر یہ وصف پایا جائیگا تو وہ جاری پانی کے حکم میں ہوگا اور نجاست کو بالکل قبول نہ کریگا،یہ نہیں کہ نجاست کی جگہ سے وہ ناپاک ہوجائیگا،اور جہاں تک اس کے اجزاء جائیں گے اور باقی اپنی اصلی طہارت پر باقی رہے گا یہاں تک کہ نجاست کی جگہ سے چھوٹے حوض کی مقدار میں جگہ چھوڑ دی جائے جیسا کہ یہ املاء کی روایت ہے کیونکہ پانی ناپاک چیز سے ایسا ہی ناپاک ہوجاتا ہے جیسا کہ خود نجس چیز سے،تو اگر اتنی مقدار جو اس کی طرف

[150] رسالہ لعلامہ قاسم

ان کان طول الماء مما لایخلص بعضه الی بعض یجوز التوضؤ به وعن ابی سلیمٰن الجوز جانی لاوعلی قوله لووقعت فیه نجاسة ان کان فی احد الطرفین ینجس مقدار عشرة اذرع وان کان فی وسطه ینجس من کل جانب مقدار عشرة اذرع فما ذهب الیه ابو نصر اقرب الی الحکم لان اعتبار العرض یوجب التنجیس واعتبار الطول لایوجب فلا ینجس بالشك وماقاله ابوسلیمن اقرب الی الاحتیاط لان اعتبار الطول ان کان لایوجب التنجیس فاعتبار العرض یوجب فیحکم بالنجاسة احتیاطا[151] اھ۔ **اقول:**(۱)فی کلا التعلیلین نظر بل الطول یوجب الطهارة والعرض لایوجب تنجیسه لان المدار اذا کان علی الخلوص وعدمه فعدمه من جهة الطول ظاهر ووجوده من جهة العرض زائل لان بقلة العرض یحصل الخلوص فی العرض وکیف یسری منه الی الطول مع وجود الفصل المانع للخلوص و	آرہی ہے نجس ہو جائے تو اس کے بعد جو بچا ہے وہ طاہر کیسے رہے گا حالانکہ وہ بھی اس کے ساتھ متصل ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ بدائع میں مسئلہ کا ذکر کیا اور جواز کو مضبوط اور عدمِ جواز کو احوط قرار دیا، فرمایا جب پانی ٹھہرا ہوا ہو اس میں طول ہو مگر عرض نہ ہو جیسا کہ نہروں میں ٹھہرا ہوا پانی۔ ظاہر روایت میں اس کا ذکر نہیں ہے، اور ابو نصر محمد بن محمد بن سلام سے مروی ہے کہ اگر پانی کی لمبائی ایسی ہے کہ پانی کا بعض دوسرے بعض تک نہ پہنچتا ہو تو اس سے وضو جائز ہے، ابو سلیمان الجوز جانی سے ہے کہ نہیں، اور ان کے قول پر اگر اس میں نجاست پڑ جائے تو اگر کسی ایک کنارے پر ہو تو دس ہاتھ کی تعداد پر ناپاک ہو جائے گا، اور اگر درمیان میں ہو تو ہر جانب سے دس ہاتھ ناپاک ہو جائے گا تو ابو نصر کا قول اقرب الی الحکم ہے کیونکہ چوڑائی کا اعتبار ناپاک کرتا ہے اور لمبائی کا اعتبار نجاست لازم نہیں کرتا، تو شک سے ناپاک نہ ہوگا، اور جو ابو سلیمان نے کہا وہ اقرب الی الاحتیاط ہے کیونکہ لمبائی کا اعتبار اگر نجس کرنے کو واجب نہیں کرتا تو چوڑائی کا اعتبار واجب کرتا ہے تو نجاست کا حکم احتیاطاً لگایا جائے گا اھ۔ **میں کہتا ہوں** دونوں تعلیلوں پر اعتراض ہے بلاکہ لمبائی طہارت کو واجب کرتی ہے اور چوڑائی اس کی ناپاکی کو واجب نہیں کرتی کیونکہ دارومدار خلوص کے ہونے نہ ہونے پر ہے تو اس کا عدم لمبائی کے اعتبار سے ظاہر ہے اور اس کا وجود چوڑائی کے اعتبار سے زائل ہے، کیونکہ چوڑائی کی قلّت سے خلوص حاصل ہوگا چوڑائی میں تو اس سے لمبائی کی طرف کیسے چلے گا حالانکہ

[151] بدائع الصنائع فصل اما بیان المقدار الذی یصیر بہ المحل نجسا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۳

ان شئت فشاهده بما جعلوه معيار الخلوص وعدمه فانك اذا توضأت فيه يتحرك فى عرضه لاجميع طوله وكذا الصبغ والتكدير واجاب فى البحر بان هذا وان كان الاوجه الا انهم وسعوا الامر على الناس وقالوا بالضم اى ضم الطول الى العرض كما اشار اليه فى التجنيس بقوله تيسيرا على المسلمين اھ[152] واقره ش۔	فصل خلوص کو مانع ہے، اور اگر تو چاہے تو اس کا مشاہدہ اس چیز سے کر جس کو انہوں نے خلوص وعدمِ خلوص کا معیار قرار دیا ہے کیونکہ جب اس میں وضو کریں گے تو اس کے عرض میں اس کی حرکت ہوگی نہ کہ اس کے طول میں۔ اسی طرح رنگ اور گدلا پن۔ اور بحر میں جواب دیا کہ یہ اگرچہ اوجہ ہے مگر فقہاء نے لوگوں پر معاملہ کو آسان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ طول کو عرض سے ملایا جائے، چنانچہ تجنیس میں فرمایا تیسیرا علی المسلمین اھ (مسلمانوں کو سہولت دینے کیلئے) اور اس کو برقرار رکھا "ش" نے۔
اقول: (۱) ليس باوجه فضلا عن ان يكون الاوجه وانما الا وجه الجواز كما علمت وبالله التوفيق هذا ثم ذكر فى زهرالروض (۴) **فرع الخانية** حوض كبير فيه مشرعة ان كان الماء متصلا بالالواح بمنزلة التابوت لايجوز فيه الوضوء واتصال ماء المشرعة بالماء الخارج منها لاينفع (۵) كحوض (۲) كبير انشعب منه حوض صغير فتوضأ فى الصغير لايجوز وان كان ماء الصغير متصلا بماء الكبير وكذا لايعتبر اتصال ماء المشرعة بما تحتها من الماء ان كانت الالواح مشدودة[153] اھ۔	**میں کہتا ہوں** یہ اوجہ نہیں، چہ جائیکہ الاوجہ ہو، اوجہ تو جواز ہی ہے جیسا کہ آپ نے جانا **وباللہ التوفیق** پھر زہرالروض میں فرمایا، (۴) خانیہ کی فرع، ایک بڑا حوض ہے جس میں ایک نالی ہے، اب اگر اس کے تختے تابوت کی طرح ملے ہوئے ہیں تو اس میں وضو جائز نہیں اور نالی کے پانی کا متصل ہونا نفع بخش نہیں ہے، جیسے بڑے حوض (۵) بڑے سے چھوٹا حوض نکال لیا جائے اور کوئی شخص اس چھوٹے حوض سے وضو کرے تو جائز نہیں اگرچہ چھوٹے کا پانی بڑے کے پانی سے متصل ہو اسی طرح نالی کے پانی کا نیچے کے پانی سے متصل ہونا معتبر نہیں اگر تختے بندھے ہوں اھ۔
اقول: انما مبناه فيما يظهر ماتقدم فى فرعها الثالث من اشتراط العرض والا فلاشك	**میں کہتا ہوں** اس کا دار ومدار بظاہر اسی چیز پر ہے جو تیسری فرع میں گزرا یعنی چوڑائی کی شرط ورنہ

[152] بحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۷
[153] فتاوٰی خانیۃ المعروف قاضی خان فصل فی الماء الراکد نولکشور لکھنؤ ۱/۴

فی حصول المساحة المطلوبة عند اتصال الماء وقد علمت ان اشتراطه خلاف الصحیح الرجیح الوجیه(۲)**وفرع**(۱)الخانیة حوض صغیر یدخل الماء من جانب ویخرج من جانب قالوا ان کان اربعا فی اربع فمادونه یجوز فیه التوضی وان کان اکثر لا الا فی موضع دخول الماء وخروجه لان فی الوجه الاول مایقع فیه من الماء المستعمل لایستقر فیه بل یخرج کما دخل فکان جاریا وفی الوجه الثانی یستقر فیه الماء ولا یخرج الا بعد زمان والاصح ان هذا التقدیر لیس بلازم وانما الاعتماد علی ماذکر من المعنی فینظر فیه ان کان ماوقع فیه من الماء المستعمل یخرج من ساعته ولا یستقر فیه یجوز فیه التوضی والا فلا وذلك یختلف بکثرة الماء الذی یدخل فیه وقوته وضد ذلك[154]اھ۔	مطلوبہ پیمائش کے پانی کے اتصال کے وقت حاصل ہو جانے میں کوئی شک نہیں،اور آپ جان چکے ہیں کہ اس کی شرط صحیح رجیح وجیہ کے خلاف ہے۔ خانیہ کی فرع،ایک چھوٹا حوض ہے جس میں ایک طرف سے پانی داخل ہوتا ہے اور دوسری طرف سے نکلتا ہے تو فقہاء نے فرمایا ہے کہ اگر چہار در چہار ہے یا اس سے کم ہے تو اس میں وضو جائز ہے اور اگر زیادہ ہے تو نہ ہوگا،صرف پانی کے داخل ہونے کی جگہ سے یا خارج ہونے کی جگہ سے ہو جائے گا کیونکہ پہلی صورت میں جو مستعمل پانی اس میں داخل ہوگا وہ اس میں نہیں ٹھہریگا بلکہ داخل ہوتے ہی نکل جائے گا تو جاری ہوگا اور دوسری صورت میں پانی اس میں ٹھہریگا اور کافی دیر بعد نکلے گا اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ اندازہ لازم نہیں ہے،اور اعتماد صرف اسی وصف پر ہے جو ذکر کیا گیا ہے،تو اس میں غور کیا جائے کہ اگر مستعمل پانی داخل ہوتے ہی نکل جاتا ہے اور اس میں ٹھہرتا نہیں تو اس میں وضوء جائز ہے ورنہ نہیں اس کا دارومدار اس پانی کی قوت وضعف پر ہے جو اس میں داخل ہوتا ہے اور نکلتا ہے اھ۔
اقول: هو خلاف ماعلیه الفتوٰی قال فی الدر والحقوا بالجاری حوض الحمام لو الماء نازلا والغرف متدارك کحوض صغیر یدخله الماء من جانب ویخرج من اٰخر یجوز التوضی من کل الجوانب مطلقا یفتی[155]اھ ای سواء کان اربعا فی اربع او اکثر اھ۔ ش[156]	**میں کہتا ہوں** یہ مفتی بہ قول کے خلاف ہے،در میں فرمایا فقہاء نے حوض حمام کو جاری پانی کا حکم دیا ہے،خواہ پانی اتر رہا ہو اور مسلسل چلّو بھر کر پانی لیا جائے جیسے چھوٹا حوض کہ جس میں ایک طرف سے پانی داخل ہو کر دوسری طرف سے نکل جاتا ہو تو ایسے حوض کے ہر طرف سے وضو جائز ہے،اسی پر فتوٰی ہے،یعنی وہ چار چار کا ہو یا زیادہ

[154] فتاوٰی خانیۃ المعروف قاضی خان فصل فی المیاہ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۳

[155] فتاوٰی خانیۃ المعروف قاضی خان فصل فی المیاہ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۳

[156] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۴۰

| وعلیہ الفتوی من غیر تفصیل ھندیۃ عن صدر الشریعۃ والمجتبی والدرایۃ(۷)وفرع الخانیۃ بعد مامر وکذا قالوا(۱)فی عین ماء ھی سبع فی سبع ینبع الماء من اسفلھا ویخرج من منفذھا لایجوز فیہ التوضی الا فی موضع خروج الماء منھا [157]اھ | ہو اھ ش۔اور اسی پر فتوٰی ہے بلا تفصیل ہندیہ، صدر الشریعۃ، مجتبی اور درایہ سے۔ خانیہ (۷) کی فرع: اسی طرح فقہاء نے اس چشمے کی بابت فرمایا ہے جو سات سات کا ہو، اس کے نیچے پانی کا سوتا ہو اور پانی اس کی نالی سے نکلتا ہو، اس حوض سے صرف اسی جگہ سے وضو جائز ہے جہاں سے پانی نکل رہا ہے اھ۔ |
| اقول: ھو ایضاً خلاف الفتوی قال فی الدر بعد ماتقدم وکعین ھی خمس فی خمس ینبع الماء منہ بہ یفتی [158]اھ۔ قال الشیخ اعنی ابن الشحنۃ وصرح الامام الحصیری فی خیر مطلوب بان الحاصل ان الشرط عدم استعمال الماء الذی استعملہ ووقع منہ [159]اھ قال وھذا محقق استعمالہ فی الحوض الذی سألت عنہ وھذہ الفروع صریحۃ فی عین مسألتك [160]اھ۔اقول:(۲)اولا کل ھذہ الفروع ماعدا الاولین خلاف الصحیح والمفتی بہ کما علمت وکذا الاولان علی محمل یفیدہ کما سیأتی فلا یصح الاحتجاج بھا(۳)وثانیا ھذہ سبعۃ فروع وان عددت فرع البزازیۃ والتجنیس والخانیۃ الاولی کلا بحیالہ فتسعۃ ولیس فی شیئ منھا مایفید دعوی التسویۃ بین الملقی والملاقی فی سلب الطھوریۃ حتی الفرع السادس فرع حوض | **میں کہتا ہوں** یہ بھی خلاف فتوٰی ہے، در میں فرمایا اور جیسے وہ چشمہ جو پانچ پانچ کا ہو، جس میں پانی پھُوٹ رہا ہو، یہ مفتی بہ ہے اھ شیخ ابن الشحنہ نے فرمایا اور امام حصیری نے خیر مطلوب میں صراحت کی کہ اصل چیز یہ ہے کہ مستعمل پانی کو دوبارہ مستعمل نہیں ہونا چاہئے اھ اور جو تم سے سوال کیا ہے اس میں ایسا ہونا متحقق ہے، اور یہ فروع تمہارے سوال کے سلسلہ میں صریح ہیں اھ اور جو تم سے سوال کیا ہے اس میں ایسا ہونا متحقق ہے، اور یہ فروع تمہارے سوال کے سلسلہ میں صریح ہیں اھ
میں کہتا ہوں اولا یہ تمام فروع سوائے پہلی دو کے صحیح اور مفتی بہ کے خلاف ہیں، جیسا کہ آپ کو معلوم ہوا، اور پہلی دو بھی ایسے محمل پر جو اس کا فائدہ دے، جیسا کہ آگے آئے گا تو ان سے استدلال صحیح نہیں، اور ثانیا یہ سات فروع ہیں اور اگر آپ بزازیہ، تجنیس اور خانیہ کی پہلی عبارت کو مستقل شمار کریں تو کل نَو ہوئیں مگر ان میں کہیں یہ دعوٰی نہیں کہ ملقی اور ملاقی میں سلبِ طہوریت میں مساوات ہے، یہاں تک کہ |

[157] قاضی خان فصل فی المیاہ نولکشور لکھنؤ ۳/۱
[158] در مختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۳۶/۱
[159] رسالہ ابن شحنۃ
[160] رسالہ ابن شحنۃ

صغیر یدخل فیه الماء ویخرج وذلك لان کلها یحتمل الوضوء فیه بالمعنی الثانی اعنی بغمس الاعضاء وقد علمت انه الاقرب الی الظرفیة وقد قال فی الخانیة حوض کبیر وقعت فیه النجاسة ان کانت النجاسة مرئیة لایجوز الوضوء ولا الاغتسال فی ذلك الموضع بل یتنحی الی ناحیة اخری بینه وبین النجاسة اکثر من الحوض الصغیر وان کانت غیر مرئیة قال مشائخنا ومشائخ بلخ جاز الوضوء فی موضع النجاسة [161]اھ۔فلیس یخاف ان المراد ^{عـــه} المعنی الثانی اذلا معنی لعدم جواز الوضوء خارج الحوض بحیث تقع الغسالة فی موضع النجاسة ولا وجه علی هذا للفرق بین المرئیة وغیرها وهذا کما تری یشمل الفرع السادس فانه اذالم یسقع مایقع فیه من الماء بل یخرج من ساعته کان جاریا کما ذکر والجاری لایتاثر بالغمس واذا کان یستقر ولا یخرج الا بعد زمان کان راکدا وهو صغیر فیضره الغمس فلیس فی الفروع شیئا مما یفید دعواه نعم هی صریحة فی دعوٰنا ان الملاقی کله یصیر مستعملا اماما اراد الشیخ فانما یلمح الیه تعلیل الفرع السادس	چھٹی فرع جو چھوٹے حوض سے متعلق ہے جس میں ایک طرف سے پانی داخل ہو کر دوسری طرف سے نکل جاتا ہو کیونکہ ان میں سے ہر ایک میں اس امر کا احتمال ہے کہ اس میں وضو کرنا دوسرے معنی کے اعتبار سے ہو، یعنی اعضاء کو ڈبو کر، اور تم جان چکے ہو کہ یہی معنی ظرفیت کے زیادہ قریب ہیں۔ اور خانیہ میں فرمایا کہ ایک بڑا حوض ہے جس میں نجاست گر گئی اب اگر نجاست مرئیہ ہے تو اس سے نہ وضو جائز ہے نہ غسل، اُس جگہ سے جہاں نجاست گری ہے بلکہ وہ نجاست گرنے کی جگہ سے ایک چھوٹے حوض کے فاصلہ کی مقدار میں دُور ہو جائے، اور اگر وہ نجاست غیر مرئیہ ہے تو ہمارے مشائخ اور بلخ کے مشائخ نے فرمایا جہاں نجاست گری ہے وہاں سے بھی وضو کرنا جائز ہے اھتو ظاہر ہے کہ یہاں دوسرے معنی مراد ہیں کیونکہ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ آدمی حوض کے باہر اس طرح وضو کرے کہ اس کا دھوون حوض میں خاص اس جگہ کرے جہاں نجاست گری تھی، اور پھر اس صورت میں مرئیہ اور غیر مرئیہ کے درمیان فرق کی کوئی وجہ نہیں، اور یہ جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں چھٹی فرع کو شامل ہے، کیونکہ جب اس میں جانے والا پانی ٹھہرا نہیں، تو یہ جاری پانی کے حکم میں ہو گیا اور جاری پانی اعضاء کے ڈبونے سے متاثر نہیں ہوتا ہے،

عـــه وحمل الوضوء والاغتسال علی الاغتراف وفی علی من بعید یاباہ الذوق السلیم اھ منه م	اور وضو اور غسل کو چلّو سے لینے پر محمول کرنا اور "فی" کو "من" کے معنی میں کرنا بعید ہے، ذوقِ سلیم اس سے انکار کرتا ہے اھ (ت)

[161] فتاوٰی خانیۃ المعروف قاضی خان فصل فی الماء الراکد نولکشور لکھنؤ ۱/۴

المذکور فی الخانیۃ لزیادۃ لفظ المستعمل ولولم یزدہ لرجع الی ماذکرنا انہ اذالم یستقر الماء فیہ کان جاریا وکذا تعلیل الحصیری وقد(۱)علمتم ماافادہ شیخکم المحقق علی الاطلاق فی فرع فی الخانیۃ انہ بناء علی کون المستعمل نجسا وکذا کثیر من اشباہ ھذا فاما علی المختار من روایۃ انہ طاھر غیر طھور فلا فلتحفظ لیفرع علیھا ولا یفتی بمثل ھذہ الفروع[162] اھ فاذا کان ھذا فی الفروع فما بالك بالتعلیلات۔	اور اگر وہ ٹھہر کر تھوڑی دیر میں خارج ہوتا ہے تو وہ ٹھہرا ہوا ہے، تو حوض کے چھوٹا ہونے کی صورت میں اس کو مضر ہوگا، تو فروع میں سے کوئی بھی ان کے دعوٰی کے حق میں مفید نہیں ہے ہاں یہ فروع ہمارے دعوٰی میں صریح ہیں کہ کل ملاقی مستعمل ہو جائے گا اور جو شیخ کی مراد ہے اس کی طرف خانیہ کی چھٹی فرع کی تعلیل میں اشارہ ہے کیونکہ انہوں نے مستعمل کے لفظ کا اضافہ کیا ہے اور اگر وہ یہ لفظ نہ بڑھاتے تو اس کا مفہوم بھی وہی نکلتا کہ جب پانی اس میں ٹھہرا نہیں تو جاری ہے اور یہی حال حصیری کی تعلیل کا ہے، اور آپ جان چکے ہیں، خانیہ کی فرع میں جو تمہارے شیخ محقق علی الاطلاق نے فرمایا ہے وہ مستعمل پانی کے نجس ہونے پر مبنی ہے اور اسی طرح اس کے بہت سے نظائر کا حال ہے اور اگر مختار روایت لی جائے جس میں اس پانی کو طاہر غیر طہور قرار دیا گیا ہے تو ایسا نہ ہوگا، اس کو یاد رکھا جائے اور اسی پر تفریعات کی جائیں اور ان جیسی فروع پر فتوٰی نہ دیا جائے اھ جب فرع کا یہ حال ہے تو تعلیلات کا کیا حال ہوگا!
وانااقول:احالۃ الخانیۃ علی استقرار المستعمل یحتمل البناء علی احد ضعیفین نجاسۃ المستعمل اوخروج الماء عن الطھوریۃ بوقوع المستعمل وان قل وھو المتعین فی کلام الحصیری وکلاھما خلاف الصحیح المعتمد بتصریح اجلۃ الاکابر حتی الشیخ نفسہ فی ھذہ الرسالۃ نفسھا کما سیأتی ان شاء اللہ تعالٰی فھھنا افسد الشیخ علینا مااردنا حمل کلامہ علیہ من ان المراد الوضوء بالغمس اما الفروع	**میں کہتا ہوں** خانیہ کا مستعمل پانی کے استقرار پر محوّل کرنا دو میں سے کسی ایک ضعیف چیز پر مبنی ہے یا تو مستعمل پانی کی نجاست یا پانی کا طہوریت سے خارج ہونا مستعمل پانی کے مل جانے کی وجہ سے خواہ وہ کتنا ہی کم ہو، اور حصیری کے کلام میں بھی یہی متعین ہے، اور اکابر کی تصحیح کے مطابق یہ دونوں صحیح معتمد کے خلاف ہیں، یہاں تک کہ شیخ نے خود بھی اسی رسالہ میں اس کی تصریح کی ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا اِن شاء اللہ تعالٰی، اس طرح ہم نے شیخ کے کلام کا جو حل تلاش کیا تھا

[162] فتح القدیر قبیل بحث الغدیر العظیم سکھر ۱/۷۰

فلیس الاولی بناء ان نعمد الی کلمات الائمة فنحملها علی محمل ضعیف غیر مقبول مع صحة الصحیح وباللّٰہ التوفیق۔	وہ بھی درست نہ ہوسکا، یعنی یہ کہ وضو سے مراد اعضاء کا ڈبونا ہے، اور جہاں تک فروع کا تعلق ہے تو ہم ایسا نہیں کرسکتے کہ ائمہ کے کلمات کو ضعیف محمل پر محمول کریں حالانکہ صحیح بھی موجود ہو، وباللّٰہ التوفیق۔
ثم عقد رحمه الله تعالی فصلا فی تعریف الماء المستعمل وما یصیر به مستعملا ومالا وذکر فیه ماقدمنا عن القدوری عن الجرجانی وعن مبسوط شمس الائمة السرخسی من ان سقوط حکم الاستعمال عند محمد فی من دخل البئر للدلولاجل الضرورة وکذا ادخال الجنب یده فی الاناء(ای للاغتراف عند عدم مایغترف به کما قدمنا)وطالب الدلو رجله فی البئر ولو ادخل رجله فی الاناء اورأسه صار مستعملا لعدم الحاجة قال فیالیت شعری ماجواب التمسك بهذه المسألة(ای مسألة من دخل البئر للدلو لم یستعمل عند محمد)عن کلام هؤلاء الائمة الاساطین ثم ذکر ماقدمنا عن الفوائد الظهیریة عن شیخ الاسلام خواهر زاده عن محمد قال وهذا نقل صریح عن الامام الثالث نقل مثل خواهر زاده ثم ذکر کلام الکافی المقدم وانه حکی کلام القدوری ولم یتعقبه قال فظهرلك بهذا ان ادخال الید فی الحوض الصغیر بقصد التوضی فیه سالب عن الماء وصف الطهوریة لارتفاع الحدث والتقرب بادخال الید ونزعها باتفاق علمائنا الاربعة	پھر انہوں نے مستعمل پانی کی تعریف میں ایک فصل قائم کی، اس میں یہ بتایا کہ کب پانی مستعمل ہوتا ہے اور کب نہیں، اور انہوں نے اس سلسلہ میں قدوری، جرجانی اور شمس الائمہ سرخسی کی مبسوط سے عبارات نقل کیں، اور بتایا کہ محمد کے نزدیک جو شخص کُنویں سے ڈول نکالنے کیلئے داخل ہو اس سے پانی کا مستعمل نہ ہونا ضرورت کی وجہ سے ہے، اور اسی طرح جُنب شخص کا چھوٹا برتن نہ ہونے کی صورت میں ٹب میں ہاتھ کو داخل کرنے کا معاملہ ہے، اسی طرح کوئی شخص ڈول نکالنے کیلئے کنویں میں اپنا پیر ڈالے تو اس کا حکم وہی ہے، اگر یہ شخص اپنا پیر برتن ڈال دے یا سر ڈال دے تو پانی مستعمل ہوجائے گا کہ حاجت منعدم ہے، فرمایا معلوم نہیں جو اس مسئلہ سے استدلال کرتے ہیں ان کا جواب کیا ہوگا (یعنی یہ مسئلہ کہ محمد کے نزدیک کنویں سے ڈول نکالنے سے پانی مستعمل نہ ہوگا) ان ائمہ کے کلام کا! پھر انہوں نے وہ ذکر کیا جو ہم فوائد ظہیریہ سے شیخ الاسلام خواہر زادہ سے محمد سے روایت کو نقل کیا، فرمایا یہ صریح نقل ہے تیسرے امام سے اس کو خواہر زادہ جیسے شخص نے نقل کیا، پھر کافی کا گزشتہ کلام نقل کیا اور قدوری کا کلام نقل کیا مگر اس کا تعاقب نہ کیا، فرمایا اس سے ظاہر ہوا کہ

(يريد الائمة الثلثة وزفر)رضى الله عنهم واذا تجرد عن القصد المذكور فهو غير مؤثر فى قول مردود ثبوته عن محمد رده هؤلاء الاساطين الذين لايلتفت الى قول غيرهم فى المذهب،ثم ايد رد ثبوته(ا)عن محمد عـــه بقول الامام قاضى خان فى شرح الجامع الصغير لانص فيه عن اصحابنا قال وذكر المتأخرون فيها خلافا ثم حكى ان من علمائنا من قال ان الماء يصير مستعملا عند محمد برفع الحدث ايضا لانتقال الاثام الى الماء وانما لم يصر ماء البئر مستعملا فى مسألة الجنب عند محمد لمكان الضرورة ثم قال ولعمرى انى لاعجب ممن يقول فى مسألتنا هذه ان مستنده فى افتائه يجوز التوضى فى هذا الحوض مسألة البئر والحال انه لاجامع بينهما لان تلك فى من تجرد عن النية وهذه فيمن يتوضأ ماهذا الا عجيب والله الموفق ثم اورد كلام شيخه فى الفتح الذى ذكرنا فى النمرة الاولى الى قوله كذا فى الخلاصة[163]۔

وضو کرنے والے کا چھوٹے حوض میں ہاتھ کو داخل کرنا بہ نیت وضو پانی سے طہوریت کے وصف کو سلب کردے گا کیونکہ ہاتھ کے ڈال کر نکالنے سے ہمارے ائمہ اربعہ (ائمہ ثلثہ وزفر) کے اتفاق سے پانی کا وصف طہوریت ختم ہوجائے گا، حدث کے ختم ہوجانے اور تقرب کے حاصل کرنے کی وجہ سے، اور جب قصد مذکور نہ ہو تو وہ غیر مؤثر ہے ایک قول کے مطابق جس کا ثبوت محمد سے نہیں ہے اس کو ائمہ مذہب نے رد کیا ہے جن کا قول فیصل ہے، پھر اس کو محمد کا قول نہ ہونے پر شرح جامع صغیر میں قاضی خان کے قول سے مؤید کیا ہے کہ اس میں ہمارے اصحاب کی کوئی نص نہیں، فرمایا کہ متاخرین نے اس میں ہمارے اصحاب کی کوئی نص نہیں، فرمایا کہ متاخرین نے اس میں اختلاف کا ذکر کیا ہے، پھر یہ حکایت کی کہ ہمارے علماء میں سے بعض نے فرمایا ہے کہ محمد کے نزدیک حدث کے مرتفع ہونے سے بھی پانی مستعمل ہوجاتا ہے، کیونکہ پانی کی طرف گناہ منتقل ہوتے ہیں، اور کنویں کے مسئلہ میں جنب کے داخل ہونے سے پانی کا مستعمل نہ ہونا محمد کے نزدیک ضرورت کی وجہ سے ہے، پھر فرمایا مجھے بے انتہا تعجب ہے اس مسئلہ میں کہ انہوں نے اپنے فتوی کی سند کنویں کے مسئلہ کو بنایا ہے اور یہ فتوی دیا ہے کہ اس حوض میں وضو جائز ہے حالانکہ دونوں

عـــه وقع فى صدر الرسالة عند ذكر الكتب عد العناية سهوا مرتين فليكن هذا متم الاربعين بل الذى يأتى عن خزانة المفتين اه منه غفرله)

شروع رسالہ میں جہاں کتابوں کا ذکر ہے عنایہ کا شمار سہواً دو ۲ دفعہ کیا ہے۔ پس چاہئے یہ چالیس کا تتمہ ہو بلاالکہ وہ جو خزانۃ المفتین سے آرہا ہے اھ (ت)

[163] شرح جامع الصغير لقاضی خان اور رسالہ ابن شحنہ

اقول: کلہ کلام طیب وعنہ اخذت عبارۃ الفوائد الظھیریۃ(ا)غیر ان ما قال فی لعمری انی لاعجب فلعمری انی لاعجب واذ قد حقق الشیخ ان الصحیح عن محمد ایضا عدم الفرق بین النیۃ وعدمھا فما منشؤ ھذا الفارق وانما کان علیہ ان یقول تلك للضرورۃ وھذہ بدونھا ثم عقد تذنیبا یسرد فروع مایصیر بہ الماء مستعملا ومالا وقدم علیھا تنبیھا فی ان الفتوی فی سبب الاستعمال علی قولھما انہ رفع حدث اوالتقرب لاعلی قول محمد انہ التقرب فقط ونقل تصحیح قولھما عن الخلاصۃ والخانیۃ وخزانۃ المفتین والاختیار والبزازیۃ۔	کے درمیان کوئی علت جامع موجود نہیں کیونکہ وہ مسئلہ نیت کے نہ ہونے کا ہے اور یہ وہ ہے جس میں نیتِ وضو پائی جاتی ہے یہ بڑی عجیب بات ہے واللہ الموفق۔ پھر انہوں نے اپنے شیخ کا کلام ذکر کیا جو ہم نے نمرہ اولیٰ میں ذکر کیا کذا فی الخلاصہ تک۔ **میں کہتا ہوں** سارا کلام اچھا ہے اور اسی سے فوائد ظہیریہ کی عبارت لی گئی ہے سوائے اس قول کے کہ "مجھے بے انتہا تعجب ہے"۔ تو مجھے ان پر بے انتہا تعجب ہے کیونکہ جب شیخ نے یہ تحقیق کی ہے کہ محمد سے صحیح یہ ہے کہ نیت اور عدمِ نیت میں کوئی فرق نہیں، تو یہ فارق کہاں سے آگیا، دراصل ان کو کہنا یہ چاہئے تھا کہ وہ ضرورت کی وجہ سے ہے اور یہ بلا ضرورت ہے، پھر ایک تذنیب قائم کی اس میں ان فروع کا ذکر کیا ہے جن میں پانی مستعمل ہوتا ہے اور نہیں ہوتا ہے اس سے پہلے ایک تنبیہ ذکر کی، اس میں یہ بتایا ہے کہ سببِ استعمال میں فتوٰی شیخین کے قول پر ہے اور وہ سبب یا تو رفع حدث ہے یا تقرب ہے، محمد کے قول پر نہیں ہے کہ سبب صرف تقرب ہے اور انہوں نے اُن دونوں کے قول کی تصحیح نقل کی خلاصہ، خانیہ، خزانۃ المفتین، اختیار اور بزازیہ سے۔
اقول: اراد التنبیہ علیہ علی تسلیم خلاف محمد والا فلا حاجۃ الیہ بعدما قدثبت ان الاول قولھم جمیعا وان الثانی لم یثبت عن الثالث ھذا وفیہ مما یفیدنا فی المسألۃ فرع الخلاصۃ وخزانۃ المفتین ادخل یدہ فی الاناء اورجلہ للتبرد یصیر مستعملا لانعدام الضرورۃ[164] اھ وقدمناہ	**میں کہتا ہوں** تنبیہ سے ان کا مقصود محمد کے خلاف کو تسلیم کرنا ہے، ورنہ اس بات کے ثابت ہوجانے کے بعد کہ پہلا سب ہی کا قول ہے اس کی حاجت نہیں ہے اور دوسرا تیسرے سے ثابت نہیں، اس کو سمجھئے کہ یہ ہمیں مسئلہ میں فائدہ دے گا، خلاصہ اور خزانہ کی فرع، کسی نے اپنا ہاتھ یا پیر برتن میں ٹھنڈا کرنے کو ڈالا تو مستعمل ہوجائیگا کہ ضرورت

[164] خلاصۃ الفتاوی فصل فی الماء المستعمل نولکشور لکھنؤ ۶/۱

عن الخلاصة والخانية والبزازية والغنية۔ **وفرع الخانية** قال محمد رحمه الله تعالٰی اذا کان علی ذراعیه جبائر فغمسها فی الماء اوغمس رأسه فی الاناء لایجوز ویصیر الماء مستعملا[165] اھ۔ قال وانما قدمت هذا التنبیه تنبیها لمن یظن ان الفتوی علی قول محمد رحمه الله تعالٰی فی ذلك لاطلاق اصحاب الکتب ان الفتوی علی قوله فی الماء المستعمل وانما مرادهم ان الفتوی علی قوله فی کونه طاهرا لافیما یصیر به مستعملا علی انه سیرد علیه فی الفصل الثانی ان التحقیق ان هذا(ای طهارته)مذهب ابی حنیفة ایضا وانما اشتهرت نسبته الی محمد لکونه فی جملة من رواه عن الامام[166] اھ۔ **اقول:** ای انه اجل من رواه وقد اخذ به وهذا اول التصحیحین الموعود بیانهما ثم اتی علی سرد الفروع وفیها مما یفیدنا فرع الخلاصة ان ادخال الکف مجردا انما لایصیر مستعملا اذالم یرد الغسل فیه بل اراد رفع الماء فان اراد الغسل ان کان اصبعا او اکثر دون الکف لایضر ومع الکف بخلافه[167] اھ	نہ تھی اھ، ہم نے خلاصہ، خانیہ، بزازیہ، اور غنیہ سے پیش کردیا ہے۔ خانیہ کی فرع، محمد نے فرمایا کسی کے ہاتھ پر پٹیاں ہوں، پھر وہ ہاتھ پانی میں ڈبودے یا سر ڈبودے تو جائز نہیں، اور پانی مستعمل ہوجائیگا اھ۔ اور فرمایا میں نے یہ تنبیہ اس لئے کی ہے تاکہ جو لوگ سمجھتے ہیں کہ فتوٰی محمد کے قول پر ہے وہ متنبہ ہوجائیں کیونکہ اصحاب کتب نے اطلاق فرمایا ہے کہ فتوٰی ان کے قول پر ہے مستعمل پانی میں۔ حالانکہ ان کی مراد یہ ہے کہ فتوٰی محمد کے قول پر ہے پانی کے طاہر ہونے میں نہ کہ مستعمل ہونے میں۔ علاوہ ازیں آپ دوسری فصل میں دیکھیں گے کہ تحقیق یہی ہے کہ یہ (یعنی اس کی طہارت) مذہب ابی حنیفہ بھی ہے، اس کی نسبت محمد کی طرف محض اس لئے مشہور ہوگئی ہے کہ وہ بھی اس کے راویوں میں ہیں اھ۔ **میں کہتا ہوں** وہ اس کے راویوں میں بزرگ تر ہیں اور انہوں نے اس کو اختیار کیا ہے اور یہ پہلی تصحیح ہے جن دو کا ہم نے وعدہ کیا تھا، پھر فروع کا بیان کیا۔ خلاصہ کی فرع، ہاتھ کا داخل کرنا محض پانی لینے کیلئے، بلا ارادہ غسل، پانی کو مستعمل نہیں کرتا ہے، اور اگر بہ نیتِ غسل ہو تو اگر ایک ہتھیلی سے کم ہے تو مضر نہیں، اور اگر ایک ہتھیلی ہے تو مضر ہے اھ۔

[165] فتاوٰی خانیۃ المعروف بقاضی خان فصل فی الماء المستعمل نولکشور لکھنؤ ۸/۱

[166] رسالہ ابن الشحنۃ

[167] خلاصۃ الفتاوٰی فصل فی الماء المستعمل نولکشور لکھنؤ ۶/۱

قلت: وقدمنا تحقیق ان الانملة والظفر والکف سواء وفرع الخلاصة عن فقه الامراء هذا اذاکان الذی یدخل یده فی الاناء اوالبئر بالغا فان کان صبیا ان علم ان یده طاهرة بان کان مع الصبی رقیب فی السکة یجوز التوضی بذلك[168] الخ	میں کہتا ہوں ہم پہلے تحقیق پیش کر آئے ہیں کہ پورا ناخن اور ہتھیلی حکم میں برابر ہیں۔ خلاصہ کی فرع فقہ الامراء سے، یہ اُس وقت ہے جبکہ ہاتھ داخل کرنے والا بالغ ہو اور اگر نابالغ ہے تو اگر یہ معلوم ہے کہ اس کا ہاتھ پاک تھا مثلًا بچّہ گلی میں اپنے کسی محافظ کے ہمراہ تھا تو اس سے وضو جائز ہے۔۔۔الخ
اقول: وبه فارق البالغ فافاد ان لو ادخل البالغ یده فی اناء اوبئر لم یجز الوضوء(۱) به هذا کنص کتاب الحسن لایبقی لتاویل البحر مساغا ثم عقد الفصل الثانی فی حکم الماء المستعمل ومتی یصیر مستعملا وقال بعد ما بین ماهو بین بنفسه ومسلم عند الکل اعنی عدم جواز الوضوء بالماء المستعمل عند ائمتنا جمیعا مانصه هذا مع عمومه یشهد للفصل الاول قال وکفی بذلك[169] حجة اھ۔	**میں کہتا ہوں** اس سے بالغ و نابالغ میں فرق ظاہر ہو گیا، اس سے معلوم ہوا کہ اگر بالغ نے برتن یا کنویں میں اپنا ہاتھ ڈالا تو اس سے وضو جائز نہیں اور یہ حسن کی کتاب کے نص کی طرح ہے۔ اس میں بحر کی تاویل کی کوئی گنجائش نہیں، پھر دوسری فصل مستعمل پانی کے حکم کے بیان میں قائم کی، اور یہ بتایا کہ پانی کب مستعمل ہوگا، اور پھر جو انہوں نے اس کو واضح کرنے کے بعد جو خود واضح ہے اور تمام کے نزدیک مسلّم ہے یعنی مستعمل پانی سے وضو کا جائز نہ ہونا ہمارے تمام ائمہ کے نزدیک کہا اس کی نص یہ ہے" یہ اپنے عموم کے ساتھ پہلی فصل کیلئے شہادت دیتی ہے" اور یہ کافی حجت ہے اھ۔ (ت)
اقول:(۲) هذا نظیر تمسك البحر بالاطلاق فنظر الی اطلاق ان العبرة للغلبة ولم یلاحظ ان الشأن فی قصر الاستعمال علی ماالتصق بالجلد فقط والشیخ نظر الی هذا العموم ولم یلاحظ ان الکلام فی تعمیم الاستعمال جمیع الماء القلیل بدخول نحو ظفر من محدث	**میں کہتا ہوں** یہ بحر کے اطلاق کو دلیل بنانے کی ایک نظیر ہے تو انہوں نے اطلاق کو دیکھتے ہوئے فرمایا کہ اعتبار غلبہ کا ہے اور یہ نہیں دیکھا کہ مستعمل ہونا اُسی پانی کیلئے ہے جو جلد سے متصل ہو، اور شیخ نے اس عموم کی طرف دیکھا اور یہ نہ دیکھا کہ گفتگو اس امر میں ہے کہ تھوڑا پانی مکمل طور پر مستعمل ہو جائے گا خواہ

[168] خلاصۃ الفتاوٰی الماء المستعمل نولکشور لکھنؤ ۸/۱

[169] رسالہ ابن الشحنۃ

ثم اورد خاتمة فی حکم ملاقاة الماء الطاھر للماء الطھور وبین ان العبرة للغلبة ونقل تصحیحه عن التوشیح والتحفة وعنھا انه المذھب المختار۔	بے وضو اپنا ایک ناخن ہی کیوں نہ ڈالے۔ پھر خاتمہ اس امر کے بیان میں ہے کہ طاہر پانی طہور پانی سے جب ملے گا تو اعتبار غلبہ کو ہوگا، اور اس کی تصحیح توشیح اور تحفہ سے نقل کی اور اسی سے نقل کیا کہ یہ مذہب مختار ہے۔
قلت: وھذا ھو ثانی التصحیحین الموعود بیانھما(۱)فاعترف الشیخ بالحق،وذھب تسویة الملقی بالملاقی وزھق،ثم نقل فرع الخانیة ومثله عن شرح القدوری لمختصر الکرخی فی نزح عشرین دلوا اذا القی الوضوء فی البئر قال فھذا اصرح شیئ فی اتفاق الائمة الثلثة علٰی تاثیر الماء المستعمل فی الماء الطھور وان کان اقل منه وذکر عن شرح الجامع الصغیر لقاضی خان انتضاح الغسالة فی الاناء اذا قل لایفسد الماء وتکلموا فی القلیل عن محمد ماکان مثل رؤس الابر قلیل وعن الکرخی ان کان یستبین مواقع القطر فی الماء فھو کثیر وان کان لایستبین کالطل فقلیل قال وھذا رحمك الله اصرح مما تقدم وقد حکی ھذا فی الفوائد الظھیریة وعلیه مشی القدوری وحکی عن ابی سلیمن انه سئل عن ماء الجنابة اذا وقع وقوعا یستبین وتری عین القطرات ظاھرة قال انه لیس بشیئ [170]وفی فتاوی قاضیخان خلاف ھذا وفی خزانة المفتین جنب اغتسل	**میں کہتا ہوں** یہ دوسری تصحیح ہے جن دو کا ہم نے وعدہ کیا تھا، تو شیخ نے حق کا اعتراف کرلیا، اور ملقی اور ملاقی کی برابری ختم ہوئی، پھر خانیہ کی فرع نقل کی اور اسی قسم کی شرح قدوری مختصر کرخی کی فرع نقل کی۔ یہ بیس ڈول کھینچنے سے متعلق ہے یہ اس صورت میں ہے جبکہ وضو کا پانی کنویں میں ڈالا ہو، فرمایا پاک پانی میں مستعمل پانی کے اثر انداز ہونے کی ائمہ ثلثہ کے نزدیک یہ واضح مثال ہے، اگرچہ وہ اُس پانی سے کم ہو، اور قاضی خان کی شرح جامع صغیر سے یہ نقل کیا کہ اگر دھوون کے کچھ قطرات برتن میں گر جائیں اور کم ہوں تو پانی کو فاسد نہ کریں گے، اور قلیل میں کلام کیا ہے، اس میں محمد سے منقول ہے کہ جو سوئی کے ناکوں کے برابر ہو وہ قلیل ہے اور کرخی سے یہ منقول ہے کہ پانی کے قطرے اگر پانی میں ظاہر ہوں تو یہ کثیر ہے اور اگر ظاہر نہ ہوں جیسے شبنم کے قطرے ہوتے ہیں تو یہ قلیل ہے فرمایا یہ گزشتہ مثال سے بھی زائد صریح ہے، یہ فوائد ظہیریہ میں مذکور ہے، اسی پر قدوری چلے ہیں، اور ابو سلیمان سے کسی نے جنابت کے پانی کی بابت دریافت کیا کہ اگر اس کے قطرے پانی میں پڑ جائیں اور واضح نظر آئیں، فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں، فتاوٰی قاضیخان

[170] رسالہ ابن الشحنۃ

فانتضح من غسله فی انائه لم یفسد الماء اما اذا کان یسیل فیه سیلانا افسده [171] قال والتحقیق هنا ان المسألة مبنیة علی اصل ذکره ائمتنا فی کتاب الایمان ونقلوه الی الرضاع قال فی الذخیرة حلف لایشرب لبنا فصب الماء فی اللبن فالاصل فی هذه المسألة واجناسها ان الحالف اذا عقد یمینه علی مائع فاختلط بمائع اخر خلاف جنسه ان کانت الغلبة للمحلوف علیه [172](وسقط بقیة الکلام من نسختی زهر الروض)

میں اس کے بر عکس ہے اور خزانۃ المفتین میں ہے کہ ایک ناپاک آدمی نے غسل کیا اور اس کے چھینٹے برتن میں گرے تو پانی فاسد نہ ہوگا اور اگر اس میں بہنے لگا تو پانی فاسد ہو جائے گا، فرمایا دراصل یہ مسئلہ ایک اور اصل پر مبنی ہے جس کو ہمارے ائمہ ثلٰثہ نے کتاب الایمان میں ذکر کیا ہے اور اس کو رضاع کے بیان میں نقل کیا، ذخیرہ میں فرمایا کہ کسی شخص نے حلف اٹھایا کہ وہ دودھ نہیں پیئے گا تو اس نے پانی دُودھ میں ملایا، تو اس مسئلہ میں اور اس کے نظائر میں اصل یہ ہے کہ حلف اٹھانے والے نے جب کسی سیال چیز پر حلف اٹھایا اور وہ کسی اور مائع سے مل گیا جو اس کی جنس سے نہ ہو تو اگر محلوف علیہ غالب ہے (اور باقی کلام میرے زہر الروض کے نسخہ سے ساقط ہے) (ت)

اقول: (۱) سبحٰن الله یذکر الشیخ رحمه الله تعالٰی فی اول الکلام ان الصحیح والمذهب المختار هو اعتبار الغلبة وقد نص فی شرحه للوهبانیة انه الصحیح عن ائمتنا الثلثة رضی الله تعالٰی عنهم وان علیه الفتوی ثم یعود یحتج بفرعی النزح و الانتضاح ویقول ذاك اصرح شیئ فی اتفاق الائمة الثلثة وهذا اصرح منه وای مساغ بقی لهما بعدما تبین الحق الصحیح المذہب المختار المفتی به المطبق علیه من ائمتنا الثلثة رضی الله تعالٰی عنهم وما فتح (۲) بابه من بیان المبنی وهو فرع الحلف فهو اصرح شیئ فی ان

میں کہتا ہوں سبحان اللہ شیخ کلام کی ابتداء میں ذکر کرتے ہیں کہ صحیح اور مذہب مختار غلبہ کا اعتبار ہی ہے اور شرح وہبانیہ میں اس پر نص ہے کہ ہمارے ائمہ ثلٰثہ سے یہی صحیح ہے، اور اسی پر فتوٰی ہے پھر انہوں نے نزح اور انتضاح کی دونوں فرعوں پر کلام کیا، اور فرمایا کہ یہ ائمہ ثلثہ کے اتفاق میں صریح چیز ہے اور یہ اس سے زائد صریح ہے اور مذہب حق و صحیح، اور مذہب مختار مفتی بہ اور ائمہ ثلثہ (حنفی مذہب کے) کا متفق علیہ مذہب معلوم ہو جانے کے بعد اُن دونوں کیلئے کیا وجہ جواز رہ گئی ہے! اور بیان مبنی کا جو دروازہ کھولا ہے اور وہ حلف کی فرع ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ

[171] بحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۱

[172] رسالہ ابن شحنۃ

المدار علی الغلبة فان کان اقرہ فی اٰخر کلامه الذاھب من نسختی فھو کر علی ما احتج به بالنقض والا فاعجب واعجب وسیمکث الشیخ غیر بعید ویعود الی الحق کما سیأتی بتوفیقه تعالٰی فلولا انه اورد ھذا الکلام واحتج بھذین الفرعین ھنا وذینك التعلیلین ثمه لکان کل کلامه صحیحا سدیدا ولکن الله یفعل مایرید۔**ثمّ** کتب تتمة قال فیھا ان من ادل الدلیل علی انه لایجوز التوضی فی ھذا الحوض عند واحد من علمائنا رحمھم الله تعالٰی مافی کتاب الاصل لمحمد رضی الله تعالٰی عنه روایة الامام ابی سلیمن الجوزجانی رحمة الله تعالٰی علیه عنه فی باب الوضوء والغسل قلت ارأیت جنبا اغتسل فانتضح من غسله شیئ فی انائه ھل یفسد علیه الماء قال لا قلت لم قال لان ھذا مالا یستطاع الا متناع منه قلت ارأیت ان افاض الماء علی رأسه اوجسدہ اوغسل فرجه فجعل ذلك الماء کله یقطر فی الاناء قال ھذا یفسد الماء ولا یجزئه ان یتوضأ و لا یغتسل به [173] قال وقال فی باب البئر وما ینجسھا قلت ارأیت رجلا طاھرا وقع فی بئر فاغتسل فیھا قال افسد ماء البئر کله قلت وکذلك لو توضأ فیھا قال نعم **قلت**	دارومدار غلبہ کو ہے، اگرانہوں نے اس کو برقرار رکھا ہے اپنے اس کلام میں جو میرے نسخہ سے ساقط ہے تو یہ اسی طرف رجوع ہے جس پر نقض سے استدلال کیا ہے، ورنہ بہت ہی تعجب خیز بات ہے، اور عنقریب آجائے گا کہ شیخ نے حق کی طرف رجوع کیا بتوفیق تعالٰی، اگر وہ یہ کلام یہاں نہ لاتے اور ان دو فرعوں سے استدلال نہ کرتے اور وہاں دو تعلیلیں بیان نہ کرتے تو کل کلام صحیح ہوتا، لیکن الله جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ پھر انہوں نے ایک تتمہ لکھا اور فرمایا کہ پھر اس پر سب سے بڑی دلیل اس پر کہ ہمارے کسی امام کے نزدیک اس حوض سے وضو جائز نہیں۔ امام محمد کی اصل میں وارد شدہ روایت ہے جو اماابو سلیمان الجوزجانی کی روایت ہے اور باب الوضوء و باب الغسل میں مذکور ہے، روایت یہ ہے کہ میں نے کہا اگر ایک جنب نے غسل کیا اور اس کے چھینٹے ایک برتن میں گرے تو کیا پانی خراب ہوگیا، فرمایا نہیں، میں نے کہا کیوں؟ فرمایا یہ ایسی چیز ہے جس سے بچنا محال ہے، میں نے پوچھا اگر جنُب نے اپنے سر یا جسم پر پانی ڈالا یا اپنی شرمگاہ دھوئی اور یہ پانی برتن میں جمع ہوتا رہا فرمایا اس سے پانی فاسد ہو جائیگا، نہ اس سے وضو جائز ہوگا نہ غسل، فرمایا انہوں نے کنویں اور اس کی نجاستوں کے باب میں فرمایا، میں نے پُوچھا اگر ایک پاک شخص کنویں کے پانی میں گر گیا اور اس میں غسل کیا، فرمایا کل پانی خراب ہو جائیگا، **میں کہتا ہوں** یہی حکم کنویں میں وضو کا ہے؟

[173] کتاب الاصل المعروف بہ المبسوط امام محمد باب الوضوء والغسل من الجنابۃ ادارۃ القرآن کراچی ۲۴/۱

كذلك لو استنجى فيها قال نعم قلت فما حال البئر قال عليهم ان ينزحوا ماء البئر كله الا ان يغلبهم الماء قلت ارأيت الرجل هل يجزئه وضوئه ذلك قال لا [174] وسكت عليه ولم يعزه لاحد من شيخيه وهذا شأنه فى المتفق عليه كما صرح به اول الكتاب [175] اھ

اقول: الفرع الاخير فى الملاق وهو لاشك صحيح، والتمسك به نجيح،وهو اصرح تصريح، اما الاول(ا)ففى الملقى ولا محيد من ابتنائه على احد ضعفين وليس الاصل هذا كتاب المبسوط احد الكتب الستة الظاهرة بل من الكتب النادرة فكيف يعارض به مذهب ائمتنا جميعا الصحيح المختار المفتى به وبالله التوفيق ثم قال رحمه الله تعالٰى ونقل عصام الدين فى شرح الهداية بعد الكلام على مسألة انغماس الجنب فى البئر هذا مبنى على ان اجزاء ماء الذى فى محل واحد بمنزلة شيئ واحد فى حكم الاستعمال لانه ينسب الى الجميع عرفا بل لغة ايضا اذ لا تذهب افهام اهل العرف واللغة الى ان المستعمل بعض هذا الماء والباقى ممتزج به الا ترى ان الماء المستعمل عند من يجعله طاهرا غير

فرمایا ہاں، میں نے کہا اسی طرح اگر کنویں میں استنجا کیا؟ فرمایا ہاں، میں نے پوچھا اور کنویں کی بابت کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا کنویں کا سارا پانی نکالنا چاہئے،الّا یہ کہ نکالتے نکالتے تھک جائیں، میں نے پوچھا کیا اُس شخص کیلئے یہ وضو کافی ہوگا؟ فرمایا نہیں، اس پر وہ خاموش ہوگئے اور اپنے شیوخ میں سے کسی کی طرف اس کو منسوب نہ کیا،اور متفق علیہ مسائل میں ان کا یہی طریقہ تھا جیسا کہ کتاب کے شروع میں ذکر کیا اھ (ت)

میں کہتا ہوں فرع اخیر ملاقی میں ہے اور وہ بلاشبہ صحیح ہے اور یہ تمسک کے قابل اور واضح تصریح ہے اور پہلی فرع ملقی میں ہے،اور سوائے اس کے چارہ کار نہیں کہ دو میں سے ایک ضعیف پر بِنا کرنا چاہئے،اور اصل سے مراد وہ مبسوط نہیں جو چھ ظاہر کتب میں سے ایک ہے بلکہ کتب نادرہ سے ہے،تو جو اس میں مذکور ہے وہ ہمارے ائمہ کے صحیح مختار مفتی بہ سے کیسے معارض ہوسکتا ہے وباللہ التوفیق،پھر فرمایا،عصام الدین نے شرح ہدایہ میں،جنب کے کنویں میں غوطہ لگانے کا مسئلہ ذکر کرنے کے بعد فرمایا یہ اس پر مبنی ہے کہ پانی کے تمام اجزاء جو ایک جگہ ہیں وہ حکم استعمال میں بمنزلہ شیئ واحد کے ہیں، کیونکہ وہ عرفاً تمام ہی کی طرف منسوب ہوتا ہے بلاکہ لغت میں بھی ایسا ہے، کیونکہ اہلِ عرف اور اہلِ لغت یہ لفظ سن کر یہ نہیں سمجھتے ہیں کہ کچھ پانی تو مستعمل ہے اور کچھ اس میں ملا ہوا ہے،یہی وجہ ہے کہ جن حضرات کے نزدیک مستعمل پانی طاہر غیر طہور ہے جب کسی دوسرے

[174] کتاب الاصل المعروف بہ المبسوط امام محمد رجل طاہر وقع فی البئر ادارۃ القرآن کراچی ۱/۸۳

[175] رسالہ ابن شحنۃ

طھور اذا وقع فی ماء اٰخر لایفسدہ حتی یغلب علیه بھذا قطع فی الاسرار جعله فی التحفة اصح ولو صب ماء کثیر علی العضو یصیر الکل مستعملا عندھم مع ان الملاقی للبشرۃ مغلوب بناء علی ان الکل واحد فی حکم الاستعمال وقد اشیر الی ھذا المعنی فی الاسرار[176]	پانی میں گر جائے تو اس کو اس وقت تک فاسد نہ کرے گا جب تک اس پر غالب نہ ہو جائے۔ اسرار میں اس پر قطعی حکم لگایا اور تحفہ میں اس کو اصح قرار دیا ہے اور اگر کسی عضو پر بہت سا پانی ڈالا تو ان کے نزدیک سارا پانی مستعمل ہو جائے گا، حالانکہ جو پانی جلد سے متصل ہے وہ مغلوب ہے کیونکہ حکمِ استعمال میں سب ایک ہی ہے اور اسی معنی کی طرف اسرار میں اشارہ کیا ہے۔
اقول: ھذا لعمری من الحسن بمکان، تنشط به الاٰذان، وتبتھج به النفوس، ولا عطر بعد عروس، وقد وفقنی المولی، سبحٰنه وتعالٰی، لمعناہ فیما مضی، واتقنت بیانه، وشیدت ارکانه، وبه ظھر الفرق بین الملاقی والملقی، بحیث لایعتری وھم ولاشك یبقی، (۱)والعجب من الشیخ مشی علی التسویة بینھما محتجابا لتعلیلین ثم نقضه بنقل تصحیح الصحیح، عن التحفة والتوشیح، ثم بعد اسطر عاد الیه وجعل فرعی النزح والانتضاح اصرح صریح، ثم نقضه بنقل الاصل الاصیل، عن ذخیرۃ الامام الجلیل، ثم لم یلبث ان عاد الیه بنقل فرع الاصل، ثم نقضه بنقل کلام العصام متصلا به من غیر فصل، وبه ختم وانما العبرۃ للخواتیم، ختم اللّٰه تعالٰی لنا علی الدین القویم، والصراط	میں کہتا ہوں یہ بحث ذہنوں کو جِلا بخشنے والی ہے، اللہ تعالٰی کے فضل و کرم سے اس کی تقریر کی ہے، اس سے ملقی اور ملاقی کے درمیان فرق ظاہر ہوگیا اور شک باقی نہ رہا، اور شیخ پر تعجب ہے کہ انہوں نے ان دونوں کو ایک قرار دیا ہے اور دو تعلیلوں سے استدلال کیا ہے پھر ایک صحیح کی تصحیح نقل کرکے اس پر نقض وارد کیا، یہ تحفہ اور توشیح کی نقول ہیں، پھر چند سطور کے بعد اس بحث کا اعادہ کیا اور نزح اور انتضاح کی دونوں فروع کو بہت صریح قرار دیا، پھر اس پر ذخیرہ سے نقض وارد کیا، پھر اصل کی فرع کو نقل کیا، پھر اس پر عصام کی نقل سے نقض وارد کیا اور اس پر کلام کو ختم کیا۔۔۔۔۔۔۔ اللہ تعالٰی ہمارا خاتمہ دینِ قویم صراطِ مستقیم اور تمام حسنات

[176] رسالہ ابن شحنۃ

المستقیم، وبکل حسنی، وعلی نبینا الکریم والہ الکرام الصّلاۃ الزھرا والسلام الاسنی، والحمدللّٰہ رب العٰلمین۔

پر کرے، اور ہمارے نبی کریم ان کی آل مکرم پر صلاۃ وسلام نازل فرمائے آمین والحمدللّٰہ رب العالمین۔

الفصل الرابع فی فوائد شتی و تحقیق حکم الوضوء فی الحوض الصغیر

چوتھی فصل میں مختلف فوائد اور چھوٹے اور حوض سے وضو کا حکم

الحمدللّٰہ فرغنا عن الرسائل الثلاث بل الکتب الخمسۃ ھذہ والبحر والبدائع واتینا علی جمیع مافیھا والاٰن نذکر مابقی من الفوائد تکمیلا للعوائد وباللّٰہ التوفیق۔

الحمدللّٰہ کہ ہم تینوں رسائل بلکہ ان پانچوں کتب اور بحر وبدائع سے فارغ ہوگئے، اور ان میں جو کچھ تھا وہ بیان کردیا اور اب باقیماندہ فوائد تکمیل بحث کیلئے ذکر کرتے ہیں۔

فائدہ(۱): قال المحقق علی المقدسی رحمہ اللّٰہ تعالٰی فی شرح نظم الکنز ردا علی البحر مانصہ واما تاویل الکلام بان المراد بصیر ورتہ مستعملا صیرورۃ مالاقی اعضائہ منہ مستعملا فھذا بعید جدا اذلا یحتاج الی التنصیص علی ذلك اصلا [177] اھ نقلہ فی منحۃ الخالق من الماء المستعمل واقرہ

فائدہ ۱: محقق علی المقدسی نے کنز کی نظم کی شرح میں بحر پر رد کرتے ہوتے فرمایا، ان کی عبارت یہ ہے اور کلام کی یہ تاویل کرنا کہ پانی کے مستعمل ہونے سے مراد یہ ہے کہ جو پانی اس کے اعضاء سے ملا ہے وہ مستعمل ہوجائے گا، تو یہ بہت بعید ہے کہ یہ اس پر تنصیص کا قطعاً محتاج نہیں، اس کو منحۃ الخالق میں نقل کیا ہے مستعمل پانی کی بحث میں، اور اس کو برقرار رکھا ہے۔

قلت قدمنا ثمانیۃ ردود علیہ وھذا تاسع(۱) وازیدك عاشرا **فاقول:** اذا انغمس احد فی الماء ثم خرج ینقسم الماء الی خمسۃ اقسام قسم یبقی فی الحوض ولا ینفصل عن الماء بانفصال البدن والثانی یخرج مع البدن وینحدر عنہ بلامکث والثالث یمکث ویذھب بالتقاطر والرابع بلل یذھب

میں کہتا ہوں ہم نے اس پر آٹھ رد کئے ہیں اور یہ نواں ہے اور اب دسویں کا اضافہ کرتے ہیں، اور وہ یہ ہے کہ جو شخص پانی میں غوطہ لگائے اور پھر نکلے، تو پانی کی اس صورت میں پانچ قسمیں ہیں، ایک تو وہ جو حوض ہی میں رہتا ہے اور بدن سے جُدا ہونے کی وجہ سے پانی سے جُدا نہیں ہوتا ہے، اور دُوسرا بدن کے ساتھ نکلتا ہے اور بلا ٹھہرے

[177] منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۹۸/۱

بالنشف والخامس نداوة تبقى بعد النشف ایضاً ولا تذھب الا بالجفاف بعمل الشمس و الھواء ولا شك انھا ایضا اجزاء مائیة ولا تداخل فی الاجسام بل لا تلاصق فی الاجزاء کما تقدم فکان کل قسم فوق الاخر منفصلا عنه وکان تحت الکل ذاك الندی فھو الذی لاقی البدن وھو لایقبل الانفصال ولا استعمال الابه فلا استعمال تلك عشرة کاملة۔

فان قلت: الامر کما وصفتم ولکنا نعدی الحکم الی ماعدا الاول لتعلقه بالبدن ولذا انتقل بانتقاله اقول اولا لانسلم انه لتعلقه به والا لکان له استمساك علیه کالمتقاطر بل اندفع بدفعه وانحدر بطبعه الا تری ان المنغمس ان اندفع بعنف قوی صحبه ماء کثیر او برفق فقلیل وان استدرج فی الخروج بحیث لایتحرك الماء حتی الامکان لم یکد یخرج معه الا مایزول بالتقاطر مع ان اللقاء کان واحدا فعلم انه لحرکة الدفع یختلف باختلافھا۔

فان قلت: اذن لاریب فی تعلق المتقاطر فنحکم علیه بالاستعمال وھو لاشك قابل الانفصال فیصح التاویل ولا ینتفی الاستعمال۔

اس سے نیچے آتا ہے، اور تیسرا ٹھہرتا ہے اور ٹپک کر ختم ہوجاتا ہے، اور چوتھا وہ تری ہے جو کپڑے کے ذریعے جذب کرنے کے بعد ختم ہوجاتی ہے۔ پانچواں وہ تری جو کپڑے کے ذریعے جذب کرنے کے بعد بھی باقی رہتی ہے اور آفتاب یا ہوا سے خشک ہوجانے کے بعد ہی ختم ہوتی ہے اور بلاشبہ یہ بھی پانی کے اجزاء ہیں اور یہ اجسام میں تداخل نہیں بلالکہ "تلاصق فی الاجزاء" بھی نہیں جیسا کہ گزرا، تو ہر قسم دوسری سے اوپر ہوئی اس سے جدا ہوئی اور ہر ایک کے نیچے وہ تری ہوتی ہے تو یہ وہ ہے جو بدن سے ملاقی ہے اور یہ انفصال کو قبول نہیں کرتا ہے اور استعمال بلاانفصال نہیں ہوتا ہے، تو مستعمل نہ ہوا، تو یہ دس مکمل ہوگئے۔ **اگر یہ اعتراض** کیا جائے کہ یہ درست ہے لیکن ہم حکم اوّل کے علاوہ دوسروں پر لگاتے ہیں کیونکہ اس کا تعلق بدن سے ہے اور اسی لئے اس کے منتقل ہونے سے وہ منتقل ہوجاتا ہے۔ میں کہتا ہوں اولاً ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ یہ اس کے تعلق کی وجہ سے ہے ورنہ وہ اس پر رکتا، جیسا کہ ٹپکنے والا، بلالکہ اس کے دفع کرنے سے مندفع ہوگیا اور بالطبع منحدر ہوگیا مثلاً پانی میں غوطہ کھانیوالا اگر قوت سے نکلے تو اس کے ساتھ بہت پانی آئے گا اور اگر آہستگی سے ہو تو کم پانی آئیگا اور اگر اتنا آہستہ نکلے کہ حتی الامکان پانی میں حرکت نہ پیدا ہو تو اس کے ساتھ صرف اتنا پانی آئیگا جو ٹپک کر زائل ہوجائے حالانکہ ملاقاۃ ایک ہی ہے، تو معلوم ہوا کہ دفع کی حرکت میں اس سے اختلاف ہوتا ہے۔ **اگر یہ اعتراض ہو** کہ اس صورت میں ٹپکنے والے کے تعلق میں کوئی شک نہیں تو ہم اس پر مستعمل ہونے کا حکم لگائیں گے اور بلاشبہ وقابلِ انفصال ہے تو تاویل

اقول: شأن ما انحدر بلامکث عند الخروج بعد الانغماس شأن مامر وانحدر فورا من غسالۃ الوضوء والغسل فلا یستعمل الا مابقی بعدہ متساقطا بالتقاطر وھو خلاف الاجماع۔	صحیح ہوگی اور استعمال منتفی نہ ہوگا۔
	میں کہتا ہوں غوطہ سے نکلنے کے فوراً بعد جو پانی بدن سے بہتا ہوا گرتا ہے اس کا حال اس پانی جیسا ہے جو وضو اور غسل کے فوراً بعد بہتا ہوا گرتا ہے تو مستعمل وہی ہوگا جو اس کے بعد قطرات کی صورت میں ٹپکتا رہے اور یہ اجماع کے خلاف ہے۔
وثانیا: شتان ما التعلق والتلاصق فالتعلق یشمل الدثار والتلاصق یختص بالشعار وھو الفرق بینھما فان قلت ھما ثوبان فیعد احدھما حاجزا للاٰخر عن التلاق، بخلاف الماء فانہ شیئ واحد فلا یحجز بعضہ بعضا بل الکل ملاق، اقول ذلك ماکنا نبغ فالماء کلہ واحد عندالانغماس، فالکل ملاق بلاوسواس،	دوسرا، تعلق اور تلاصق میں بہت فرق ہے، تعلق اَستر کو شامل ہے اور تلاصق اوپر والے حصہ کے ساتھ مختص ہے، اور یہی دونوں میں فرق ہے، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ تو دو کپڑے ہیں تو ان میں سے ایک دوسرے کی ملاقات کیلئے رکاوٹ ہے، اور پانی تو شے واحد ہے، اس کا ایک حصہ دوسرے حصّہ کیلئے رکاوٹ نہیں بن سکتا ہے وہ تو سارے کا سارا ایک دوسرے سے ملا ہوا ہے، میں کہتا ہوں یہ تو ہمارے حسبِ منشأ ہے، جب انسان پانی میں غوطہ لگائے گا تو پانی شیئ واحد ہوگا اور بغیر رکاوٹ آپس میں ملے گا۔
فائدہ : قال العلامۃ الشیخ حسن الشرنبلالی فی شرحہ علی الوھبانیۃ ردا علی البحر مانصہ وما ذکر من ان الاستعمال بالجزء الذی یلاقی جسدہ دون باقی الماء فیصیر ذلك الجزء مستھلکا فی کثیر فھو مردود لسریان الاستعمال فی الجمیع حکما ولیس کالغالب بصب القلیل من الماء فیہ[178] اھ	**فائدہ ۲:** علامہ شرنبلالی نے شرح وہبانیہ میں فرمایا بحر پر رد کرتے ہوئے، نص یہ ہے، اور یہ جو ذکر کیا ہے کہ استعمال اس جزء سے ہے جو بدن سے ملا ہوا ہو نہ کہ باقی پانی سے، تو وہ جزئ کثیر اجزا میں مل کر ختم ہو جائیگا، تو یہ مردود ہے کیونکہ حکماً تو استعمال تمام پانی میں سرایت کریگا، اور یہ اس غالب پانی کی طرح نہیں جس میں تھوڑا سا پانی مل گیا ہو اھ۔
اقول:(۱)لفظ السریان وقع غیر موقعہ فانہ یوھم ان المستعمل اولا مالاقی ثم یسری الحکم الی بقیۃ اجزاء الماء بالتجاور وھو	**میں کہتا ہوں** "سریان" کا لفظ بے موقع استعمال ہوا ہے اس سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ مستعمل اوّلا تو وہ ہے جو بدن سے ملاقی ہے پھر حکم بقیہ اجزاء کی

[178] منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/۱

مردود صریحا بما تقدم ان العبرۃ للغلبۃ ولو سری لسری بالملقی کما توھم العلامۃ عبدالبر فیبطل الفرق ویعود الکلام علٰی مقصود بالنقض وھذا ھوالذی حمل البحر علی قصر الاستعمال علی مالاقی بل نقول انه اذا انغمس فیه وھو قلیل فقد استعمل کله معا لان جمیعه شیئ واحد فلا قصر ولا سریان ولقد احسن العلامۃ الشامی رحمه اللہ تعالٰی اذقررہ بقوله فی المنحۃ یعنی انه لما انغمس اوادخل یدہ مثلا صار مستعملا لجمیع ذلك الماء حکما لان المستعمل حقیقۃ ھو مالاقی جسدہ بخلاف مااذا صب المستعمل فیه فان المستعمل حقیقۃ وحکما ھو ذلك الملقی فلا وجه للحکم علی الملقی فیه بالاستعمال مالم یساوہ اویغلب علیه اذلم یدخل فیه جسدہ حتی یحکم علیه بالاستعمال حکما،یدل علیه مافی الاسرار للدبوسی وقولھم فی مسألۃ البئر جحط لوانغمس بقصد الاغتسال للصلاۃ صار الماء مستعملا اتفاقا اھ[179] فھذا ھو التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق۔ **فائدہ ۳:** سبق العلامۃ ابا الاخلاص	طرف جائے گا کیونکہ یہ ایک دوسرے کے قریب ہیں،اور یہ صریحا مردود ہے، جیسا کہ گزرا کہ اعتبار غلبہ کو ہے اور اگر سرایت کرے گا تو ملقی میں کرے گا، جیسا کہ علامہ عبدالبر کو وہم ہوا ہے تو فرق باطل ہوجائے گا اور کلام مقصود بالنقض کی طرف لوٹے گا،اور یہی چیز ہے جس نے بحر کو اس پر مجبور کیا وہ استعمال کا حکم صرف اس پر لگائیں جو ملاقی ہو، بلالکہ ہم کہتے ہیں جب کوئی شخص پانی میں غوطہ لگائے اور پانی کم ہو تو سب یک دم مستعمل ہوجائیگا کیونکہ وہ سارے کا سارا شیئ واحد ہے، تو نہ قصر اور نہ سرایت ہے،علّامہ شامی نے اس کو برقرار رکھ کر اچھا کیا،وہ منحہ میں فرماتے ہیں یعنی جب اس نے غوطہ لگایا یا مثلاً اس نے اپنا ہاتھ ڈبویا تو سارا پانی مستعمل ہوگیا حکما، کیونکہ حقیقۃً مستعمل تو صرف وہی ہے جو بدن سے متصل ہو،اور اگر مستعمل اس میں ڈالا گیا تو دوسرا حکم ہے، کیونکہ حقیقۃً وحکماً مستعمل یہی ملقی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ملقی فیہ پر استعمال کا حکم لگایا جائے تاوقتیکہ وہ اس کے برابر نہ ہو یا اس پر غالب نہ ہو کیونکہ اس کا جسم تو اس میں داخل نہیں ہوا کہ اس پر حکما استعمال کا حکم لگایا جائے،اس پر دبوسی کی اسرار دلالت کرتی ہے اور ان کا مسئلۃ البئر جحط میں یہ کہنا کہ اگر کسی شخص نے کنویں میں اس نیت سے غوطہ لگایا کہ نماز کیلئے غسل کرے گا تو پانی اتفاقاً مستعمل ہوجائے گا اھ تو تحقیق یہی ہے اور اللہ تعالٰی توفیق دینے والا ہے۔ **فائدہ ۳:** علامہ نے ابوالاخلاص سے پہلے فرق کو

[179] منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۲/۱

فی تعبیر الفرق ھکذا بعض معاصری العلامۃ زین فاوردہ وردہ وھذا نصہ فی البحر اذا عرفت ھذا ظھر لك ضعف من یقول فی عصرنا ان الماء المستعمل اذا صب علی الماء المطلق وکان المطلق غالباً یجوز الوضوء بالکل واذا توضأ فی فسقیۃ صار الکل مستعملا اذلا معنی للفرق بین المسألتین وما قد یتوھم فی الفرق من ان فی الوضوء یشیع الاستعمال فی الجمیع بخلافہ فی الصب مدفوع بان الشیوع والاختلاط فی الصورتین سواء بل لقائل ان یقول القاء الغسالۃ من خارج اقوی تاثیرا من غیرہ لتعین المستعمل فیہ بالمعاینۃ والتشخیص وتشخص الانفصال[180] اھ وھذا الکلام ارتضاہ السیدان ط وش حتی قال ط بعد ذکرکلام الشرنبلالی ھذا التوھم قدذکرہ فی البحر واعرض[181] عنہ اھ۔اماالمدقق العلائی فاستدرك علی البحر بکلام الشرنبلالی فقال فراجعہ متاملا[182] اھ	بیان کیا، اسی طرح علّامہ زین کے بعض معاصرین نے فرق بیان کیا، اور اس کو رد کیا، اور یہ بحر میں ان کی عبارت ہے، جب تم نے یہ جان لیا تو ہمارے بعض معاصرین کے اس قول کا ضعف ظاہر ہوگیا کہ مستعمل پانی جب مطلق پانی میں ڈالا جائے اور مطلق غالب ہو تو سارے پانی سے وضو جائز ہے اور جب چھوٹے حوض میں وضو کیا تو کل مستعمل ہوگیا، کیونکہ دونوں مسئلوں میں فرق کی کوئی وجہ نہیں، اور یہ فرق جو بیان کیا جاتا ہے کہ وضوء کی صورت میں استعمال تمام پانی میں عام ہو جاتا ہے اور ڈالنے میں یہ صورت نہیں ہوتی، اس لئے ناقابلِ لحاظ ہے کہ شیوع اور اختلاط دونوں صورتوں میں برابر ہے، بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ دھوون کا باہر سے ڈالنا زیادہ مؤثر ہے، کیونکہ اس میں مستعمل دیکھنے اور علیحدہ پہچان کرنے سے متعین ہو جاتا ہے اھ اور اس کلام کو سیدان 'ط' اور 'ش' نے پسند کیا یہاں تک کہ 'ط' نے شرنبلالی کا کلام ذکر کرنے کے بعد فرمایا، اس وہم کو بحر میں ذکر کیا اور اس سے اعراض کیا اھ اور مدقق علائی نے بحر پر شرنبلالی کے کلام سے استدراک کیا اور فرمایا پورے غور سے اس کی طرف مراجعت کریں اھ۔
اقول: لقول القائل یشیع(۱) فی الجمیع ثلثۃ محامل وذلك لان الشیوع الامتزاج	**مَیں کہتا ہوں** "یشیع فی الجمیع" والے قول میں تین تاویلات ہوسکتی ہیں کیونکہ شیوع (۱) امتزاج بلاامتیاز ہو

[180] بحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۴

[181] طحطاوی علی الدر باب المیاہ بیروت ۱/۱۰۴

[182] الدرالمختار علی حاشیۃ الطحطاوی باب المیاہ بیروت ۱/۱۰۴

من دون امتیاز فلا یمکن التعیین بل الکل یحتمله علی البدلیة کھبة المشاع والمعنی علیه انه اذا توضأ فی الفسقیة اختلط ماء وضوئه بسائرھا بحیث لایمکن التمییز فای غرفة تأخذھا تحتمل ان تکون من المستعمل فیکون حکم الاستعمال شائعا فی جمیع الاجزاء شیوع ھبة نصف شائع فی النصفین(۲) والشیوع السریان ای اذا توضأ فیھا استعمل مالاقاہ وتعدی الحکم منه الی جارہ وھکذا فصار الکل مستعملا(۳)والشیوع العموم ای ان فی الوضوء یعم الاستعمال لجمیع وانت تعلم ان المعنی الثالث حق صحیح لاغبار علیه اصلا ولا یمسه مافی البحر لان عموم الحکم لعموم السبب فان الکل ملاق کما سبق مرارا،والمعنی الثانی ھو ماجنح الیه العلامة الشرنبلالی فی متبادرکلامه وقد علمت ماله وعلیه والمعنی الاول مثله فی البطلان کفی ردا علیھما مسألة الملقی ولزوم اثبات الفرق بابطاله والبحر حمله علی الاول ففسر الشیوع بالاختلاط وحکم انه فی الصورتین سواء وانما ذلك عندہ للمعنی الاول دون السریان والعموم الا ان یرید بالشیوع سببه ویفسرہ بالاختلاط فیکون المعنی ان سبب السریان اوالعموم عندك وھو الاختلاط سواء فی الصورتین مع تخلف الحکم

تو تعیین ممکن نہیں بلالکہ کل میں اس کا احتمال علی سبیل البدلیۃ ہے جیسا کہ مشاع کا ہبہ،اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب چھوٹے حوض میں وضو کیا تو اس کا پانی تمام پانی میں ملے گا اور امتیاز ممکن نہیں، تو جو چُلّو لیا جائے گا اس میں احتمال ہے کہ مستعمل پانی سے ہو، تو استعمال کا حکم تمام پانی کو اس طرح شامل ہوگا جیسا کہ غیر ممتاز دو ۲ حصوں والی چیز کے نصف کا ہبہ ہو، اور شیوع (۲) سریان یعنی جب اس میں وضو کیا تو جو اس کے ملاقی ہے وہ مستعمل ہو جائیگا پھر اس کے ساتھ والے اجزاء تک یہی حکم چلے گا اور اس طرح سارے کا سارا مستعمل ہو جائیگا، اور (۳) شیوع عموم کے معنی میں بھی آتا ہے یعنی وضو کی صورت میں استعمال کا حکم تمام پر لاگو ہو جاتا ہے، اور آپ جانتے ہیں کہ تیسرا معنی حق اور بے غبار ہے، اور بحر کا اعتراض اس پر نہیں ہوتا، کیونکہ حکم کا عموم سبب کے عموم کی وجہ سے ہے کیونکہ کل ملاقی ہے جیسا کہ کئی مرتبہ گزرا، اور دوسرے معنی کی طرف علّامہ شرنبلالی کا میلان ہے جیسا کہ اُن کے کلام سے متبادر ہے اور اس کا مالہ وما علیہ آپ جان چکے ہیں اور پہلا معنی بھی اسی کی طرح باطل ہے، ان کی تردید میں اور اس کے ابطال کو فرق کے اثبات کا لازم ہونا کافی ہے اور بحر نے اس کو پہلے پر محمول کیا ہے اور شیوع کی تفسیر اختلاط سے کی ہے اور حکم لگایا ہے کہ یہ دونوں صورتوں میں برابر ہے اور ان کے نزدیک یہ پہلے معنی کے باعث ہے سریان وعموم کی وجہ سے نہیں ہے، ہاں اگر شیوع سے مراد اس کا سبب لیں تو

فالملقی وفاقا وقد علمت جوابه علی الحق نعم من یزعم السریان یرد علیه ولا یرُدّ۔	۔۔۔۔اور اس کی تفسیر وہ اختلاط سے کریں تو معنی یہ ہوں گے کہ سریان یا عموم کا سبب تمہارے نزدیک اختلاط ہی ہے اور وہ دونوں صورتوں میں یکساں ہے حالانکہ ملقی میں حکم مختلف ہے اتفاقاً، اور اس کا حق جواب آپ جان چکے ہیں، ہاں جو سریان کا گمان کرتا ہے اس پر رد کیا جائے گا اور وہ رد نہ کرے گا۔ (ت)
ثم اقول: ما ترقی به لا احصله(۱) **فاولا** لیس من شرط الاستعمال رؤیة مروره علی البدن ولا معاینة انفصاله ولا لمرئیه مزیة علی غیره مع تحقق العلم القطعی به ولا شك انه شیئ متشخص بنفسه فلا یضره عدم قدرتنا علی تمییزه **وثانیا** لیس الاستعمال(۲) مقولا بالتشکیك لیکون المرئی اقوی من غیره **وثالثا**: انما(۳) مبناه علی ما ارتکز فی ذهنه رحمه الله تعالٰی ان الملاقی هی الاجزاء الملاصقة ولیس کذلك بل الکل کما حققنا فکما ان المصبوب کان ممتازا منحازا متشخصا عاینا مروره علی البدن ثم انفصاله عنه کذلك کل الماء فی الفسقیة ممتاز منحاز متعین معاین ورود الاعضاء فیه ثم انفصالها منه۔	**میں کہتا ہوں** بر سبیل ترقی جو کچھ انہوں نے فرمایا ہے وہ درست نہیں، اولاً مستعمل ہونے کی یہ شرط نہیں ہے کہ اس کو بدن پر گزرتا ہوا دیکھا جاسکے، نہ اس کے جُدا ہونے کا دیکھنا ضروری ہے اور نہ ہی دیکھنے کے قابل ہونا اس کیلئے دوسروں پر وجہ فضیلت ہے، جبکہ اس کا علم قطعی ہو اور اس میں شک نہیں کہ یہ ایک ایسی چیز ہے جو متشخص بنفسہ ہے تو ہمارا اس کی تمییز پر قادر نہ ہونا اس کو مضر نہیں، ثانیاً استعمال تشکیک کے قبیلہ میں سے نہیں تاکہ مرئی دوسروں سے اقوی ہو۔ ثالثاً اُس کا مبنٰی صرف یہ ہے کہ اُن کے (رحمہ اللہ تعالٰی) ذہن میں یہ بات مرکوز ہوگئی ہے کہ مُلاقی صرف وہ اجزاء ہیں جو متصل ہیں، حالانکہ یہ درست نہیں بیلکہ تمام اجزا میں، جیسا کہ ہم نے تحقیق کی ہے جیسا کہ بدن پر ڈالا جانے والا پانی الگ اور ممتاز نظر آتا ہے اور جسم سے جدا ہوتا بھی دکھائی دیتا ہے اسی طرح حوض کا کُل پانی الگ اور ممتاز ہے جو نظر آتا ہے، اس میں اعضاء کا ڈوبنا اور جُدا ہونا بھی نظر آتا ہے۔ (ت)
فائدہ۴: کلام الاسرار المار برمته فی الفصل الثانی وقع اوله موافقا لما وقع فی البدائع من ان المستعمل هی الاجزاء الملاصقة بالبدن واٰخره نص صریح علی ماهو الحق حتی ان اخا	**فائدہ ۴**: اسرار کا مکمل کلام جو گزرا دوسری فصل میں اس کی ابتداِ بدائع کے مطابق ہے کہ مستعمل وہی اجزا ہیں جو بدن سے متصل ہیں اور اس کا آخر حق پر نص صریح ہے، یہاں تک کہ صاحب البحر کے بھائی علامہ عمر ابن نجیم جو اس مسئلہ میں ان کے پیروکار ہیں،

صاحب البحر العلامة عمر بن نجيم رحمهم الله تعالى مع اقتفائه فى المسألة اٰثار البحر انصف فيما نقل عنه فى هامش البحر حين عقب عبارة الاسرار بقوله فهذه العبارة كشفت اللبس الخ فكتب عليه نعم كشفت اللبس من حيث اٰخرها الا ان محمدا يقول لما اغتسل بالماء القليل صار الكل مستعملا حكما[183] قلنا صورتان صورة وقوع ماء مستعمل فى غيره فيعتبر غلبة الذى ليس بمستعمل والثانية ماء واحد توضاء به شخص اوادخل يده لحاجة[184] صار مستعملا كله حكما كما رأيت[185] اھ نقله فى المنحة واقره ولذلك لم يتأت للبحر الانتفاع باوله والتجأ الى رده ببنائه على رواية ضعيفة والعبد الضعيف قدم التوفيق بين اوله واٰخره بحيث جعله كلاما واحدا منتظما والشيخ العلامة عبدالبر سلك فى شرح الوهبانية مسلكا اٰخر فجعل اوله سؤالا واٰخره جوابا اذقال والحاصل ان ابازيد الدبوسى فى كتاب الاسرار اورد

بحر کے حاشیہ میں نقل کرتے ہیں، اور نقل میں انصاف کیا ہے جہاں انہوں نے اسرار کی عبارت کے بعد کہا اس عبارت نے غبار صاف کر دیا الخ اس پر کہا ہاں غبار صاف کر دیا اُس کے آخر تک، صرف اتنا ہے کہ محمد کہتے ہیں کہ جب تھوڑے سے پانی میں غسل کیا تو کل حکماً مستعمل ہوگیا، ہم کہتے ہیں یہاں دو صورتیں ہیں ایک تو مستعمل پانی کا غیر مستعمل میں واقع ہونا تو اُس پانی کے غلبہ کا اعتبار ہوگا جو مستعمل نہیں دُوسرا وہ پانی جس سے ایک شخص نے وضو کیا ہو یا بوجہ حاجت اس نے اپنا ہاتھ اس میں ڈالا تو کُل حکماً مستعمل ہوگیا جیسا کہ آپ نے دیکھا اھ اس کو منحہ میں نقل کیا اور برقرار رکھا، اس لئے بحر کو اس عبارت کے اول سے کوئی فائدہ نہ ہوا اور اس کے رد میں انہوں نے کہا کہ یہ ایک ضعیف روایت پر مبنی ہے، اور ناچیز نے اس قول کے اول وآخر میں تطبیق دی ہے اور اس کو منظّم کلام کی حیثیت سے پیش کیا ہے اور شیخ علامہ عبدالبر نے وہانیہ کی شرح میں ایک دوسری راہ اختیار کی ہے اور وہ یہ کہ اس کے اول کو سوال اور آخر کو جواب قرار دیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حاصل یہ ہے کہ ابو زید الدبّوسی نے کتاب الاسرار میں وہ ذکر کرلیا ہے

---

[183] بحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۷

[184] کذا فی نسختی المنحة وصوابه لالحاجة اولغير حاجة اھ منه (م) میرے پاس موجود منحہ کے نسخہ میں اسی طرح ہے اور مناسب "لالحاجۃٍ" یا "لغیرِ حاجۃٍ" ہے۔ (ت)

[185] منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۷

ماذکرہ فی البدائع علی سبیل الالزام من ابی یوسف لمحمد رحمهما الله تعالٰی وذکر جواب محمد عنه فکشف اللبس واوضح کل تخمین وحدس فانه قال بعد ماذکر مذاهب علمائنا فی الماء المستعمل والاستدلال لمحمد رحمهم الله تعالٰی عامة مشایخنا ینصرون قول محمد وروایته عن ابی حنیفة رضی الله تعالٰی عنه ثم قال یحتج للقول الاٰخر (ای نجاسته) بما روی فذکر حدیث "لایبولن احدکم" ثم قال ومن قال ان الماء المستعمل طاھر طھور لایجعل الاغتسال فیه حراما الی اٰخر ماتقدم عن الدّبّوسی[186]۔	جو بدائع میں ابویوسف کی طرف محمد پر الزام ذکر کیا ہے اور محمد کا جواب ذکر کیا ہے جس سے تمام بات واضح ہو گئی انہوں نے پہلے تو ہمارے علماء کا مذہب مستعمل پانی کی بابت ذکر کیا اور امام محمد کا استدلال ذکر کیا پھر کہا کہ عام مشائخ امام محمد کے قول اور ان کی روایت جو امام ابو حنیفہ سے ہے کی تائید کرتے ہیں ـــــ پھر فرمایا دوسرے قول پر (یعنی اُس کی نجاست پر) اُس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے جو مروی ہے، پھر "لایبولن احدکم" والی حدیث سے استدلال کیا۔ پھر فرمایا جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ مستعمل پانی طاہر وطہور ہے وہ اس سے غسل کو حرام قرار نہیں دیتے ہیں الی اخر ماتقدم عن الدبوسی۔ (ت)
اقول: هذا التقریر (۱) وان لم یکن ظاهرا من سوق عبارة الاسرار بیانه یتوقف علی ماذکر فی البدائع ثم البحر ان اخراج الماء من ان یکون مطهرا من غیر ضرورة حرام[187] اھ فیستفاد منه ان اغتسال المحدث فی الماء القلیل حرام عند محمد ایضا فکأنّ الامام ابا یوسف یلزمه بان المستعمل طاھر عندك والطاھر لایسلب الطھور طھوریته مادام الطھور غالبا کلبن یقع فیه فلایصح لك تحریم الاغتسال فیه الا	**میں یہ کہتا ہوں** کہ یہ تقریر اسرار کی عبارت کے سیاق سے ظاہر نہیں ہے، اس کا بیان اُس پر موقوف ہے جو بدائع پھر بحر میں مذکور ہے کہ پانی کو مطہّر ہونے سے بلا ضرورت خارج کرنا حرام ہے اھ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بے وضو کا تھوڑے پانی میں غسل کرنا محمد کے نزدیک بھی حرام ہے، گویا امام ابو یوسف بطور الزام اُن سے یہ کہتے ہیں کہ تمہارے نزدیک مستعمل پانی پاک ہے اور پاک پانی دوسرے پانی کی طہوریت کو سلب نہیں کرتا ہے جب تک کہ طہور غالب ہو، جیسے کہ دودھ اس میں گر جائے، تو آپ

[186] منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۲/۱

[187] بحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۰/۱

ان تقول بقول وتحكم بنجاسة الغسالة فح يفسد الكل ويصح الحكم فاجاب محمد بان الكل لكونه قليلا شيئ واحد فصار الكل ملاقيا لبدن المحدث فصار الكل مستعملا حكما بخلاف اللبن فليس فيه الااختلاط طاهر بطهور وليس سبب الاستعمال فلا يسلبه الطهورية مادام الماء غالبا عليه۔

اُس میں غسل کو حرام نہیں کر سکتے ہیں، صرف اس کی یہی صورت ہے کہ آپ میرے قول کو اختیار کرلیں، اور دھوون کی نجاست کا قول کریں، اس صورت میں کُل پانی فاسد ہو جائے گا اور حکم صحیح ہوگا، محمد نے اس کا جواب یہ دیا کہ کل پانی بوجہ قلیل ہونے کے چونکہ شیئ واحد ہے تو کل بے وضو کے بدن سے متصل ہوا، تو حکماً کل مستعمل ہوگیا، دُودھ میں یہ چیز نہیں اُس میں ایک طاہر کا طہور سے ملنا ہے اور یہ استعمال کا سبب نہیں ہے تو اُس کی طہوریت کو سلب نہ کریگا جب تک پانی اس پر غالب رہے۔ (ت)

قلت: وملك العلماء لم يجعله الزاما من ابی یوسف لمحمد بل دفع يرد على استدلال ابی یوسف بالحديث كما تقدم نقله فی صدر الفصل الاول ولكل وجهة هو موليها وبالجملة اوله على كلا الوجهين تأييد لرواية ضعيفة وكفى بأٰخره جوابا عنه والاولى ما فعل العبد الضعيف كما علمت ولله الحمد۔

میں کہتا ہوں ملک العلماء نے اس کو ابو یوسف کی طرف سے امام محمد پر بطور الزام ذکر نہیں کیا ہے، بلاالکہ ایک درمیانی اعتراض کا جواب ہے جو ابو یوسف کے حدیث سے استدلال پر پیدا ہوتا ہے جیسا کہ فصل اول کی ابتداء میں گزرا، ہر شخص کا اپنا اپنا طرز استدلال ہوتا ہے، خلاصہ یہ کہ اس کا اوّل دونوں صورتوں میں ایک ضعیف روایت کی تائید ہے اور اس کا آخر اس کا جواب شافی ہے، اور بہتر وہ صورت ہے جو ناچیز نے اختیار کی ہے، جیسا کہ آپ نے جان لیاولله الحمد۔ (ت)

فائدہ ۵: من كلام الشيخ ابن الشحنة فی الشرح على مسألة محدث وقع فی بئر مانصه والذی تحرر عندی انه يختلف الحكم فيها باختلاف اصول ائمتنا فيه والتحقيق نزح الجميع عند الامام على القول بنجاسة الماء المستعمل وقيل اربعون عنده وتحقيق مذهب محمد انه يسلبه الطهورية وهو الصحيح عن الامام والثانی وعليه

فائدہ ۵: یہ شیخ ابن الشحنہ کے کلام سے ماخوذ ہے جو اُنہوں نے اُس بے وضو کی بابت کیا ہے جو کنویں میں گرپڑا ہو، فرماتے ہیں اس کا حکم ہمارے ائمہ کے اصول کے مختلف ہونے کی وجہ سے مختلف ہے اور تحقیق یہ ہے کہ امام صاحب کے نزدیک تمام کنویں کا پانی نکالا جائے گا کیونکہ ان کے نزدیک مستعمل پانی نجس ہے، ایک قول یہ ہے کہ چالیس ڈول نکالے جائیں گے، اور مذہب امام محمد کی تحقیق یہ ہے کہ وہ

الفتوی فینزح عشرون لیصیر طهورا وهذا علی القول بعدم اعتبار الضرورة امالو اعتبرت لایصیر مستعملا فی کل موضع تتحقق الضرورة فی الانغماس فی الماء اوادخال الید فیه واعتبار الضرورة فی مثل ذلك مذکور فی الصغری وغیرها،فلا تغتر بما ذکره شیخنا العلاّمة زین الدین قاسم تغمده الله برحمته فی رسالته المسماة برفع الاشتباه فانه خالف فیها صریح المنقول عن ائمتنا واستند الی کلام وقع فی البدائع علی سبیل البحث وتبعه(یعنی القاسم)علی ذلك بعض من ینتحل مذهب الحنفیة ممن لارسوخ له فی فقههم وکتب فیه کتابة مشتملة علی خلط وخبط ومخالفة النصوص المنقولة عن محمد رحمه الله تعالی وقد بینت ذلك فی مقدمة کتبتها حققت فیها المذهب فی هذه المسألة(ثم قال والحاصل ان ابازید الدبوسی الی اخر ماقدمنا عنه اٰنفا ثم قال)وفی البدائع ایضا التصریح بان الطاهر اذا انغمس فی البئر للاغتسال صار مستعملا عند اصحابنا الثلثة رضی الله تعالی عنهم وصرح فی فتاوی قاضیخان بان ادخال الید فی الاناء للغسل یفسد الماء عند ائمتنا الثلثة وتکفل بایضاح هذا وتحریره رسالتی زهر الروض[188]اھ

پانی سے طہوریت کو سلب کرلیتا ہے،اور امام صاحب سے صحیح یہی ہے اور دُوسرے امام سے بھی،اور اسی پر فتوٰی ہے تواُس سے بیس ڈول نکالے جائیں گے تاکہ وہ طہور ہوجائے اور یہ عدم اعتبار ضرورت کے قول پر ہے،اور اگر ضرورت کا اعتبار کیا جائے تو ہر اس جگہ جہاں پانی میں غوطہ لگانے کی یا ہاتھ ڈبونے کی ضرورت ہو وہاں پانی مستعمل نہ ہوگا اور ضرورت کا اعتبار اس کی مثل میں صغری وغیرہا میں مذکور ہے،توشیخ علّامہ زین الدین نے اپنے رسالہ رفع الاشتباہ میں جو کچھ فرمایا ہے اس سے مغالطہ نہ ہونا چاہئے کہ وہ ہمارے ائمہ کی صریح نقول کے مخالف ہے،وہ محض اُس بحث کے سہارے پر ہے جو بدائع نے کی ہے اور ان کی (یعنی علامہ قاسم کی) پیروی محض بعض ناپختہ کار حنفی فقہاء نے کی ہے،اور اسی پر ایک بے سروپا کتاب جو امام محمد سے منقول نصوص کے مخالف ہے لکھی ہے،میں نے یہ تمام بحث ایک مقدمہ میں کی ہے،اور اس میں مذہب کی تحقیق کی ہے (پھر فرمایا خلاصہ یہ کہ ابُو زید دبّوسی الی اخر ماقدمنا عنہ اٰنفا پھر فرمایا)اور بدائع میں بھی یہ تصریح کی ہے کہ پاک انسان جب کُنویں میں غوطہ لگائے غسل کی نیت سے،تو ہمارے اصحابِ ثلٰثہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک پانی مستعمل ہوجائیگا،اور فتاوٰی قاضیخان میں یہ تصریح موجود ہے کہ پانی میں بہ نیت غسل ہاتھ ڈالنا پانی کو فاسد کردیتا ہے، ہمارے ائمہ ثلٰثہ کے نزدیک،میں نے اس کی مکمل ایضاح وتحریر اپنے رسالہ زہرالروض میں کی ہے (ت)

---

[188] منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۷

اقول: هو كلام طيب لخص فيه مقاصد رسالته وخلصه مما خلط به في زهر الروض من تسوية الملقى والملاقى في عدم الجواز الا (۱) حديث نزح عشرين (۲) والتحقيق عنده على مذهبه المعتمد لا نزح اصلا مالم يساو اويغلب لان الطهور لايطهر۔

میں کہتا ہوں یہ کلام بہت خوب ہے، اس میں انہوں نے بڑی وضاحت سے اپنے رسالہ کے مقاصد کو ظاہر کیا ہے، اور زہر الروض نے جو ملقی اور ملاقی میں خلط مبحث کیا ہے عدمِ جواز میں، اُس سے بھی چھٹکارا دلایا ہے صرف بیس ڈول والی حدیث کا معاملہ باقی ہے اور ان کے مذہب معتمد میں تحقیق یہ ہے کہ جب تک مستعمل پانی برابر یا غالب نہ ہو اس وقت تک پانی بالکل نہیں نکالا جائیگا کیونکہ طہور پاک نہیں ہوتا ہے۔ (ت)

فائدہ۶: قال في الدر ان المطلق اكثر من النصف جازالتطهير بالكل والا لا وهذا يعم الملقى والملاقى ففي الفساقى يجوز التوضى مالم يعلم تساوى المستعمل على ماحققه في البحر والنهر والمنح قلت لكن الشرنبلالى في شرح الوهبانية فرق بينهما فراجعه متأملا [189] اھ۔

فائدہ ۶: دُر میں ہے کہ مطلق پانی آدھے سے زائد ہے تو کُل سے پاکی حاصل کرنا جائز ہے ورنہ نہیں، اور یہ چیز ملقی اور ملاقی کو عام ہے تو چھوٹے حوضوں میں وضو جائز ہے جب تک مستعمل پانی کا برابر ہونا معلوم نہ ہو، اس کی تحقیق بحر، نہر اور منح میں موجود ہے، میں کہتا ہوں شرنبلالی نے شرح وہبانیہ میں دونوں میں فرق کیا ہے وہ بغور دیکھا جائے اھ

وذكر ش عند قوله حققه في البحر استدلاله على ذلك باطلاقهم المفيد للعموم وبقول البدائع وفتوٰى قارئ الهداية المذكورة قال وقد استدل في البحر بعبارات اخرلاتدل له كما يظهر للمتأمل لانها في الملقى والنزاع في الملاقى كما اوضحناه فيما علقناه عليه فلذا اقتصرنا على ماذكرنا [190] اھ ورأيتنى كتبت في جد

اور "ش" نے ان کے قول حققہ فی البحر کے پاس ان کا استدلال ذکر کیا ہے کہ ان کا اطلاق مفید عموم ہے، اور بدائع کے قول اور قارئ الہدایہ کے مذکورہ فتوٰی سے، فرمایا بحر میں دوسری عبارات سے بھی استدلال کیا ہے مگر وہ ان کے حق میں مفید نہیں، جیسا کہ غور کرنے پر ظاہر ہوتا ہے، کیونکہ وہ عبارات ملقی سے متعلق ہیں اور جھگڑا ملاقی میں ہے، جیسا کہ ہم نے

---

189 درمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۴

190 ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۳۴

المبتار علی قوله المفید للعموم مانصه۔
اقول:نعم یفید علی فرض ان المستعمل فی الملاق هو السطح الملاصق من الماء بجسد المحدث لاغیر وهو اول النزاع وانا اقول لوکان کذلك لارتفع المستعمل من صفحة الدنیا لانك اذا صببت الماء علی یدك مثلا فانما یلاقی یدل سطح من الماء وسائر جرمه منفصل عنها کما ان التلاقی یکون بسطح من یدك وسائر جرمها لم یمسه الماء والجسم ابدا یکون اکبر من السطح فتکون الغلبة لغیر المستعمل فلا یصیر مستعملا ابدا واذا جعلت کله مستعملا لتلاقی سطحه سطح الجسد فلا نعلم فرقا بین جرم وجرم فان اسلت اسالة ضعیفة صار الکل مستعملا وان صببت صبا شدیدا حتی کان ثخن الماء اضعاف الاول کان ایضا کله مستعملا فلا دلیل علی التفرقة بین ثخن وثخن مالم یبلغ حد الکثرة.وقول البدائع بحث منه ذکره فی سؤال وجواب لانقل عن الاصحاب بخلاف کلام الامام الدبوسی فانه نقل صریح ومن النصوص الصرائح کذلك مسائل ادخال الید والرجل ودخول المحدث فی البئر المصرح بها نقلا عن الائمة الثلثة فی المتون والشروح والفتاوی وحمل کلها علی روایة ضعیفة مما لایعقل ولا یحتمل وعبارة الفتوٰی

واضح کیا ہے،اپنی تعلیقات میں اس پر ہم نے روشنی ڈالی ہے،اس لئے ہم نے اس پر اکتفاء کیا،اور میں نے اپنی کتاب "جدّ الممتار" میں لکھا ہے،یہ ان کے قول "**المفید للعموم**" کے تحت لکھا گیا ہے۔میری عرض یہ ہے کہ------ ہاں فائدہ دیتا ہے اس مفروضہ پر کہ مستعمل ملاقی میں وہ سطحِ آب ہے جو مُحدِث کے جسم سے ملی ہوئی ہے،اس کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے اور وہ پہلا نزاع ہے،اور میں کہتا ہوں اگر ایسا ہی ہوتا تو روئے زمین پر مستعمل پانی کا وجود ہی ناپید ہو جاتا کیونکہ مثلاً اگر آپ نے اپنے ہاتھ پر پانی بہایا تو آپ کا ہاتھ پانی کی سطح سے ملے گا اور اس کا باقی حصّہ اس سے الگ رہے گا،جس طرح تلاقی آپ کے ہاتھ کی سطح سے ہوتی ہے اور اس کا باقی حصّہ پانی سے کبھی نہیں لگتا ہے اور جسم ہمیشہ سطح سے بڑا ہی ہوتا ہے،تو غلبہ غیر مستعمل کو ہوگا تو وہ مستعمل کبھی نہ ہوگا،اور جب آپ نے کل کو مستعمل قرار دیا کہ اس کی سطح جسم کی سطح سے مل رہی ہے تو ہم ایک جرم اور دوسرے جرم میں فرق نہیں پاتے ہیں،تو اگر آہستہ سے بہایا جائے تو کُل مستعمل ہو جائے گا،اور اگر سختی سے بہایا جائے اس طور پر کہ پانی کا حجم پہلے سے کئی گنا زائد ہو تو بھی کل مستعمل ہو جائے گا تو پانی کے ایک حجم اور دوسرے حجم کے فرق پر کوئی دلیل نہیں،تاوقتیکہ وہ حدِ کثرت کو نہ پہنچ جائے،اور بدائع کا قول تو محض ایک بحث ہے جس کو انہوں نے ایک سوال وجواب کے ضمن میں ذکر کیا ہے یہ اصحابِ امام ابی حنیفہ

صريحة فى ان الماء المستعمل يقع فيها فيكون من الملقى دون الملاقى ولا تغتر بانهم لابدلهم ان يغترفوا منها فيدخلوا ايديهم قبل الغسل وذلك تلاق لان الاغتراف معفو عنه بالاتفاق لاجل الحاجة اه ماكتبت عليه.وقد علمت مما قدمناه فى الفصول الثلثة ان الفحول الثلثة كلهم قد اغفلوا محل النزاع ولكن لاعجب فى الاغفال انما(۱)**العجب** من العلامة الشامى تنبه لهذا وترك جل مافى البحر لكونه فى الملقى ثم اورد عبارة الفتوى مع انها كما علمت صريحة فى الملقى فكان يجب اسقاطها ايضا وقد علمت مافى الاستدلال بالعموم من نوع مصادرة على المطلوب فليس بايديهم شيئ اصلا سوى بحث البدائع الواقع مناضلا لمتواترات النصوص والروايات الظاهرة الصحيحة عن الائمة الثلثة مصادما لاجماعهم المنقول فى الكتب المعتمدة حتى البدائع والبحر فتثبت ولا تزل ثبتنا الله واياك والمسلمين بالقول الثابت فى الحيٰوة الدنيا وفى الأخرة انه ولى ذلك والقدير عليه ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم وصلى الله تعالٰى على سيدنا ومولٰنا واٰله وصحبه وابنه وحزبه اجمعين اٰمين!

سے نقل نہیں ہے جبکہ امام دبّوسی نے نقل پیش کی ہے اسی طرح ہاتھ پیر داخل کرنے،اور بے وضو کے کنویں میں داخل ہونے کے مسائل صراحۃً متون وشروح میں مذکور ہیں اور فتاوٰی میں بھی مذکور ہیں،ان کو ہمارے ائمہ ثلٰثہ سے نقل کیا گیا ہے،اب ان تمام چیزوں کو ایک ضعیف روایت پر محمول کرنا انتہائی غیر معقول بات ہے،اور فتوٰی کی عبارت سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ مستعمل پانی اس میں گرتا ہے تو وہ ملقی سے ہوگا نہ کہ ملاقی سے، تجھے یہ دھوکا نہ ہو کہ ان کیلئے یہ ضروری نہیں کہ وہ اس سے چُلّو کے ذریعہ پانی نکالیں تو وہ ہاتھ دھونے سے قبل داخل کرینگے اور اسی کو تلاقی کہتے ہیں، کیونکہ اس طرح چُلّو سے پانی نکالنا بالاتفاق معاف ہے، کیونکہ اس میں حاجت ہے اھ یہاں تک میرا حاشیہ ختم ہوا،اور جو کچھ ہم نے فصول ثلٰثہ میں ذکر کیا ہے اس سے آپ کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ تینوں جلیل القدر علماء اصل محلِ نزاع سے غافل رہے، لیکن اس غفلت پر تعجب نہیں، تعجب تو اس امر پر ہے کہ علامہ شامی اس پر متنبہ ہوگئے اور جو بحر میں تھا اس کو ترک کردیا کیونکہ اس کا تعلق ملقی سے تھا،اور پھر بھی فتوٰی کی عبارت ذکر کی، حالانکہ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے وہ ملقی میں صریح ہے تو اس کا اسقاط بھی ضروری تھا اور آپ کو معلوم ہے کہ عموم سے استدلال میں ایک قسم کا مصادرہ علی المطلوب ہے تو اُن کے پاس بدائع کے بحث کے علاوہ کچھ نہیں ہے جبکہ یہ عبارت نصوصِ متواترہ اور روایاتِ ظاہرہ صحیحہ کے مخالف ہے اور ائمہ ثلٰثہ کا جو اجماع کتب معتمدہ حتی کہ بدائع اور بحر میں بھی منقول ہے اُس کے بھی خلاف ہے لہٰذا اس کو خوب ذہن نشین کرلینا چاہئے،اللہ تعالٰی تم کو

فائدہ : ختم ھذا المبحث ش بقولہ قلت وفی ذلك(ای ماماٰل الیہ العلامۃ والبحر)توسعۃ عظیمۃ ولا سیما فی زمن انقطاع المیاہ عن حیاض المساجد وغیرھا فی بلادنا ولکن الاحتیاط لایخفی[191] اھ	ہم کو تمام مسلمانوں کو دنیاوآخرت میں حق پر ثابت قدم رکھے وہ اس کا والی اور قادر ہے اس اللہ علی وعظیم کے سوا کسی کو طاقت نہیں ہے اور صلوٰۃ ہمارے سردار ان کی آل اصحاب بیٹے جماعت تمام پر ہو، آمین! (ت)
	فائدہ ۷: "ش" نے اس بحث کو ان الفاظ پر ختم کیا ہے "میں کہتا ہوں اور اس میں (یعنی جس کی طرف علامہ اور بحر کا میلان ہے) بڑی وسعت ہے خاص طور پر اُس زمانہ میں جبکہ ہمارے بلاد کی مساجد وغیرہ سے حوضوں کا پانی ختم ہوتا جاتا ہے، لیکن احتیاط مخفی نہیں" اھ (ت)
اقول:(ا)الاحتیاط العمل باقوی الدلیلین وقد علمت ان ماماٰلا الیہ لادلیل علیہ()والتوسعۃ قد تبیح المیل الی روایۃ لغیرھا رجحان علیھا درایۃ وھھنا لاروایۃ ولا درایۃ نعم ان تحققت الضرورۃ ففی العمل بقول امامی الھدی مالك والشافعی رضی اللہ تعالٰی عنھما مندوحۃ ان الماء المستعمل طاھر وطھور۔	**میں کہتا ہوں** احتیاط تو اس میں ہے کہ دو دلیلوں میں سے جو زیادہ قوی ہو اس پر عمل کیا جائے، اور آپ کو معلوم ہے کہ جس طرف ان کا رجحان ہے اس پر کوئی دلیل نہیں، اور گنجائش میں کبھی مرجوح روایت کو بھی درایۃً اختیار کرنا پڑتا ہے، اور یہاں تو نہ روایت ہے اور نہ درایت، ہاں اگر ضرورت پائی جاتی ہے تو بقول امام مالک اور امام شافعی عمل کی حد تک پائی جاتی ہے، اور ان کے نزدیک یہ پانی طاہر وطہور ہے۔ (ت)
فائدہ : قال ش فی المنحۃ علی قول البحر لامعنی للفرق بین المسألتین یرید الملقی والملاقی مانصہ قال بعض مشائخنا یدل علیہ ایضا روایۃ النجاسۃ فان النجس ینجس غیرہ سواء کان ملقی اوملاقیا فکذا علی روایۃ الطھارۃ واذا کان کذلك فلیکن التعویل علیہ سیما وقد اختارہ کثیرون وعامۃ من تأخر عن الشارح تابعہ علی	**فائدہ ۸:** "ش" نے منحہ میں بحر کے قول پر فرمایا دونوں مسئلوں میں کوئی فرق نہیں، یعنی ملقی اور ملاقی میں، ان کی عبارت یہ ہے کہ ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا اس پر نجاست کی روایت دلالت کرتی ہے کیونکہ نجس دوسرے کو بھی نجس کرتا ہے خواہ وہ ملقی ہو یا ملاقی، اسی طرح طہارت کی روایت پر۔ اور جب صورتِ حال یہ ہے تو اسی پر اعتماد ہونا چاہئے بالخصوص ایسی صورت میں جبکہ بہت سے علماء نے اس کو

[191] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۳۵

ذلك حتی صاحب النهر مع مافیه من رفع الحرج العظیم علی المسلمین[192] اھ۔	اختیار کیا ہے اور شارح کے بعد آنے والے علماء نے حتی کہ صاحب نہر نے بھی ان کی متابعت کی ہے، پھر مسلمانوں کو تنگی سے نکالنا ہے اھ (ت)
اقول اوّلا:(۱)ان کان للقیاس علی روایة النجاسة مساغ کان الشیخ ابن الشحنة احق بهذا منکم فان التسویة علی روایة النجاسة انما هی فی التاثیر لافی عدمها فکما استویا علیها فی التاثیر بسلب الطهارة فکذا علی روایة الطهارة بسلب الطهوریة لا فی عدم التاثیر اصلا **وثانیا:**(۲)صرحوا ان ماء ورد علی نجس نجس کعکسه ای ان التنجس یحصل للماء القلیل کله سواء کان هو الوارد علی نجاسة او بالعکس واذن نقول بمثله ههنا فکما ان الماء الوارد علی نجاسة حکمیة یصیر کله منسلب الطهوریة کذلك النجاسة الحکمیة اذا وردت علی ماء قلیل تجعل جمیعه مسلوب الطهوریة وقیاس احدی النجاستین علی الاخری احق بالقبول من قیاس روایة الطهارة علی روایة النجاسة.	**میں کہتا ہوں اوّلاً** اگر قیاس کو نجاست والی روایت پر گنجائش موجود ہو تو شیخ ابن الشحنہ اس کے بہ نسبت آپ کے زائد مستحق ہیں کیونکہ نجاست والی روایت پر برابری تاثیر میں ہے نہ کہ عدمِ تاثیر میں جیسے وہ دونوں سلب طہارت کی تاثیر میں برابر ہیں،اسی طرح طہارت کی روایت پر سلب طہوریت میں برابر ہونا چاہئے نہ کہ اصلاً عدمِ تاثیر میں مساوات ہو۔ثانیاً اس امر کی علماء نے تصریح کی ہے جو پانی نجس پر وارد ہوتا ہے وہ بھی نجس ہو جاتا ہے جیسا کہ اس کا عکس ہے،یعنی ناپاک ہونا کل تھوڑے پانی میں ہوتا ہے خواہ وہ نجاست پر وارد ہو یا نجاست اس پر وارد ہو،اس لئے اسی قسم کا قول ہم یہاں کرتے ہیں تو جس طرح وہ پانی جو نجاستِ حکمیہ پر وارد ہوتا ہے اس کی طہوریت ختم ہو جاتی ہے اسی طرح نجاست حکمیہ جب تھوڑے پانی پر وارد ہو تو تمام پانی کی طہوریت ختم ہو جائے گی،اور ایک نجاست کو دوسری نجاست پر قیاس کرنا زیادہ بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ طہارت کی روایت کو نجاست کی روایت پر قیاس کیا جائے۔
وثالثا:(۳)وهو الحل الحکم انما یثبت بثبوت سببه وسبب التنجس هو ملاقاة النجس وهو حاصل فی الملقی کالملاقی وسبب الاستعمال ملاقاة بدن	**ثالثاً:** یہی حل ہے، حکم جب ثابت ہوتا ہے تو وہ اس کے سبب کے ثابت ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے،

[192] منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۴۷

محدث اومتقرب سواء کان بورود الماء علی الحدث اوالحدث علی الماء وھو حاصل فی الملاقی منتف فی الملقی فیہ لان الماء المستعمل اذا القی فی الحوض فلا ماؤہ ورد علی حدث ولا الحدث ورد علیہ انما ورد علیہ ماورد علی الحدث ولیس ھذا سبب الاستعمال۔	اور ناپاک ہونے کا سبب ناپاک سے ملاقات ہے، تو وہ ملقی میں بھی اسی طرح موجود ہے جس طرح ملاقی میں ہے اور استعمال کا سبب محدث کے بدن سے ملاقات ہے یا متقرب کے بدن سے ملاقات ہے خواہ حدث پر پانی وارد ہو یا پانی پر حدث وارد ہو، اور یہ چیز ملاقی میں تو ہے ملقی فیہ میں نہیں کیونکہ مستعمل پانی جب حوض میں ڈالا جائے تو نہ تو اس کا پانی حدث پر وارد ہوا اور نہ ہی حدث اس پر وارد ہوا، اور اس پر وہ چیز وارد ہوئی ہے جو حدث پر وارد ہوئی ہے اور یہ سببِ استعمال نہیں۔
ورابعا:(۱)سمعت حدیث رفع الحرج ودفعہ **وخامسا**:(۲)لیس ھؤلاء الکثیرون الاالمتأخرون عن البحر ولیس فیھم من یکون لہ قول فی المذھب لاسیما علی خلاف المذھب الصحیح المعتمد المذیل بطراز الاجماع وھذا صاحب البحر قائلا فیہ لایفتی ولا یعمل الا بقول الامام الاعظم ولا یعدل عنہ الی قولھما اوقول احدھما اوغیرھما الالضرورۃ من ضعف دلیل اوتعامل بخلافہ کالمزارعۃ وان صرح المشائخ بان الفتوی علی قولھما [193] اھ ۔فاذا کان ھذا فی قول امامی المذھب وقد افتوا بہ فما ظنك بما لیس قول احدھما ولا قول احد ولا روایۃ عن احد وما صححہ احد ولا لہ فی الدرایۃ مستند،فکیف یعدل الی مثلہ عن مذھب	**رابعاً**: آپ حرج رفع کرنے کا معاملہ اور اس کا رَد سُن چکے ہیں۔ خامساً یہ کثیر علماء بحر سے متاخر ہیں، اور ان میں کوئی اس پایہ کا نہیں کہ مذہب میں اس کا قول سند ہو، خاص طور پر قول صحیح کے مقابل جس پر اجماع ہوچکا ہو، خاص طور پر جبکہ صاحبِ بحر فرمارہے ہوں، فتوٰی امامِ اعظم کے قول پر ہی دیا جائے نہ کہ صاحبین یا کسی ایک صاحب کے قول پر سوائے ضرورت کے، مثلاً یہ کہ دلیل ضعیف ہو یا اس کے خلاف تعامل ہو، جیسے مزارعۃ کے معاملہ میں ہوا، خواہ مشائخ نے تصریح کی ہو کہ فتوٰی صاحبین کے قول پر ہے اھ جب یہ معاملہ دو ائمہ مذہب کے ساتھ ہے اور وہ اس پر فتوٰی دے چکے ہیں تو جہاں کسی کا

[193] بحر الرائق اوقاتِ نماز سعید کمپنی کراچی ۱/۲۴۶

جمیع الائمۃ الصحیح المعتمد،
وما مثل ھٰؤلاء بین ایدی ائمۃ المذھب الا کمثل احدنا عند ھؤلاء بل اقل وابعد، لاستوائنا جمیعا فی وجوب الاستسلام للائمۃ وردا وصدرا وان لا تکون لنا الخیرۃ من انفسنا اذا قضوا امرا، اما کثرۃ من تبع البحر(۱) فقد قال البحر فی ماھو اعظم کثرۃ واشد قوۃ من الوف امثال ھذا لدورانہ فی متون المذھب والشروح والفتاوٰی اعنی عد الاعتکاف مما لایصح تعلیقہ مانصہ ھذا الموضع مما اخطؤا فیہ والخطأ ھنا اقبح لکثرۃ الصرائح بصحۃ تعلیقہ وانا متعجب لکونھم تداولوا ھذہ العبارات متونا وشروحا وفتاوی وقد یقع کثیرا ان مؤلفا یذکر شیأا خطأ فیأتی من بعدہ فینقلون تلک العبارۃ من غیر تغییر ولا تنبیہ فیکثر الناقلون واصلہ لواحد مخطیئ[194] اھ۔
وھذا ھو الواقع ھھنا کما تری وباللہ العصمۃ(۲) علی ان کلام کثیر منھم فی الباب لم یسلم عن اضطراب وھذا البحر نفسہ قد اکثر من نقول ماقدمنا من حججنا وفیھا نقل الاجماع ونص فی مسألۃ البئر ان المذھب المختار ان الماء طاھر غیر طھور[195]

قول ہی نہ ہو اور نہ روایت ہو، اور نہ کسی نے اس کی تصحیح کی ہو اور نہ اس کیلئے مستند درایت ہو، تو تمام ائمہ کا اجماعی مذہب چھوڑ کر اس کو کیسے اختیار کیا جاسکتا ہے، ائمہ مذہب کے سامنے ان کی قدر وقیمت اتنی نہیں جتنی کہ ہماری ان حضرات کے سامنے ہے بلالکہ اس سے بھی کمتر، کیونکہ ہم سب پر ائمہ کے حکم کا ماننا لازم ہے اور ان کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا ہے اور جب کسی معاملہ کا وہ فیصلہ کردیں تو ہمیں اپنی طرف سے کوئی اختیار نہیں اور رہا یہ معاملہ کہ بحر کی اتباع بہت سے مشائخ نے کی ہے ایک مسئلہ میں جو شدت وقوت کے لحاظ سے اس سے ہزار گنا زیادہ ہے کیونکہ وہ متون مذہب اور شروح اور فتاوٰی میں موجود ہے، یعنی اعتکاف کی تعلیق کے صحیح نہ ہونے کے بارے میں خود بحر نے فرمایا کہ یہاں ان کو غلطی لگی ہے، اور یہاں خطأ زیادہ قبیح ہے کیونکہ اس کی تعلیق کی صحت پر بکثرت تصریحات موجود ہیں اور مجھے تعجب ہے کہ فقہاء نے ان عبارات کو متون وشروح اور فتاوٰی میں قبول کیا ہے، عام طور پر ایسا ہوتا رہتا ہے کہ ایک مؤلف ایک چیز ذکر دیتا ہے غلطی سے، پھر بعد والے اس غلطی کو بلا نکیر نقل کرتے رہتے ہیں، اس طرح ایک خطاکار کے ناقل بکثرت ہوجاتے ہیں اھ۔ اور یہاں ایسا ہی ہوا ہے جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں، علاوہ ازیں ان میں سے اکثر کا کلام اضطراب سے خالی نہیں، اور خود بحر نے بہت سے نقول ذکر کی ہیں جنہیں ہم نے اپنے دلائل میں بہت پہلے ذکر کیا ہے اور اس میں اجماع کو

[194] بحر الرائق متفرقات من البیوع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۸۵/۶
[195] بحر الرائق مسئلۃ البئر جحط ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۹۸/۱

والنھر قال فی عبارۃ الاسرار ما قال ولما تمسك البحر بعبارۃ المحیط والتوشیح والتحفۃ اذا وقع الماء المستعمل فی البئر۔۔۔الخ کتب علیه لایخفاك ان العبارۃ فی وقوع الماء لاالمغتسل وکذا فیما بعدہ[196] اھ۔ والدر استدرك علی البحر بکلام الحسن وکذا ابو السعود وقدمنا کلمات ش وھم جمیعا والحلیۃ قبلھم عللوا اسقوط حکم الاستعمال بالضرورۃ وھو کما علمت اعتراف بالحق بالضرورۃ۔	نقل کیا ہے اور کنویں کے مسئلہ میں یہ صراحت کی ہے کہ مذہب مختار یہ ہے کہ پانی طاہر غیر طہور ہے، اور نہر نے اسرار کی عبارت میں فرمایا ہے جو گزرا، اور جب بحر نے محیط، توشیح اور تحفہ کی عبارت سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا "جب مستعمل پانی کنویں میں گرجائے۔۔۔الخ" تو اس پر لکھا کہ آپ پر مخفی نہ رہے کہ عبارت پانی کے گرنے میں ہے نہ کہ دھوون کے گرنے میں، اور اس طرح اس کے بعد کی عبارت اھ۔ اور در نے بحر پر حسن کے کلام سے استدراک کیا ہے، اور اسی طرح ابو السعود نے، اور ہم نے "ش" اور ان سب کے اور حلیہ کے کلمات نقل کئے ان تمام حضرات نے حکم استعمال کے ساقط ہونے کی وجہ ضرورت کو قرار دیا ہے، اور جیسا کہ آپ نے جانا یہ اعتراف حق ہے۔ (ت)
فائدہ ۹: اقول ذکرت فی الطرس المعدل مسألۃ ادخال المحدث رأسه اوخفه اوجبیرته فی الماء وانه یجزئه عند الامام الثانی ولایصیر الماء مستعملا وان الصحیح وفاق محمد فیھما وان المراد لایصیر ماء الاناء مثلا مستعملا بل البلۃ الملتصقۃ بالرأس ای الممسوح فقط فاعلم ان ھذا الخصوص المسح فلا یقاس علیه المغسول قال ملك العلماء فی البدائع ادخل رأسه اوخفه اوجبیرته فی الاناء وھو محدث قال ابو یوسف یجزئه فی المسح ولا یصیر الماء مستعملا سواء نوی	**فائدہ۹:** میں نے "الطرس المعدل" میں محدث کا پانی میں اپنا سر، موزہ یا پٹی ڈبونے کا مسئلہ ذکر کیا ہے اور یہ کہ دوسرے امام کے نزدیک اس کو یہ کفایت کرے گا، اور پانی مستعمل نہ ہوگا، اور اس میں صحیح یہی ہے کہ محمد کو اس سے اتفاق ہے، اور یہ کہ مراد یہ ہے کہ برتن کا پانی مستعمل نہ ہوگا بلالکہ وہ تری جو سر سے لگی ہوئی ہے یعنی صرف ممسوح، تو جاننا چاہئے کہ یہ خاص مسح کیلئے ہے تو اس پر مغسول کو قیاس نہ کرنا چاہئے، ملک العلماء نے بدائع میں فرمایا کسی نے اپنا سر، موزہ یا پٹی پانی میں داخل کی اور بے وضو تھا، تو ابو یوسف نے فرمایا اس کے مسح کو کافی ہے، اور پانی بہرحال مستعمل نہ ہوگا خواہ نیت کرے یا نہ کرے کیونکہ استعمال کے دو[۲]

[196] نہر الفائق

او لم ینو لوجود عـــہ احد سببی الاستعمال وانما کان لان فرض المسح یتأدی باصابة البلة اذھو اسم للاصابة دون الاسالة فلم یزل شیئ من الحدث الی الماء الباقی فی الاناء وانما زال الی البلة وکذا اقامة القربة تحصل بھا فاقتصر حکم الاستعمال علیھا [197] اھ۔ وھذا ینادی باعلی نداء ان عدم انتقال الحدث الی باق الماء فی الاناء واقتصار حکم الاستعمال علی البلة فی صور المسح انما کان لانہ لایحتاج الا الی بلة فبھا یتأدی فرضہ وبھا تقوم قربتہ فھو لم یستعمل الماء بل البلة بخلاف ماوظیفتہ الغسل فانہ اسالة فکان استعمالا للماء لالمجرد بلة فیزول بہ الحدث الی جمیع ما فی الاناء لقلتہ ولا یقتصر حکم الاستعمال علی البلة الملاقیة لسطح البدن	سببوں میں سے ایک پایا جارہا ہے اور یہ اس لئے ہوا کہ مسح کا فرض ادنٰی تری سے ادا ہوجاتا ہے کیونکہ مسح لگانے کو کہتے ہیں نہ کہ بہانے کو، تو حَدث میں سے کوئی چیز چھُوٹ کر برتن میں پانی تک نہیں آتی صرف تری تک منتقل ہوئی اور اسی طرح اس سے قربۃ قائم ہوتی ہے تو اس پر استعمال کا حکم محدود ہوگیا اھ۔ اور اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مسح میں حدث کا برتن میں باقی پانی کی طرف منتقل نہ ہونا اور استعمال کے حکم کا صرف تری تک محدود رہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہاں محض تری کی ضرورت ہے اسی سے فرض ادا ہوجاتا ہے اور اسی سے قربۃ ادا ہوجاتی ہے، تو اس نے پانی کو استعمال نہیں کیا بلکہ اس نے تری کو استعمال کیا بخلاف اس کے جس میں دھونا ضروری ہے کیونکہ اس میں بہانا ضروری ہے تو وہاں پانی کا استعمال ہوگا محض تری کا نہیں ہوگا، تو حدث برتن کے تمام پانی کی طرف منتقل ہوگا کیونکہ وہ کم ہے اور استعمال کا حکم اس تری

عـــہ **اقول**: قولہ لوجود متعلق بالمنفی ای صیرورة الماء مستعملا لوجود ازالة الحدث وان لم ینو واقامة القربة ایضا ان نوی منتفیة فلا یصیر مستعملا وان وجد السببان وانما کان ھذا الانتفاء لانہ لم یستعمل الماء بل البلة وذلك لان فرض المسح۔۔۔الخ منہ غفرلہ۔(م)	اقول اسکا قول لوجود، منفی سے متعلق ہے یعنی پانی کا مستعمل ہونا حَدث کے ازالہ کی وجہ سے اگرچہ نیت نہ کرے، اور قربۃ ادا کرے سے بھی اگر نیت کرے منتفی ہے، تو مستعمل نہ ہوگا اگرچہ دونوں سبب پائے جائیں، اور یہ انتفاء اس لئے ہے کیونکہ اس نے پانی استعمال نہیں کیا صرف تری استعمال کی اور یہ اس لئے ہے کہ مسح کا فرض الخ ۱۲ منہ (ت)

[197] بدائع الصنائع فصل فی الطہارۃ الحقیقیۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۰۷

الظاھر لان البلۃ لایحصل بھا اسالۃ ولا غسل فظھر الامر وباللہ التوفیق فلا حجۃ فیہ للمسوین بین الملاقی والملقی ولیس مبناہ علی تلك المسألۃ۔	تک محدود نہ رہے گا جو بدن کے ظاہر کی سطح سے متصل ہے کیونکہ تری سے نہ بہانا حاصل ہوتا ہے نہ غسل، تو معاملہ بتوفیق اللہ ظاہر ہوگیا، اس میں ان لوگوں کیلئے حجۃ نہیں جو ملقی اور ملاقی میں فرق نہیں کرتے تو اس کی بنیاد اس مسئلہ پر نہیں۔(ت)
اقول: والدلیل القاطع علیہ ان ابایوسف القائل بنجاسۃ الماء المستعمل لم یقل ھھنا بالسریان قال الامام فقیہ النفس ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی قال انما یتنجس الماء فی کل شیئ یغسل اما ما یمسح فلا یصیر الماء مستعملا[198] اھ۔ مع اجماع اصحابنا ان النجاسۃ تسری فی القلیل بلا فرق بین الکثیر منھا والقلیل وقد تقدم التصریح بہ عن البدائع فاندفع ماکان ذھب الیہ وھلی فی بادی الرأی ان سبیل المسألۃ سبیل الخلف فی الملقی والملاقی واستنار ماذکرت جوابا عنہ من الفرق بین الغسل والمسح اما توقفی فی وجھہ فالوجہ عند المجتھد ولیس علینا ابداؤہ۔	**میں کہتا ہوں** اس پر قطعی دلیل یہ ہے کہ ابو یوسف جو مستعمل پانی کی نجاست کے قائل ہیں وہ یہاں سرایت کا قول نہیں کرتے، امام فقیہ النفس نے فرمایا کہ امام ابو یوسف نے فرمایا "پانی ہر اس چیز میں نجس ہوتا ہے جو دھوئی جاتی ہے اور جس پر مسح کیا جاتا ہے اس سے مستعمل نہ ہوگا اھ"۔ حالانکہ ہمارے اصحاب کا اجماع ہے کہ نجاست تھوڑے پانی میں سرایت کرتی ہے خواہ کم ہو یا زائد، بدائع سے اس پر تصریح گزر چکی ہے تو ان کا جواب ہوگیا، اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ خلف کی طرح ہے ملقی اور ملاقی میں اور جو جواب میں نے ذکر کیا وہ بھی واضح ہوگیا یعنی یہ کہ غسل اور مسح میں فرق ہے، اور اس کے استدلال میں میرا توقف کرنا اس لئے ہے کہ دلیل پیش کرنا مجتہد کا کام ہے، اور ہمیں اس کا ظاہر کرنا لازم نہیں۔(ت)
واقول: یخطر ببالی واللہ تعالٰی اعلم ان الاجسام کما قدمت جواھر فردۃ متراکمۃ متفرقۃ حقیقۃ متصلۃ حسا وامر الغسل لایتأدی الابجسم مائی ذی ثخن صالح	**میں کہتا ہوں** اللہ بہتر جانتا ہے میرے دل میں یہ خطرہ گزرا کہ اجسام جیسا کہ ہم نے پہلے لکھا ہے جواہر فردہ ہیں تہ بہ تہ ہیں حقیقۃً متفرق ہیں اور حِسّاً متصل ہیں، اور دھونا ایسے جسم سے ہوسکتا ہے جو پانی کا

[198] فتاوٰی قاضی خان الماء المستعمل نولکشور لکھنؤ ۱/۸

یری سائلا علی البدن سیلانا فلابد فیه من اعتبار المحسوس وفی الحس الماء الکائن فی محل واحد شیئ متصل واحد فحصل الاستعمال للکل لحصول اللقی للکل کما فی نجاسة ترد علی الماء وانما سقط الحکم عن الکثیر لان الشرع جعله کالجاری فلا یتأثر مالم یتغیر کما سبق تقریر کل ذلك اما المسح فمجرد اصابة من دون اسالة فتکفی فیه جواهر قریبة تفید بلة وھی منفصلة عمافوقھا فیقتصر اللقاء علیها ولا یتعدی الی سائر الاجزاء لعدم الحاجة الی ترك الحقیقة وبه استبان ما قالوا ھنا من قصر اللقاء علی البلة۔ وظھر الجواب عما ذکرت فیه من النظر(۱)واشار الیه المحقق حیث اطلق ابن الھمام بقوله فیه نظر ھذا ما عندی فی تقریره وجھدالمقل دموعه ویحتاج الی تلطیف القریحة وکیف ماکان لاحجة فیه للمسوّین بل ھو حجة علیھم لدلالة فحواہ ان قصرالحکم علی البلة دون بقیة ما فی الاناء لعدم الحاجة فی المسح الی الاسالة فافاد ان فیما وظیفته الاسالة یعم الحکم جمیع مافی الاناء وھو المقصود۔ **فائدہ۱۰:**اقول وباللّٰه التوفیق ھنالفظان الوضوء من الحوض و	ہو اور اس میں حجم ہو اور جسم پر بہتا ہوا نظر آئے، تو اس میں محسوس کا اعتبار ضروری ہے اور جس میں وہ پانی جو ایک جگہ ہو متصل واحد ہے تو کل پانی مستعمل ہوگیا کیونکہ ملاقاۃ کل سے ہی ہے، جیسے کہ وہ نجاست جو پانی پر وارد ہو اور حکم کثیر سے اس لئے ساقط ہوگیا کیونکہ شریعت نے اس کو جاری کے حکم میں رکھا ہے، تو جب تک اس میں تغیر نہ ہو متاثر نہ ہوگا جیسے کہ اس کی تقریر گزری، اور مسح میں صرف پانی کا لگانا ہے نہ کہ بہانا ہے، تو اس کیلئے قریب جواہر ہونا کافی ہے جن سے تری پیدا ہوتی ہے اور وہ جواہر اوپر والوں سے جدا ہیں تو ملاقاۃ اسی پر منحصر رہے گی اور باقی اجزاء کی طرف منتقل نہ ہوگی کیونکہ ترک حقیقۃ کی حاجت نہیں اور یہیں سے معلوم ہوا کہ ملاقاۃ صرف تری تک محدود ہے جیسا کہ فقہاء نے فرمایا، اور جو نظر میں نے ذکر کی ہے اس سے جواب ظاہر ہوگیا، اور محقق نے اس کی طرف اشارہ کیا کیونکہ ابن ہمام نے فرمایا اس میں نظر ہے میرے نزدیک اس کی تقریر یہی ہے، بہرصورت ان کیلئے اس میں کوئی حجۃ نہیں جو ملقی اور ملاقی میں برابری کے قائل ہیں، بلکہ یہ اُن کے خلاف حجۃ ہے، کیونکہ اس کا فحوٰی اس پر دلالت کرتا ہے کہ حکم تری پر مقصور ہے، جو برتن میں باقیماندہ پانی ہے اس پر نہیں ہے کیونکہ مسح میں اسالۃ کی ضرورت نہیں، تو انہوں نے بتایا کہ جہاں بہانا ہوتا ہے وہاں حکم برتن کے تمام پانی کو عام ہوتا ہے اور یہی مقصود ہے۔(ت) فائدہ ۱۰: میں بتوفیق الٰہی کہتا ہوں یہاں دو لفظ ہیں الوضوء من الحوض اور الوضوء فی الحوض۔ قاسم نے

بہ (۱) عبر العلامۃ قاسم تسامحا وفی الحوض وبہ عبر العلامۃ ابن الشحنۃ وسوی (۲) بینھما البحر فتارۃ یقول من کصدر مقالتہ واسم رسالتہ واخری فی کمطاوی عبارتہ وقد علمت ان الثانی یحتمل وجھین الوضوء خارجہ بحیث تقع الغسالۃ فیہ ولو بعد الجریان علی الارض والوضوء فیہ بغمس الاعضاء ذاك ملقی وھذا ملاق واللفظ الاول یحتمل ثلثۃ وجوہ ھذین والوضوء خارجہ بالاغتراف منہ بحیث لاتصل الغسالۃ الیہ کالوضوء من بئر زمزم وھذا الثالث علی ثلثۃ وجوہ الاغتراف باناء بحیث لایصیب شیئ من یدہ الماء وبالید لعدم اناء اومع وجودہ فالاول جائز بالاجماع ولایتوھم تطرق خلل بہ الی الماء وکذا الثانی لمکان الضرورۃ الا اذا ادخل ازید من قدر الحاجۃ او قدرھا للاغتراف ثم نوی الغسل فیہ فان ھذین یعود ان الی صورۃ الغمس کالثالث ففی ھذہ[عہ] الاربع یصیر الماء کلہ مستعملا	تسامح سے کام لیتے ہوئے من الحوض سے تعبیر کیااور ابن الشحنہ نے الوضو فی الحوض سے تعبیر کیااور بحر نے ان دونوں کو برابر کیا، کبھی تو من کہتے ہیں، جیسا کہ انہوں نے اپنے مقالہ کی ابتداء اور رسالہ کے نام میں، اور کبھی فی استعمال کیا جیسا کہ عبارات کے درمیان میں کیا۔ اور آپ جان چکے ہیں دوسرا دو وجہوں کا احتمال رکھتا ہے، ایک تو وضو حوض کے باہر اس طرح کہ دھوون حوض میں گرے خواہ زمین پر بہہ کر جائے اور ایک یہ کہ وضوء اس طرح کیا جائے کہ حوض میں اعضاء ڈبوئے جائیں وہ ملقی ہے اور یہ ملاقی ہے اور پہلا لفظ تین وجوہ کا محتمل ہے، دو تو یہی اور تیسری یہ کہ حوض کے باہر بیٹھ کر حوض سے چلو بھر پانی لیں اس طرح کہ دھوون حوض تک نہ پہنچے، جیسے زمزم کے کنویں سے کیا جاتا ہے۔ اور اس تیسری وجہ میں بھی تین وجوہ ہیں، [۱] ایک تو یہ کہ برتن سے پانی لیں اس طرح کہ ہاتھ پانی کو نہ لگے، [۲] دوسرے یہ کہ ہاتھ سے لیں جبکہ برتن نہ ہو، [۳] تیسرے یہ کہ ہاتھ سے لیں لیکن برتن موجود ہو تو پہلا بالاجماع جائز ہے اور اس سے پانی میں خلل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے اور دوسرا بھی جائز ہے کیونکہ ضرورت ہے، ہاں اگر ضرورت سے زائد ہاتھ داخل کیا یا بقدرِ ضرورت ڈالا پھر اس میں غسل کا ارادہ کیا تو یہ دونوں صورتیں ڈبونے کی صورت

عــہ ای ادخال الزائد علی قدر حاجۃ الاغتراف ونیۃ الغسل فیہ والاغتراف بید محدثۃ مع وجود الاناء والوضوء فیہ بغمس الاعضاء اھ منہ غفرلہ۔ (م)

یعنی چلّو کی مقدار سے زیادہ داخل کرنا اور پانی میں دھونے کی نیت کرنا اور برتن کے ہوتے ہوئے محدث ہاتھ کے ذریعے پانی نکالنا اور پانی میں اعضاء ڈبو کر وضو کرنا اھ منہ غفرلہ (ت)

قليلا كان اوكثيرامالم يكن كثيرا اماالاول الثانی اعنی الوضوءخارجه مع وقوع الغسالةفيه فالصحيح المعتمدانه لايفسدالماء مالم يساوه اويغلب عليه هذه احكام الصورالخمس وقد وضحت بحمدالله تعالٰی مثل الشمس،وبه ظهر ان العلامة عبدالبراصاب فی حكم الاربع الاول دون الخامس والعلامتان القاسم والبحر ومن تبعهم بالعكس ثم معه فيما خالف الصحيح عدةروايات واقوال مفصلة فی البدائع وغيرها ان الماء المستعمل يفسد المطلق مطلقاوان قل اواذااستبان مواقع القطراواذاسال سيلاناوالكل حاصل فی الوضوء فی الحوض الصغير بالمعنی الاول بخلاف هؤلاء الجلة فليس بايديهم الابحث وقع فی البدائع علی خلاف النصوص المتواترة واجماع ائمة المذهب رضی الله تعالٰی عنهم والحق،هوهذاالفرق،الذی وفق المولی سبحنه وتعالٰی عبده الذليل،بتحقيقه الجليل،بحيث احاط ان شاء الله تعالٰی بكل كثير وقليل،وبلغ الغايةالقصوی فی التفريع والتاصيل،فله الحمدعلی مااولی،وافضل الصلوات العلی،والتسليمات الزاكيات المباركات علی المولی، واله وصحبه،وابنه و حزبه،كمايحب ربنا و يرضی اٰمين والحمد لله رب العٰلمين،والله سبحنه وتعالٰی وعلمه جل مجده اتم واحكم۔

میں شامل ہیں، جیسی کہ تیسری، توان چاروں صورتوں میں کل پانی مستعمل ہوجائیگا خواہ کم ہو یا زیادہ، جب تک کہ کثیر نہ ہوجائے لیکن دوسرے کا پہلا یعنی حوض کے باہر وضو کرنا اس طرح کہ دھوون اس میں گرتا رہے تو صحیح اور معتمد یہ ہے کہ جب تک وہ پانی کے برابر نہ ہو یا اس پر غالب نہ ہو پانی کو فاسد نہ کرے گا، یہ پانچوں صورتوں کے احکام ہیں اور میں نے بحمداللہ سورج کی طرح واضح کردیا ہے، اور اسی سے ظاہر ہوگیا کہ علّامہ عبدالبر نے پہلی چار صورتوں کے بیان میں کوئی غلطی نہیں کی مگر پانچویں میں غلطی کی اور علامہ قاسم اور بحر اور ان کے متبعین نے برعکس کیا پھر ان کے ساتھ ان صورتوں میں جن میں مخالفت کی، متعدد روایات واقوال ہیں جن کی تفصیل بدائع وغیرہ میں ہے، مثلاً یہ کہ مستعمل پانی مطلق پانی کو مطلقاً فاسد کردیتا ہے خواہ کتنا ہی کم کیوں نہ ہو، یا قطروں کے مقامات ظاہر ہوں یا جبکہ خوب بہے اور یہ سب چھوٹے حوض میں وضو کرنے سے حاصل ہے، لیکن پہلے معنی کے اعتبار سے، بخلاف ان جلیل القدر علماء کے کہ ان کے ہاتھ میں سوائے اُس بحث کے کچھ نہیں جو نصوص متواترہ، اجماعِ ائمہ مذہب کے خلاف بدائع میں واقع ہے، اور حق وہ فرق ہے جس کی اپنے ذلیل بندے کو مولیٰ سبحٰنہ نے توفیق دی تحقیق جلیل کی کہ اس نے کثیر و قلیل کا احاطہ کیا اور انتہا کو پہنچا اُس کی حمد سب سے اولیٰ ہے بہتر صلوٰۃ وسلام افضل مبارک مزکی آقا پر ان کے آل اصحاب اولاد جماعت پر جیسا کہ ہمارا رب پسند فرمائے آمین

والحمدللہ رب العالمین الی اٰخرہ۔